الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ — جیسے آنکھ جھپکنا۔ بلکہ اس سے بھی جلدی۔

(نحل ع ۱۱)

تیسری آیت۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ط مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝ — تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔ وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سُننے والا ہے اُن کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے۔

(کہف ع ۴)

یہ تینوں آیتیں اس پر نص صریح ہیں۔ کہ کلی غیب جاننا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اور اسمیں کوئی نبی یا ولی اور کوئی فرشتہ یا جن اس کا شریک نہیں۔ ان آیتوں سے استدلال تین چیزوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ ان میں لام اختصاص کے لیے جیسا کہ آئندہ تفسیروں کے حوالوں سے معلوم ہوگا۔ دوم یہ کہ ان تینوں آیتوں میں خبر (پہلی دونوں آیتوں میں لِلّٰہ اور تیسری آیت میں لَہٗ) کو مبتدا یعنی غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر مقدم کیا گیا ہے۔ حالانکہ خبر کا حق تاخیر ہے۔ خبر کی یہ تقدیم حصر اور تخصیص پیدا کرنے کی غرض سے کیونکہ تقدیم خبر کے فوائد میں سے اہم فائدہ یہی ہے۔ جیسا کہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

واما تقدیمہ فلتخصیصہ بالمسند الیہ ای لقصرہ المسند — اور مسند کو مسند الیہ پر تخصیص کی غرض سے مقدم کیا جاتا ہے۔ یعنی مقصد

الیہ علی المسند (مطول صـ۲۹۶) یہ ہوتا ہے۔ کہ مسند الیہ کو مسند پر مقصور کر دیا جائے۔

تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ زمین و آسمان کا کلی غیب اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے اور اسی ہی کی ذات میں منحصر اور اسی پر مقصور ہے۔ سوم یہ کہ غیب السمٰوات والارض سے ساری کائنات ارضی و سماوی کا کلی غیب مراد ہے۔ ان تینوں بنیادوں پر مفسرین امت نے ان آیتوں کی جو تفسیر فرمائی ہے۔ اب وہ ملاحظہ ہوں۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی پہلی آیت کے تحت رقمطراز ہیں۔

ای انه سبحانه یعلم کل ما غاب فی السمٰوٰت والارض ولا یعلم ذالک احد سواہ جل وعلا (روح المعانی جز ۱۲ صـ۱۶۷)	یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چھپی چیز کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی زمین و آسمان کا کلی غیب نہیں جانتا۔

اور علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں۔

لا یخفی علیہ شیئ من اعمالکم ولاحظ لمخلوق فی علم الغیب (البحر المحیط جلد ۵ صـ۲۷۵)	اس پر تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور مخلوق کا علم غیب میں کوئی حصہ نہیں

علامہ قاضی بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وَلِلّٰہِ غیب السمٰوات و الارض خاصۃ لا یخفی علیہ خافیۃ فیھما (تفسیر بیضاوی ص برحاشیہ قرآن مصری)

اور زمین و آسمان کا کلی غیب اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہیں۔

اور شیخ معین الدین حنفی دوسری آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

یختص بہ علم ما غاب عن العباد (جامع البیان ص ۲۳۵

جو چیزیں بندوں سے پوشیدہ ہیں اور جن چیزوں کا علم بندوں کو نہیں ہے، ان سب چیزوں کا علم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

علامہ نسفی حنفی اور علامہ نیشاپوری رقمطراز ہیں۔

ای یختص بہ علم ما غاب فیھما عن العباد وخفی علیھم علمہ (مدارک جلد ۲ ص ۲۲۷ نیشاپوری ج ۱۴ ص ۱۰۰ برحاشیہ ابن جریر)

یعنی زمین و آسمان میں جو چیزیں بھی بندوں سے پوشیدہ اور مخفی ہیں۔ ان سب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کے تحت راقم ہیں۔

قولہ وللہ غیب السمٰوات و الارض یفید الحصر معناہ ان العلم بھذہ الغیوب لیس الا للہ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۹)

اللہ کا ارشاد وللہ غیب السمٰوٰت والارض حصر کا فائدہ دیتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کے کل غیوب صرف اللہ ہی کو حاصل ہیں۔

علامہ ابو السعود حنفی اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں۔

وللہ تعالیٰ خاصۃ لا لاحد غیرہ استقلالا ولا اشتراکا غیب السموات والارض (ابوسعود ص۹۷ ج۵ برحاشیہ کبیر) روح المعانی ص۱۹۸ ج ۱۴)

آسمان و زمین کا غیب اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس کے سوا کسی کو حاصل نہیں نہ مستقل طور پر اور اشتراک کے طور پر۔

اور امام ابن جریر طبری تیسری آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فان ذالک لا یعلمہ سوی الذی یعلم غیب السموات والارض ولیس ذالک الا اللہ الواحد القہار (ابن جریر ص۱۴۳ ج ۱۵)

کیونکہ اس بات کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جو آسمانوں اور زمین کا غیب جانتا ہو۔ اور یہ صفت صرف اللہ ہی کی ہے۔ جو واحد و یکتا اور زبردست ہے۔

اور علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں۔

ثم ذکر اختصاصہ بما غاب فی السموات والارض وخفی فیہا من احوال اہلہا (البحر المحیط جلد ۶ ص۱۱۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں جو کچھ پوشیدہ ہے۔ اور ان میں رہنے والوں کے مخفی احوال کے علم کا اپنے ساتھ خاص ہونا بیان فرمایا۔

ان آیات سے ثابت ہوا۔ کہ کلی غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اور اسمیں اسکی مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں اور مذکورہ بالا مفسرین کی عبارتوں سے یہ بھی واضح ہوگیا۔ ان آیتوں سے ہر زمانہ میں

یہی مفہوم سمجھا گیا ہے۔ اور اس پر ساری امت کا ایمان رہا ہے۔

چوتھی آیت قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (نمل ع ۵)

کہہ دیجیے۔ کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا۔ بجز اللہ تعالےٰ کے اور اُن کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کیے جائینگے۔

اس آیت نے معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ کہ نہ آسمان میں رہنے والے غیب جانتے ہیں اور نہ ہی زمین میں رہنے والے زمین و آسمان کا کلی غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے من فی السموات سے فرشتے اور من فی الارض وجن و بشر مراد ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ مشرکین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کہ جس قیامت کے دن سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ اور اس میں سخت عذاب کی دھمکیاں دیتا ہے۔ ہمیں بتا تو سہی۔ کہ وہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کو حکم دیا۔ کہ اس سوال کا یہ جواب دیں۔ کہ قیامت کب آئے گی؟ یہ تو غیب کی بات ہے۔ اور غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اسکے سوا زمین و آسمان میں کوئی بھی غیب دان نہیں ہے۔ اسلئے مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کب آئیگی۔

چنانچہ علامہ خازن امام بغوی اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

نزلت فی المشرکین حیث سألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے رسول

عن وقت الساعة والمعنى ان الله هو الذی یعلم الغیب وحدہٗ (تفسیر خازن جلد ٥ ص ١٢٨ واللفظ لہٗ ومعالم برحاشیہ خازن وتفسیر قرطبی جلد ١٣ ص ٢٢٥)

خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ صرف اللہ ہی تنہا غیب جانتا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

نفی ان یکون لھم علم الغیب وذکر فی جملة الغیب متی البعث (کبیر جلد ٦ ص ٥٧٧)

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے رہنے والوں سے ثبوت علم غیب کی نفی فرما دی ہے۔ اور من جملہ غیب کی باتوں کے دوبارہ جی اٹھنے کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں۔

لا یعلم احد من اھل السموات والارض الغیب الا اللہ ..... فانہ المنفرد بذلک وحدہ لا شریک لہٗ (تفسیر ابن کثیر جلد ٣ ص ٣٧٢)

آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ ..... کیونکہ وہ صفت غیب دانی میں منفرد اور یکتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

والذی اختص بہ تعالیٰ انما ھو علم الجمیع

اور جو علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ کلی علم غیب

وعلم مفاتح الغیب (روح المعانی جسز ۲۰ صلا) اور مفاتیح الغیب کا علم ہے

اس سے معلوم ہوا۔ کہ کلی علم غیب زمین و آسمان میں خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ البتہ جزئیات کا علم جسے چاہے عطا فرمادے۔ نیز اس آیت کے شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ یہاں جس طرح ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ اسی طرح عطائی کی بھی نفی ہے۔ کیونکہ مشرکین کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ انھیں قیامت برپا ہوجانے کا وقت معلوم ہوجائے۔ اور یہی سوال انہوں نے حضور علیہ السلام سے کیا تھا۔ اس سے انھیں کوئی بحث نہیں تھی کہ آپ کو قیامت کا علم ذاتی طور پر حاصل تھا۔ یا عطائی طور پر یہ مسئلہ جو تھے باب میں مفصل طور پر زیر بحث آئے گا۔ کہ قیامت قائم ہونے کا مخصوص وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ نے اس کا علم کسی فرشتہ اور پیغمبر کو نہیں دیا۔

پانچویں آیت :۔ وعندہٗ مفاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ ط (انعام ع ۷) اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے۔ ان کو کوئی نہیں جانتا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے۔

اِس آیت میں بھی خبر کو افادۂ حصر کے لئے مقدم کیا گیا ہے۔ یہ آیت بالکل واضح اور صریح ہے۔ کہ خدا کی ساری مخلوقات سے تمام پوشیدہ باتوں کا علم اور غیب کے تمام خزانے صرف اللہ ہی کے علم میں ہیں اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح

سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔ کہ مفاتیح الغیب جن کا اس آیت میں ذکر ہے ان سے مراد پانچ چیزوں کا علم ہے جن کا ذکر ایک دوسری آیت میں ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

چھٹی آیت:۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔ لقمان ع۴

بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی مینہ برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے۔ جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ وہ کل کیا عمل کرے گا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مفاتح الغیب خمس لا یعلمہا الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متی یأتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض

مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں۔ جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۱ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ ۲ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں کیا ہے۔ ۳ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئیگی ۴ اللہ کے سوا

تموت ولا یعلم متی — کوئی نہیں جانتا۔ کہ وہ کہاں مریگا
تقوم الساعۃ الا اللہ — اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا
(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۸۱، صفحہ ۱۰۹۷) — کہ قیامت کب آئے گی۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے مفاتیح الغیب کی تفسیر فرماتے ہوئے سورۃ لقمان کی یہی آیت اِنّ اللہ عندہٗ علم الساعۃ تا اِنّ اللہ علیمٌ خبیرٌ" تلاوت فرمائی (ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اس آیت کی تفسیر فرما کر واضح کر دیا۔ کہ غیوب خمسہ کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں .... یہی صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ دین سے بھی یہی منقول ہے۔ کہ اللہ کے سوا غیوب خمسہ کو کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ حبر الامۃ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

ھذہ الخمسۃ لا یعلمھا الا اللہ تعالیٰ ولا یعلمھا ملک مقرب ولا نبی مرسل فمن ادعی انہ یعلم شیئًا من ھذہ فقد کفر بالقراٰن لانہ خالفہ (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۸۲ خازن صفحہ ۱۸۳ ج ۵)

ان پانچ چیزوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی، جو شخص ان باتوں میں سے کسی ایک کے جاننے کا دعوی کرے وہ قرآن کا منکر ہے۔ کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

كل شيء اوتي نبيكم صلى الله عليه وسلم غير خمس (ابن جرير ج ۷ ص ۱۲۶ ابن كثير ج ۳ ص ۴۵۴، خازن ص ۱۱۶ ج ۲، البحر المحيط ج ۴ ص ۱۴۵ قرطبی ص ۲ ج ۱۴ واللفظ له؛ روح المعانی ص ۱۱۱ ج ۲۱)	ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم دے گئے۔ مگر ان پانچ چیزوں (یعنی مفاتح الغیب) کا علم آپ کو نہیں دیا گیا۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے۔

لم یعم علی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم الا الخمس من سرائر الغیب هذه الآیة فی آخر لقمان ان اللہ عنده علم الساعة الی آخر السورة (روح المعانی ص ۱۱۱ ج ۲۱)	ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں کا علم پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ جو غیب کے مخفی بھیدوں میں سے ہیں۔ جو سورہ لقمان کی آخری آیت "ان اللہ عندہ علم الساعۃ" میں مذکور ہیں۔

اسی طرح حضرت علیؓ نے ایک دفعہ خطبہ میں فرمایا۔

یا اخا کلب لیس هو بعلم غیب وانما هو تعلم من ذی علم وانما علم الغیب علم الساعة وما عدد الله تعالیٰ بقوله ان الله عنده علم	اے کلبی یہ علم غیب نہیں، یہ تو علم والے سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں علم غیب تو قیامت کا علم ہے اور ان چیزوں کا علم جو اللہ نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ

الساعۃ) الآیۃ فیعلم سبحانہ
ما فی الارحام من ذکر
او انثی وقبیح او جمیل
وسخی او بخیل وشقی
او سعید ومن یکون
فی النار او فی الجنان
للنبیین مرافقا فھذا علم
الغیب الذی لا یعلمہ
احد الا اللہ (نہج البلاغۃ مطبوعہ
ایران ص ۳۸۹ ج ۱)

الآیہ میں گنائی ہیں۔ تو اللہ
جانتا ہے۔ کہ رحموں میں کیا ہے نر
ہے یا مادہ۔ بدصورت ہے یا
خوبصورت۔ سخی ہے یا بخیل۔
بدبخت ہے یا نیک بخت وہ جہنم
میں جائے گا۔ یا جنت میں اپنے
نبیوں کے ہمراہ ہوگا۔ علم غیب
تو یہ ہے۔ جسے اللہ کے
سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔

وھی مفاتیح الغیب التی
قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح
الغیب لا یعلمھا الا ھو
(ابن کثیر ص ۴۵۵ ج ۳)

یہ پانچ چیزیں غیب کے وہ خزانے
ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں
جانتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے اور اللہ ہی کے پاس ہیں غیب
کے خزانے ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں۔

اشیاء استأثر اللہ بھن
فلم یطلع علیھن ملکا

(سورہ لقمان میں جن پانچ غیوب کا
ذکر ہے) یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا

مفتاح ولا نبیا مرسلا الخ (ابن کثیر صفحہ ۵۵۴ ج ۳، روح المعانی صفحہ ۱۱۱ ج ۲۱) — علم اللہ نے اپنے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے۔ ان کی نہ کسی مقرب فرشتے کو اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا فیصلہ :-

مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی بقیہ عمر کے بارے میں سوال کیا۔ کہ میری کتنی عمر باقی ہے۔ تو فرشتے نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ اور غائب ہو گیا۔ منصور نے تعبیر والوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا۔ ان میں حضرت امام اعظم بھی تھے۔ معبروں نے مختلف تعبیریں بیان کیں۔ کسی نے کہا۔ کہ یہ اس طرف اشارہ ہے۔ کہ خلیفہ کی عمر ابھی پانچ سال باقی ہے۔ کسی نے کہا اس سے مراد پانچ ماہ ہیں۔ اور کسی نے پانچ دن بتائے۔ لیکن حضرت نے فرمایا

ھو اشارۃ الی ھذہ العلوم الخمسۃ لا یعلمھا الا اللہ (مدارک ج ۳ صفحہ ۲۱۹) — کہ وہ ان غیوب خمسہ کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مطلب یہ کہ ملک الموت نے پانچ انگلیوں سے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ مجھے تمہاری بقیہ عمر کا پتہ نہیں۔ کیونکہ یہ مفاتیح الغیب میں سے ہے۔ اور ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب مفسرین کے چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

قوله: وعنده مفاتح الغيب يفيد الحصر اي عنده لا عند غيره (كبير ص ۳ ج ۴)

اللہ تعالیٰ کا قول وعندہ مفاتح الغیب حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی (غیب کے خزانے) اللہ ہی کے پاس ہیں۔ کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔

علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں

الا هو حصر انه لا يعلم تلك المفاتح ولا يطلع عليها غيره تعالى (البحر المحيط ص ۱۴۴ ج ۴)

اللہ تعالیٰ کا قول اِلّا ہو حصر کا فائدہ دیتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان مفاتح الغیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ کے سوا کسی کو ان کی خبر نہیں۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

يعني لا يعلم شيئا من المغيبات الا الله تعالى ولا يعلم غيره منها الا بتعليمه الخ (تفسير مظهري ص ۲۷ ج ۳)

یعنی مغیبات میں سے کوئی چیز بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان مغیبات میں سے جن بعض جزئیات کا علم اگر کسی کو ہوتا ہے۔ تو وہ اللہ کے بتانے سے ہوتا ہے۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ان غیوب خمسہ میں سے بعض جزئیات کا علم بعض لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ غیوب خمسہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو اس کا

جواب یہ ہے۔ ان غیوب میں سے قیامت کا مخصوص وقت تو اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی صرف ایک ہی جزئی ہے اور اس کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے رہی۔ باقی چار چیزیں تو ان میں سے اگر بعض جزئیات کا علم کسی کو حاصل ہو جائے۔ تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں تو یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ خزائن غیب کلی طور پر اللہ ہی کے علم میں ہیں غیوب خمسہ کی تمام جزئیات کا کلی علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ جیسا کہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

المراد بالعلم الذی استأثر سبحانہ بہ العلم الکامل باحوال کل علی التفصیل (النح روح المعانی ص ۱۱۲ ج ۲)	جس علم کو اللہ نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اس سے ہر چیز کا کامل، تفصیلی اور کلی علم مراد ہے۔

یہاں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ مغیبات خمس کا کلی اور تفصیلی علم ذات باری تعالیٰ سے خاص ہے۔ اور اس کے سوا کسی رسول، ملک، اور جن و بشر کو معلوم نہیں۔ وہ ان غیوب خمسہ میں منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کا کلی اور تفصیلی علم بھی اللہ ہی کا خاصہ ہے۔ اور اس کے سوا کسی کو حاصل نہیں باقی اس آیت میں پانچ کی تخصیص محض سوال کی بنا پر ہے۔ کیونکہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے آپ سے آکر یہ سوال کیا۔

تھا کہ یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی۔؟ بارش کب ہوگی۔ میری
بیوی لڑکا جنے گی یا لڑکی۔ میں کل کیا کروں گا۔ اور میں کہاں مروں گا۔ تو
اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

فالذی ینبغی ان یعلم ان کل غیب لا یعلمہ الا اللہ عز وجل ولیس المغیبات محصورۃ بہذہ الخمس وانما خصت بالذکر لوقوع السؤال عنہا او لانہا کثیرا ما تشتاق النفوس الی العلم بہا۔ (روح المعانی ص ۱۱۲ ج ۲۱)

اور یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ہر غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور مغیبات ان پانچ ہی میں محصور نہیں ہیں اور خصوصیت سے ان پانچوں کا ذکر محض اسلئے ہے کہ انہیں چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا یا اسلئے کہ اکثر لوگوں میں ان چیزوں کو معلوم کرنے کا اشتیاق ہوتا ہے۔

اور مولانا قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولیست خزائن الغیب منحصرۃ فی الخمس المذکورۃ بل کل ما لم یوجد او لم یظہر۔ (تفسیر مظہری ص ۲۷۴ ج ۷)

اور خزائن غیب ان مذکورہ پانچ امور میں منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ چیز جو ابھی تک وجود اور ظہور میں نہیں آئی۔ وہ بھی ان خزائن غیب میں شامل ہے جنکو سوائے

خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ساتویں آیت

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورہ سجدہ ع ۲)

سو کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان نیک بندوں کا ذکر فرمایا ہے جو اسکی آیتیں سنکر اس کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہتے اور اسکی تسبیح و تقدیس اور تعظیم و عبادت میں مصروف رہتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ایسے مومنین کے لئے ان کے اعمال حسنہ کی پاداش میں جو نعمتیں اور راحتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کا اللہ کے سوا کسی نفس اور جان کو علم نہیں نہ کسی پیغمبر اور فرشتے کو اور نہ ہی کسی ولی اور صالح کو چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے اس آیت کی تفسیر اس طرح منقول ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:۔

یقول اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے بطور

ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر ذخرا من بله ما اطلعتم عليه ثم قرأ فلا تعلم نفس الآية

(صحیح بخاری جلد دوم ص [illegible])

ذخیرہ وہ کچھ تیار کر رکھا ہے۔ جسے (آج تک) کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کے کان نے سنا۔ اور نہ ہی کسی فرد بشر کے خیال میں اس کا تصور آیا۔ اور یہ جنت کی) ان نعمتوں کے علاوہ ہیں جنکی (قرآن وحدیث کے ذریعے) تم کو پہلے سے اطلاع ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں

انه مكتوب في التوراة لقد اعد الله للذين تتجافى جنوبهم عن المضاجع ما لم تر عين ولم تسمع اذن ولم يخطر على قلب بشر ولا يعلمه نبي مرسل ولا ملك مقرب قال ونحن نقرأها فلا تعلم الخ

مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۴۱۲

کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جن کے پہلو (عبادت الٰہی کی وجہ سے) ان کے بستروں سے الگ رہتے ہیں وہ کچھ تیار کیا ہوا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔ اور نہ اسے کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ اور قرآن میں بھی ہم یہ مضمون پڑھتے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت ابن مسعود رض نے آیت کا مفہوم نہایت وضاحت سے

مفسر قرطبی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

والمعنی المراد انہ اخبر تعالیٰ بما لھم من النعیم الذی لم تعلمہ نفس و لابشر ولاملک (تفسیر قرطبی صفحہ ۱۰۴ ج ۱۴)	اور مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان نعمتوں کی خبر دی ہے۔ جوان کے لئے تیار ہیں اور جن کو کوئی نہیں جانتا نہ کوئی انسان اور نہ کوئی فرشتہ

اس آیت اور محولہ بالا عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے لئے جو نعمتیں خزانہ غیب میں محفوظ کر رکھی ہیں ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں حتیٰ کہ اللہ کے مقرب فرشتے اور اس کے برگزیدہ رسولوں اور پیغمبروں کو بھی اس کا علم نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ علام الغیوب صرف اللہ ہی ہے اور جمیع ماکان ومایکون کا علم اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کے سوا کلی غیب جاننے والا اور کوئی نہیں۔

آٹھویں آیت

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (مدثر ع ۱)	اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ (دوزخ) صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

کہ جہنم کے دربان انیس فرشتے ہونگے اس پر ابوجہل اور اس کے احمق ساتھیوں نے ازروئے تمسخر کہا کہ انیس کا مقابلہ تو مشکل نہیں۔ تو اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جہنم کے خازن کوئی آدمی تھوڑے ہیں جن کا مقابلہ تم کر سکوگے۔ وہ تو فرشتے ہیں اور فرشتے بھی بڑے سخت طاقتور اور ہیبتناک اور پھر یہ انیس تو صرف جہنم کے خازن ہیں بعد مجرموں کو عذاب دینے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان انیس کے ماتحت فرشتوں کے جو بیشمار لشکر مقرر کئے ہوئے ہیں۔ وہ اسقدر زیادہ ہیں۔ کہ ان کی گنتی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

اس آیت میں نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ عذاب کے فرشتوں کی گنتی کا علم غیر خدا سے منتفی کیا گیا ہے۔ فرشتوں کی گنتی بھی چونکہ ما کان و ما یکون میں داخل ہے۔ اسلئے اللہ کے سوا جمیع ما کان و ما یکون کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اور اس کے سوا کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔ اس آیت کے تحت مفسرین کرام کے اقوال ملاحظہ ہوں مفسر قرطبی فرماتے ہیں۔

ای ما یدری عدد الملائکۃ	آیت کا مطلب یہ ہے کہ انیس
ربک الذین خلقھم لتعذیب	تو جہنم کے خازن ہیں اور فرشتوں
اھل النار الا ھو ای الا	کے بہت سے لشکر ان کے معاون
اللہ جل ثناءہ وھذا جواب	اور مددگار ہیں جنکو اللہ تعالےٰ
لابی جہل حین قال اما لمحمد	نے دوزخیوں کو عذاب دینے

مِنَ الجنود الا تسعة عشر (قرطبی ص۸۳ ج ۱۹)

کیلئے پیدا کیا ہے اکی ذات بے مثال تیرے سوا کوئی نہیں جانتا

یہ ابوجہل کی اس بات کا جواب ہے۔ کہ کیا محمد کے بس انیس ہی سپاہی ہیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ای ما یعلم عددھم و کثرتھم الا ھو تعالیٰ

یعنی ان کی تعداد اور ان کی کثیر گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

(تفسیر ابن کثیر ص۴۴۴ ج ۴)

امام بغوی اور علامہ خازن فرماتے ہیں۔

والمعنی ان الخزنة تسعة عشر ولهم اعوان و جنود من الملائکة لا یعلم عددهم الا الله تعالیٰ خلقهم التعذیب اهل النار (معالم و خازن ص۱۶۴ ج ۷)

مطلب یہ کہ انیس تو جہنم کے خازن ہیں، اور فرشتوں کے بہت سے لشکر ان کے مددگار اور مددگار ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کو عذاب دینے کے لئے پیدا کئے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فخر المفسرین امام رازی فرماتے ہیں۔

فهب ان هؤلاء تسعة عشر

بے شک جہنم کے خازن تو انیس ہی ہیں

اَلَّا اِنَّ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ مِنَ الْاَعْوَانِ وَالْجُنُوْدِ مَالَا یَعْلَمُ عَدَدَھُمْ اِلَّا اللّٰہُ
(تفسیر کبیر ص۳۶۳ ج ۸)

لیکن ان میں سے ہر ایک کے معاون اور لشکر اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا شمار اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

علامہ ابو السعود رقمطراز ہیں۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اَیْ جُمُوْعَ خَلْقِہِ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِھَا الْمَلَآئِکَۃُ الْمَذْکُوْرُوْنَ اِلَّا ھُوَ۔
(ابو السعود ص۳۶۳ ج ۸ برحاشیہ کبیر)

تیرے پروردگار کے لشکروں یعنی اسکی مخلوق کے تمام گروہوں کو جن کے ملائکۃ العذاب بھی ہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یہ آیت اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔ لیکن ہم نے مفسرین کرام کی تصریحات اسلئے نقل کر دی ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ آیت کا مطلب جو اول نظر میں مفہوم و متبادر ہو رہا ہے۔ وہی مراد و مطلوب ہے۔ اور اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں اسلئے یہ آیت بھی اس پر نص صریح ہے کہ کلی اور تفصیلی علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم خاصۂ خداوندی ہے اور اسمیں کوئی اسکا شریک نہیں۔

نویں آیت

اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَکْمَامِھَا

قیامت کا علم خدا ہی کی طرف پھیرا جا سکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ (حٰمٓ سجدہ ع ۶)
سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اسی کے علم سے ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم اور وسعت معلومات کا ایک عجیب انداز سے ذکر فرمایا ہے۔ آیت کے پہلے حصہ میں تو یہ فرمایا کہ قیامت قائم ہونے اور نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا معین وقت صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور دوسرے حصے میں فرمایا۔ کہ اس عالم کون وفساد میں صبح وشام واقع ہونے والے تمام حوادث اور حیوانات ونباتات میں رونما ہونے والے تمام انقلابات کا تفصیلی اور محیط علم بھی اسی ہی کو ہے۔ آیت میں ظرف (الیہ) کو اس کے عامل (یُرَدُّ) پر مقدم کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کا اصل مقام اس کے عامل کے بعد ہے۔ یہ تقدیم افادہ حصر کے لئے ہے۔ یعنی یہ اسلئے کیا گیا ہے تاکہ آیت سے یہ مفہوم ظاہر ہو کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اور اس کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حصر آیت کے صرف پہلے حصے ہی میں ہے۔ دوسرے میں نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی آیت کے ایک حصہ میں کلمہ حصر ہو۔ اور باقی حصوں میں نہ ہو۔ تو باقی حصے بھی حصر پر محمول ہونگے، چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

وھذہ الکلمۃ تفید الحصر
اور یہ کلمہ حصر کا فائدہ دیتا ہے مطلب

اى لايعلم وقت الساعة
بعينه الا الله وكما ان
هذا العلم ليس الا عند
الله فكذلك العلم بحدوث
الحوادث المستقبلة فى
اوقاتها المعينة ليس الا
عند الله سبحانه وتعالى
ثم ذكر من امثلة هذا الباب
مثالين (تفسیر کبیر صفحہ ۳۸ ج ۷)

یہ کہ قیامت کے معین وقت کو
اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جس
طرح یہ (قیامت ،،) کا علم صرف
اللہ کو ہے - اسی طرح باقی آئندہ
حوادث کے اپنے اپنے اوقات
معینہ میں واقع ہونے کا علم بھی
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں
پھر حوادث مستقبلہ کی دو مثالیں
بیان فرمائی ہیں (اول بھادوں کا
اپنے خول سے نکلنا دوم مادہ کا حاملہ ہونا اور بچہ جننا۔

عمدۃ المفسرین امام ابن کثیر اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں۔

اى لا يعلم ذالك احد سواه
كما قال محمد صلى الله عليه
وسلم وهو سيد البشر لجبريل
عليه الصلوٰة والسلام
وهو من سادات الملائكة
حين سأله عن الساعة
فقال ما المسئول عنها باعلم
من السائل (تفسیر ابن کثیر ج ۳)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کا
علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں جیسا
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے سید البشر ہونے کے باوجود جبرئیل
سے فرمایا تھا حالانکہ وہ اونچے
درجے کے فرشتوں میں سے تھے
جب انہوں نے آپ سے قیامت
کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو

آپ نے فرمایا جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا (یعنی نہ جانے میں دونوں برابر ہیں)

علامہ خازن فرماتے ہیں :-

یعنی اذا سألک عنها سائل قیل له لا یعلم وقت قیام الساعة الا اللہ تعالیٰ و لا سبیل للخلق الی معرفة ذالک (تفسیر خازن ص۹۶ ج۲)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ سوال کرے کہ قیامت کب آئے گی تو اس کو یہ جواب دیا جائے گا کہ قیامت قائم ہونے کے معین وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی مخلوق کے لئے اس کے علم کا حصول ممکن ہے۔

اور علامہ ابن صفی حنفی لکھتے ہیں۔

الیه یرد علم الساعة ما یعلمها الا اللہ۔ (جامع البیان ص۴۱۲)

قیامت کا علم اسی کے حوالے کیا جائے کیونکہ اس کے معین وقت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حاصل یہ کہ قیامت قائم ہونے کا معین وقت، اور اسی طرح دنیا میں واقع ہونے والے تمام آئندہ حوادث کے اوقات معینہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسلئے ان کے زمین آسمان کے تمام غیوب اور ماکان و مایکون کے جمیع علوم صرف اللہ ہی کے پاس ہیں

اور انہیں اسکی ساری مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں

دسویں آیت

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ط (سورہ زخرف ع ۷)

اور قیامت کی خبر بھی اسی کو ہے اور تم سب اس کے پاس واپس جاؤ گے۔

اس آیت میں بھی حصر کے ساتھ قیامت کو اللہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے کیونکہ اس خبر کو مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مفتی بغداد علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

فی تقدیم الخبر اشارۃ الی استئثارہٖ تعالیٰ بعلم ذالک (روح المعانی عشا ج ۲۵)

اور خبر کو (مبتدا پر) مقدم کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا (یعنی قیامت کا) علم اپنے ساتھ مخصوص فرما لیا ہے۔

اور علامہ ابن صفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وعندہ لا عند غیرہٖ علم الساعۃ (جامع البیان صفحہ ۲۲۳ لم)

اور قیامت کا علم اسی کے پاس ہے اور اس کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

علامہ عماد الدین ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں راقم ہیں۔

وعندہ علم الساعۃ ای لا یجلیہا لوقتہا الا ہو (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۶ ج ۴)

اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم یعنی قیامت کو اس کے معین

وقت میں وہی ظاہر کرے گا۔

گیارھویں آیت

حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ○ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا (جن ع ۲)

یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس وقت جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے کہہ دیجئے۔ مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آیا ہے وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے۔

اس آیت میں ما یُوعَدُون سے قیامت کا دن یا بدر کے میدان میں قتل و شکست کے ذریعے) اللہ کا عذاب مراد ہے۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں۔ کہ جب پہلی آیت نازل ہوئی۔ تو نضر بن حارث نامی کافر نے کہا۔ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ تو اس پر یہ دوسری آیت نازل ہوئی چنانچہ آخر میں فرماتے ہیں۔

والمعنی ان وقوعه متیقن اما وقت وقوعه فغیر معلوم (تفسیر کبیر ص ۳۲۶ ج ۸)

مطلب یہ ہے۔ کہ اس وعدے کا وقوع تو یقینی ہے (اور ایسا ہو کر رہے گا) اس کے وقوع کا معین وقت تو وہ (اللہ کے سوا کسی کو) معلوم نہیں۔

امام بغوی اور علامہ خازن لکھتے ہیں۔

یعنی ان علم وقت العذاب غیب لا یعلمہ الا اللہ عز وجل (معالم وخازن واللفظ لہ صـــ۱۳۶ ج ۷)

مطلب یہ ہے کہ عذاب کے وقت کا علم غیب میں داخل جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

یقول اللہ تعالیٰ آمرا رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول للناس انہ لا علم لہ بوقت الساعۃ ولا یدری اقریب وقتہا ام بعید (ابن کثیر صـــ۳۳۲ ج ۴)

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں سے (انکے مذکورہ سوال کے جواب میں) کہہ دیں کہ قیامت قائم ہونے کا معین وقت مجھے معلوم نہیں اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ نزدیک ہے یا دور۔

علامہ ابو السعود حنفی فرماتے ہیں۔

قل انہ کائن لا محالۃ واما وقتہ فما ادری متی یکون (ابو السعود ج ۸ صـــ۳۳۹)

آپ (مشرکین کے جواب) میں کہہ دیں کہ وہ وعدہ لامحالہ پورا ہو کر رہے گا۔ رہا اس کا وقت معین تو یہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کب آئے گا۔

یہ آیت اگرچہ خود صریح الدلالت ہے۔ اور علی الاعلان ثابت کرتی ہے کہ ما یوعدون (قیامت یا عذاب) کے وقت معین کا علم آں حضرت نبی اکرم

کو حاصل نہیں تھا۔ لیکن ہم نے فریق ثانی کی مزید تشفی کے لئے مفسرین کرام
کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ مفسرین حضرات نے
بھی اس آیت سے وہی مفہوم سمجھا ہے۔ جو اس سے متبادر ہے۔ اور اس
آیت میں کسی نے بھی ذاتی عطائی کی کوئی بحث نہیں چھیڑی۔

ایک سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ
حضور علیہ السلام نے قیامت کا قرب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بعثت
انا والساعۃ کہاتین یعنی میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا
قرب ہے۔ جتنا کہ شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان ہے۔
اس حدیث میں تو آپ قیامت کا قرب صاف بیان فرما رہے ہیں۔ لیکن
آیت میں اسکی صاف نفی ہے کہ میں نہیں جانتا۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ
کیا جاتا ہے یعنی قیامت دور ہے یا نزدیک تو بظاہر اس آیت اور حدیث
میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حدیث میں جس قرب کا بیان
ہے۔ وہ اور چیز ہے۔ اور آیت میں جس قرب کی نفی ہے وہ اور چیز ہے۔
حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی عمر جس قدر باقی ہے۔ وہ اس مدت سے
کم ہے۔ جو گذر چکی ہے۔ اس لحاظ سے قیامت کا وقوع قریب ہے۔ اور
آیت میں اس بات کی نفی ہے۔ کہ اس قرب کی مقدار معلوم نہیں۔ کہ وہ
کتنے سال ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں

المراد بقرب وقوعہ وان قیامت کے قریب الوقوع ہونے کا

ما بقی من الدنیا اقل مما انقضی فہذا القدر من القرب معلوم واما معرفۃ المقدار القریب وعدم ذالک فغیر معلوم (تفسیر کبیر ص ۳۲۹ ج ۸)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی باقی ماندہ عمر اس سے کم ہے جو گذر چکی ہے اسلئے قرب کا یہ اندازہ تو معلوم ہے رہی قرب کی صحیح مقدار کہ وہ کیا ہے۔ تو وہ معلوم نہیں۔

بارہویں آیت

وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل ع ۱۰)

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے

صحیح روایتوں میں وارد ہے۔ کہ کافروں نے بطور امتحان آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ روح کی حقیقت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور اس کے سوا روح کو کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو علم عطا فرمایا ہے۔ وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ ماکان وما یکون کا کلی اور تفصیلی علم اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔

علامہ خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

والاولی الاقاویل ان یوکل علمہ الی اللہ عزوجل وھو قول اہل السنۃ قال عبد اللہ بن بریدۃ ان اللہ لم یطلع

اور تمام اقوال میں سے بہترین قول یہ ہے کہ روح کا علم خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جائے اور یہی اہل سنت کا مسلک ہے،

ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً بدلیل قوله تعالیٰ قل الروح من امر ربی الذی استأثر به (خازن صـ ۱۳۵ ج ۴)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت روح کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتے کو دی ہے اور نہ کسی برگزیدہ نبی کو اور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے، قل الروح من امر ربی یعنی روح کا علم اللہ تعالیٰ کے اس علم سے ہے جسے اس نے اپنی ذات کیلئے خاص کر لیا ہے

اور علامہ ابن صفی حنفی فرماتے ہیں۔

قل الروح من امر ربی مما استأثر بعلمه (جامع البیان صـ ۲۵)

روح میرے رب کے امر سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ روح ان چیزوں میں سے ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

اور علامہ ابوالسعود حنفی راقم ہیں۔

ای هو من جنس ما استأثر الله بعلمه من الاسرار الخفیة تفسیر ابوالسعود صـ ۶۳۵ ج ۵

یعنی روح ان پوشیدہ اسرار میں سے ایک ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں

ای من شانه ومما استأثر بعلمه دونکم (ابن کثیر صـ ۶۱ ج ۳)

یعنی روح اللہ کے فعل سے ہے، وہ ان امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور تم کو نہیں دیا۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صحابہ، اقوال ائمہ
اور تصریحات مفسرین سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ کہ زمین و آسمان
کے تمام غیوب کا کامل، کلی اور تفصیلی علم صرف اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔ اور اس
کے سوا کسی کو نہیں ہاں اگر اللہ چاہے۔ تو کسی اپنے برگزیدہ بندہ کو بعض
جزئیات کا علم عطا فرمادے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں کو بعض غیر
سے مطلع فرمایا۔ اور خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ علم
عطا کیا مگر پھر بھی وہ علم جزئی تھا۔ نہ کہ کلی اور تفصیلی۔ چونکہ استقصار
مقصود نہیں اسلئے سردست انہیں آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دوسرا باب

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جسے اس نے
نور سے پیدا کیا۔ یعنی فرشتے جو گناہوں کی آلائش اور عصیان کے شائبہ
سے بھی پاک اور محفوظ ہیں۔ اور ہر وقت اللہ کی عبادت اور اسکی اطاعت
میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ بھی غیب نہیں جانتے۔ حتیٰ کہ حضرت جبریل
علیہ السلام جو سید الملائکہ (تمام فرشتوں کے سردار) ہیں۔ وہ بھی غیب نہیں
جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسکی صراحت فرمائی ہے

پہلی آیت قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ — فرشتوں نے کہا کہ تو زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اس میں

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۚ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ ع ۴)

فساد اور خونریزی کریں گے۔ اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ تم نہیں جانتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالے نے فرشتوں کو خطاب کرکے صاف اعلان فرما دیا ہے۔ کہ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ فرشتوں کو غیب نہیں تھا۔ کیونکہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو انہیں سب کچھ معلوم ہوتا۔ اور جن پوشیدہ حکمتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ وہ بھی ان کو معلوم ہوتیں۔ تو وہ اپنی اس رائے کا اظہار کبھی نہ کرتے جس کا اظہار انہوں نے لاعلمی کی وجہ سے کیا تھا۔ مفسرین کی تفسیر عبارات ملاحظہ ہوں۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں۔

انی اعلم من الحکم فی ذلک ما هو خفی علیکم (مدارک ص۲۲ جلد ۱)

یعنی میں ان کو جانتا ہوں۔

یعنی آدم کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں۔ وہ تم سے پوشیدہ ہیں اور تم ان کو نہیں جانتے۔

علامہ ابن کثیر فرشتوں کے سوال کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وانما هو سؤال استعلام واستکشاف عن الحکمة

فرشتوں کا سوال آدم کو پیدا کرنے کی حکمت معلوم کرنے کی غرض سے

فی ذالک یقولون یا ربنا ما الحکمة فی خلق ھؤلاء مع ان منھم من یفسد فی الارض ویسفک الدماء (ابن کثیر ص۶۹ ج ۱)

تھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اے اللہ انسانوں کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے حالانکہ ان میں بعض ایسے بھی ہونگے جو زمین میں فساد اور خونریزی بھی کریں گے۔

امام محی السنہ بغوی فرماتے ہیں۔

ای کما فعل بنو الجان فقاسوا الشاھد علی الغائب والا فھم ما کانوا یعلمون الغیب (معالم برحاشیہ خازن ص۳۸ ج ۱)

یعنی بنی آدم بھی اسی طرح فساد اور خونریزی کرینگے۔ جس طرح جنوں نے کی تھی۔ تو انہوں نے یہ بات انسانوں کو جنوں پر قیاس کر کے کہی تھی۔ ورنہ وہ غیب تو نہیں جانتے تھے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

ای اعلم من الحکم فی ذالک ما استتر عنکم (روح المعانی ص۲۲۳ ج ۱)

یعنی میں پیدائش آدم کی وہ تمام حکمتیں جانتا ہوں جن سے تم بالکل بے بہرہ ہو۔

جب حضرت آدم کے سامنے فرشتوں سے چیزوں کے نام پوچھے گئے تو انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی کا اقرار کر لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

دوسری آیت قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

فرشتوں نے عرض کیا۔ تو پاک ہے ہم کو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہم کو عطا کیا۔ بیشک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ اے اللہ! ہمیں ان چیزوں کے ناموں کا علم نہیں۔ کیونکہ ہمیں تو صرف وہی چیزیں معلوم ہو سکتی ہیں جن کا تو نے ہمیں علم عطا فرمایا ہے اور ان چیزوں کے ناموں کا علم تو نے ہم کو نہیں دیا۔

مفسر قرطبی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں۔

ای تنزیہا لک عن ان یعلم الغیب احد سواک۔ (قرطبی ۲۸۶ ج ۱)

یعنی اے اللہ! تو اس (عیب) سے پاک ہے کہ تیرے سوا کوئی اور بھی غیب جانتا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں

المقصود انما قالوا ذالک علی وجہ الاعتراف بالعجز والتسلیم بانہم لا یعلمون ما سئلوا عنہ (کبیر ص۲۲۳ ج۱)

فرشتوں نے اعتراف عجز کے طور پر یہ کہا تھا۔ اور یہ تسلیم کر لیا کہ جس چیز کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا تھا اس کی حقیقت وہ نہیں جانتے تھے۔

اور اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تحت علامہ قرطبی فرماتے ہیں

دلیل علی ان احدا لا یعلم من الغیب الا ما اعلمہ اللہ کالانبیاء الخ (قرطبی صفحہ ۲۹ ج ۱)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی غیب کی کوئی بات نہیں جانتا۔ مگر اللہ کے بتانے سے جیسے انبیاء علیہم السلام

تو معلوم ہوا کہ نوری فرشتے بھی غیب نہیں جانتے۔ ان کا علم بھی اللہ کے بتانے کی حد تک ہی محدود ہے۔ ذیل میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ جو اس بات کی قطعی دلیل ہے۔ کہ فرشتوں کو کوئی غیب نہیں ہے۔

واقعہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے اُن کے پاس فرشتے بھیجے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ جب فرشتے انسانی شکل میں ان کے پاس پہنچے۔ تو وہ سمجھے کہ میرے گھر میں مہمان آگئے ہیں۔ چنانچہ فوراً اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ اور ایک بچھڑا ذبح کر کے اور بھون کر لے آئے۔ اور فرشتوں کے سامنے رکھ دیا۔ لیکن انہوں نے کھانے کے لئے اسکی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطرہ لاحق ہوا۔ کہ کہیں یہ لوگ ڈاکو نہ ہوں۔ کیونکہ اس زمانے کا دستور تھا۔ کہ جس گھر ڈاکہ ڈالنا ہوتا۔ اس گھر کی روٹی نہیں کھاتے تھے۔ یہ واقعہ قرآن مجید میں کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ مثلاً سورہ ہود رکوع ۷ اور سورۃ ذاریات رکوع ۲۔ اس واقعہ سے جس طرح یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ فرشتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ سمجھا۔ کہ یہ آدمی ہیں اسلئے فوراً ان کے لئے کھانا

تیار کر کے لے آئے۔ اسی طرح فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُٹھ کر کہاں جا رہے ہیں۔ اگر انھیں معلوم ہو جاتا۔ کہ وہ ہمیں آدمی سمجھ کر ہمارے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ تو وہ یقیناً انھیں روک دیتے۔ اور بعد میں اپنا آپ ظاہر کرنے کی بجائے پہلے ہی انھیں بتا دیتے۔ کہ وہ آدمی نہیں ہیں۔ بلکہ فرشتے ہیں اسلئے آپ کھانا تیار کرنے کی تکلیف نہ فرمائیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

ای ذھب الیھم علی خفیۃ من ضیفہ (روح المعانی ج ۱۲ ص ۲۸)

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں سے چھپ کر گھر گئے تھے۔ تاکہ انھیں معلوم نہ ہو جائے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

اور یہ فرشتے بھی کوئی معمولی نہ تھے۔ بلکہ تمام فرشتوں کے سردار سب سے افضل تھے چنانچہ منقول ہے۔ کہ یہ خوشخبری لانے والے تین فرشتے تھے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل چنانچہ امام ابن جریر فرماتے ہیں۔

کانوا جبریل وملکین آخرین وقیل ان الملکین الآخرین کانا میکائیل واسرافیل (ابن جریر ص ۳۹/۱۲)

وہ فرشتے جبرئیل اور اُن کے ساتھ دو اور تھے۔ بعض کا قول ہے کہ جبرئیل کے ساتھ اور دو فرشتے میکائیل اور اسرافیل تھے۔

مفسر قرطبی رقمطراز ہیں۔

قد نقل المفسرون ان

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ وہ فرشتے تین

الملائکۃ کانوا ثلاثۃ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل صلے اللہ علیہم وسلم (قرطبی ص ۶۵ ج ۹) تھے۔ یعنی حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل صلی اللہ علیہم وسلم

تو مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا۔ کہ تمام فرشتوں میں جو سب سے افضل اور اشرف ہیں اور جنھیں اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی حاصل ہے۔ وہ بھی غیب نہیں جانتے۔ عام فرشتوں کا تو ذکر ہی چھوڑئیے۔ پہلے باب میں جو چھٹی آیت کے تحت گذر چکا ہے۔ کہ من فی السمٰوات سے فرشتے مراد ہیں۔ یعنی جس طرح زمین میں رہنے والے جن و بشر غیب نہیں جانتے۔ اسی طرح آسمانوں میں رہنے والے فرشتے بھی غیب نہیں جانتے۔

تیسرا باب

اللہ تعالیٰ نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک لاکھ سے زائد پیغمبر بھیجے جنہیں اپنی وحی سے سرفراز فرمایا۔ اور انھیں باقی تمام انسانوں سے علم و دانش میں، عقل و فہم میں، حکمت و فراست میں اور دیگر تمام کمالات میں بے مثل اور یگانہ بنایا۔ اللہ کی ساری کائنات میں خدا کے پیغمبروں سے نہ کوئی فضیلت اور بزرگی میں بڑھ کر ہے۔ اور نہ ہی علم و حکمت میں، پھر تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو دین کا سارا اور کلی

علم اور اس کے علاوہ حسب ضرورت بعض تکوینی امور کا علم بھی عطا فرمایا۔ مگر ان کو علم محیط کل نہیں۔ کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر کو بھی عطا نہیں فرمائی۔ ذیل میں قرآن مجید کی وہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام غیب دان نہیں تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور علم غیب

حضرت آدم علیہ السلام تمام نوع انسانی کی اصل اور سب کے باپ ہیں جس طرح آپ سب سے پہلے انسان ہیں۔ اسی طرح آپ سب سے پہلے پیغمبر بھی ہیں۔ ان کی بالکل ابتدائی زندگی کا ایک واقعہ بحوالہ قرآن عزیز پیش کیا جاتا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ وہ ابوالبشر اور خدا کے جلیل پیغمبر عالم الغیب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو پیدا کر کے مع اہلیہ محترمہ جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ تو شیطان جو پہلے ہی سے آپ کا دشمن بن چکا تھا۔ کیونکہ اسی آدم کو سجدہ سے انکار کر کے مردود ہوا تھا۔ اب مزید آتش حسد میں جلنے لگا۔ اور انھیں جنت سے نکلوانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ چنانچہ اس نے حضرت آدم کو کسی چیز کی بابت سے ورغلانے کی کوشش شروع کردی۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو کس طرح ورغلایا۔ اور اس کی کس بات سے وہ شجرہ ممنوعہ کو استعمال کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اس کا جواب قرآن سے سنئیے۔

قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (اعراف ع ۲)

کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ۔ یا کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا

اندازہ کیجیے کہ شیطان نے صریح غلط بیانی اور کذب تراشی سے کام لیتے ہوئے حضرت آدم کو ثمرۂ ممنوعہ کھانے پر آمادہ کر لیا ان کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر اور اپنی پر فریب باتوں سے انہیں اپنی سچائی اور خیر خواہی کا یقین دلا دیا۔ اور وہ اسی کے فریب میں آ گئے۔ اگر وہ عالم الغیب ہوتے۔ تو اس کی چال کو جان جاتے اور اس کے ورغلانے میں نہ آتے۔ اس آیت کے تحت امام بغوی فرماتے ہیں۔

قال قتادة حلف لهما بالله حتى خدعهما وقد يخدع المؤمن بالله فقال اني خلقت قبلكما وانا اعلم منكما فاتبعاني

قتادہ نے کہا۔ کہ اس نے اللہ کے نام کی قسم کھا کر انہیں فریب دے لیا اور مومن اللہ کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں تم سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔ اس لیے

ارشدکما وابلیس اول من حلف باللّٰہ کاذباً فلما حلف ظن آدم ان احداً لا یحلف باللّٰہ الا صادقاً فاغتربہ (معالم التنزیل ص ۱۷۹ ج ۳ بر حاشیہ خازن)

تم سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔ تم میری بات مان لو۔ میں تمہیں ٹھیک بات بتاؤں گا۔ اور شیطان سب سے پہلا شخص ہے جس نے جھوٹی قسم کھائی۔ جب اس نے قسم کھائی تو حضرت آدم نے سمجھا کہ خدا کے نام کی جھوٹی قسم کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسلئے وہ اس کی قسم سے دھوکہ میں آ گئے۔

واقعہ کے اس پہلو کو قرآن مجید میں ایک جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے

وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ ع ۶)

اور اس سے پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے۔ سو ان سے غفلت ہو گئی۔ اور ہم نے ان میں پختہ ارادہ نہیں پایا۔

اس آیت کے تحت مفسر نسفی لکھتے ہیں۔

فنسی العہد ای النہی (مدارک ص ۵۲ ج ۲)

حضرت آدم اس عہد کو بھول گئے۔ یعنی وہ نہی جس کے ذریعے انہیں اس درخت سے روکا گیا تھا۔ وہ انہیں یاد نہ رہی۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

قال ابن زید نسی ما

ابن زید کہتے ہیں۔ کہ حضرت آدم

عهد الله الیه فی ذالک (قرطبی ص۲۵۱ ج ۱) — کو اس بارے میں اللہ نے جو حکم دیا تھا، اسے بھول گئے

علامہ آلوسی رقمطراز ہیں۔

فنسی العهد ولم یهتم به ولم یشتغل بحفظه حتی غفل عنه (روح المعانی ص۲۶۹ ج ۱) — وہ عہد کو بھول گئے۔ اور اس کا اہتمام نہ کیا اور اسے یاد رکھنے میں مصروف نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ عہد ذہن سے اُتر گیا۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام اس حکم کو بھول گئے۔ اور شیطان کی باتوں میں آگئے۔ کیا عالم الغیب پر نسیان طاری ہو سکتا ہے۔ حاشا وکلا! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے بھی صفائی دیدی۔ کہ انہوں نے عزم و ارادہ سے حکم خداوندی کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ نسیان کی وجہ سے ہوا جو کچھ ہوا۔ [1]

حضرت نوح علیہ السلام اور علم غیب

حضرت نوح علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ دنیا میں سب سے پہلا پیغمبر جسے مشرکین کی طرف مبعوث کیا گیا۔ وہ آپ ہی تھے۔ آپ نے ساڑھے نو سو سال توحید باری تعالےٰ کا وعظ فرمایا۔ اور توحید کی خاطر بے پناہ تکلیفیں برداشت کیں۔ مگر جلالت قدر اور ان خدمات جلیلہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کل غیب انہیں کبھی عطا نہیں فرمایا تھا جیسا کہ قرآنی تصریحات سے واضح

[1] ضمیمہ ص — پر ملاحظہ ہو۔

ہوتا ہے حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال کی دن رات کی تبلیغ و تعلیم کے بعد خاطر خواہ نتیجہ نہ پا کر اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے استدعا کی۔ کہ ان سب کو ہلاک کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ ایمان نہیں لائینگے۔ اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگی۔ وہ بھی کافر اور مشرک ہوگی حضرت نوح علیہ السلام کا اپنا بیٹا بھی مشرک تھا۔ جب اللہ کا عذاب ایک بے پناہ طوفان آب کی صورت میں رونما ہوا۔ تو دوسرے مشرکین کے ساتھ پسر نوح بھی ڈوبنے لگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرط محبت سے اسے آواز دی۔ اور کہا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ ورنہ اس طوفان سے نہیں بچ سکو گے۔ وہ چونکہ مشرک تھا۔ اسلئے وہ بھی دوسروں کے ساتھ غرق ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ کہ اے اللہ تو نے مجھ سے میرے اہل کو بچا لینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر میرا بیٹا جو میرے اہل سے ہے۔ وہ غرق ہو رہا ہے۔ اسے بچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حسب ذیل جواب دیا۔

يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (ر ع ۴)

اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بے شک وہ بد عمل شخص ہے۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرے جس کا تمہیں علم نہ ہو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم نادانوں میں سے نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو منع فرما دیا۔ کہ جس چیز کا ان کو علم نہیں۔ اس کے بارے میں وہ سوال مت کریں۔ حضرت نوح علیہ کا سوال چونکہ نامناسب تھا۔ اسلئے اللہ کی طرف سے عتاب نازل ہوا چنانچہ اگلی آیت میں انہوں نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگ لی۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ میرا یہ سوال مناسب نہیں۔ اور اس پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوگا۔ تو وہ کبھی ایسا سوال نہ کرتے اسی طرح اگر انہیں پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ ان کا بیٹا بچایا نہیں جائے گا وہ ضرور غرق کر دیا جائے گا۔ تو وہ اس مشرک کو اپنی کشتی کی طرف بھی نہ بلاتے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام ہر آن ہر حال میں عالم الغیب تو درکنار انہیں ان امور کا بھی کلی علم نہیں تھا جن کا تعلق ان کی ذات سے تھا۔

بعض حضرات اس طرف گئے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا مجاہر کافر نہیں تھا بلکہ منافق تھا۔ جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں:

وکان ابن نوح منهم — اور پسر نوح منافقین میں سے تھا
...... فعند ذالک اخبر — جب اس کے غرق پر نوح علیہ السلام
الله تعالیٰ بانه منافق — نے سوال کیا تو اس وقت اللہ
وانه لیس من اهله — نے ان کو اطلاع دی کہ وہ منافق
دینه (کبیر ص ج ۵) — ہے اور ان کے دین سے نہیں ہے

اب معاملہ واضح اور صاف ہو گیا کہ اپنا بیٹا جو ہر وقت گھر میں رہتا تھا

اس کے بارے میں بھی ان کو معلوم نہیں تھا کہ وہ منافق ہے۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ وہ منافق ہے۔ تو کبھی اسے کشتی کی طرف نہ بلاتے اور نہ ہی اس کے غرق پر اللہ سے سوال کرتے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

ولم یکن عالماً بکفرہ اذ ذالک لانہ لم یکن مجاہرا بہ والا لم یدع لہ بل لم یعدہ اہلہ ایضا (روح المعانی ج ۱۲)

اور اس وقت تک حضرت نوح علیہ السلام کو اس کے کفر کا علم نہیں تھا کیونکہ وہ علانیہ کافر نہیں تھا۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ وہ کافر ہے تو اسے نہ کشتی کی طرف بلاتے اور نہ اس کے لئے دعا کرتے۔

تو جس کو اپنے گھر کے معاملات کا بھی علم نہ ہو سکا وہ کان ما یکون کا عالم ہو سکتا ہے۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کا وہ اعلان بھی سن لو جو انہوں نے اپنی مشرک قوم کے سامنے کیا تھا۔

وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ (ہود ۳۱)

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

لیجئے حضرت نوح علیہ السلام نے خود ہی صاف اعلان فرما دیا۔ کہ خدا کے خزانے میرے تصرف و اختیار میں ہیں نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں فرشتہ ہوں۔ اس کے تحت علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں

اخبر بذلك لله وتواضعه لِلّٰه عزوجل ... وانه لا يعلم الغيب لان الغيب لا يعلمه الا الله عزوجل (قرطبی ص۲۶، ۲۷ ج ۹)

انہوں نے اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور تواضع کا اظہار کیا اور نیز یہ بتایا کہ وہ غیب نہیں جانتے کیونکہ غیب جاننا تو اللہ کا خاصہ ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

علامہ خازن لکھتے ہیں۔

ولا ادعی علم ما لغیب عنی مما یسرونه فی نفوسهم فسبیلی قبول ایمانهم فی الظاهر ولا یعلم ما فی ضمائرهم اِلّا الله۔ (تفسیر خازن ص۱۸۶ ج ۳)

اور میں یہ بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے میں جانتا ہوں۔ تو میرے لئے یہی ایک صورت ہے۔ کہ ان کے ظاہری اقرار و ایمان کو قبول کر لوں۔ باقی رہیں۔ دل کی باتیں۔ تو انہیں تو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اور امام ابن جریر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولا اعلم ایضا الغیب یعنی ما خفی من سرائر العباد فان ذالک لا یعلمه اِلّا الله فادعی الربوبیة

اور میں غیب بھی نہیں جانتا یعنی بندوں کے دلوں کی پوشیدہ باتیں۔ کیونکہ ان کو تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (اگر ایسا ہو

وان عسو کبرا سے	پھر تو میں خدائی کا دعوی کردوں
عبادا لی (ابن جریر ص ۲۱ ج ۱۲)	اور لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاؤں

حضرت نوح علیہ السلام نے کس صفائی سے اعلان فرما دیا کہ وہ نہ مختار و متصرف ہیں نہ عالم الغیب اور مافوق البشر کوئی مخلوق ہیں اب اس غیر مبہم اعلان کے بعد بھی جو یہ کہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ماکان و مایکون کا علم کلی دیا جاتا ہے۔ صریح بہتان اور افتراء ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

بریلوی استدلال کی حقیقت

بعض بریلوی مولویوں نے حضرت نوح علیہ السلام کے عالم ماکان و مایکون اور عالم مافی الارحام ہونے پر ایک انوکھی دلیل پیش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر عذاب کی بددعا کی تھی اسوقت صاف کہہ دیا تھا کہ اے اللہ اگر تو ان کو زندہ چھوڑ دے گا تو ان کی آئندہ نسلیں بھی بدکار اور فاجر ہونگی۔ تیرا فرمانبردار ان میں کوئی بھی پیدا نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ	اے میرے رب کافروں میں سے
الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ اِنَّكَ	زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ
اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ	اگر تو ان کو روئے زمین پر رہنے دے
وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح ع ۲)	گا۔ تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ

کرد یجئے۔ اور (آگے بھی) ان کے صرف فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی

تو حضرت نوح علیہ السلام نے صاف صاف بتادیا کہ اس قوم کی عورتوں

کے رحموں سے صرف فاجر اور کافر اولاد ہی پیدا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان

کو مافی الارحام (جو کچھ رحم میں ہے) اور مافی غد (جو کچھ آئندہ ہوگا) کا

علم تھا اور وہ غیب داں تھے۔

جواب

پہلے تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جمیع ماکان ومایکون کے عالم

ہوتے ہیں۔ اور ان کو کلی غیب حاصل ہوتا ہے۔ مگر جو دلیل پیش کی گئی

ہے۔ اس کا کلی علم غیب کے ثبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس سے تو

صرف اتنی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی

عورتوں کے بارے میں اس کا علم تھا۔ کہ آئندہ ان کے کافر و فاسق اولاد

پیدا ہوگی۔ لیکن اس سے یہ کس طرح ثابت ہوگیا۔ کہ ان کو تمام گذشتہ حالات

اور قیامت تک کے تمام آئندہ حالات کا بھی علم تھا۔ نیز اس سے یہ کس

طرح ثابت ہوگیا۔ کہ قیامت تک ہونیوالی تمام عورتیں کیا جنیں گی۔ کتنے نر

جنیں گے اور کتنے مادہ اور مادہ جانوروں کے رحموں میں کیا ہے۔ بحر و بر

میں کیا ہے۔ زمین و آسمان میں کیا ہے۔ سمندروں کے پانی کے قطروں اور

جنگلوں کی ریت کے ذروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کیا ہے۔ وغیرہ

کیونکہ یہ سب چیزیں ماکان ومایکون میں شامل ہیں۔ اگر ان سب کا علم نہیں

تھا اور یقیناً نہیں تھا۔ تو کلی غیب کا دعویٰ باطل ہوگیا۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ الفاظ اس وقت کہے تھے۔ جبکہ اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ان کو یقین دلا دیا گیا تھا۔ کہ اب یہ نہیں مانیں گے۔ جن لوگوں نے ماننا تھا۔ وہ مان چکے۔ اسلئے اے نوح تم اس بات کا غم نہ کرو۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ تمہاری تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالے کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ	اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی۔ کہ
لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ	سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ اور
اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا	کوئی شخص تمہاری قوم میں سے ایمان
تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا	نہیں لائے گا۔ سو جو کچھ وہ کر رہے
یَفْعَلُوْنَ ○ (ہود ع ۴)	ہیں۔ تم اس پر غم نہ کرو۔

تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے علم غیب کی بنا پر وہ خبر نہیں دی تھی۔ بلکہ اس بددعا سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بذریعہ وحی اس بات کی اطلاع دیدی تھی۔ علاوہ ازیں بیٹے کی نجات کے لئے دعا کرنے کا واقعہ بددعا سے بعد کا ہے۔ اور اس بعد والے واقعہ سے صراحتہً ان سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔ اس لئے آخری واقعہ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہی حجت اور آخری فیصلہ ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور علم غیب

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء

رسل علیہم السلام سے افضل تھے۔ اور بعض ہیں اللہ تعالیٰ نے مقام خلّت عطا
فرمایا۔ اور بعد میں آنے والے تمام انبیاء کا مقتدا اور امام بنایا۔ کلی علم غیب اور
ماکان و مایکون ان کو بھی عطا نہیں کیا گیا۔ علم غیب کلی اور تفصیلی خاصہ
خداوندی ہے۔ اللہ نے کسی کو اس میں اپنا شریک نہیں بنایا۔ قرآن مجید کی
دو آیتیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی آیت۔ وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۝ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ
(سورہ ہود ع ۷)

اور یقیناً ہمارے فرستادے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور بولے سلام ہو۔ (ابراہیم نے) کہا، تم پر بھی سلام ہو۔ پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب (ابراہیم نے) دیکھا۔ کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو ان سے متوحش ہوئے۔ اور دل میں اُن سے ڈرے۔ وہ بولے ڈریئے نہیں۔ ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے
فرستادوں کو نہیں پہچانا۔ وہ ان کے بارے میں یہی سمجھے۔ کہ وہ آدم زاد
اور بشر ہیں۔ کیونکہ وہ انسانی شکل میں آئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
ان کی ظاہری شکلوں سے یہی سمجھا۔ کہ حقیقت میں بھی یہ انسان ہیں جیسا کہ

فوراً گھر تشریف لے گئے اور ان کے لیے بچھڑا تل کر لے آئے۔ اگر وہ
عالم الغیب اور عالم ماکان وما یکون ہوتے۔ تو وہ فرشتوں کو انسان نہ
سمجھتے اور نہ ہی فوراً ان کے لیے بچھڑا تل کر لے آتے۔ اور اگر کوئی کہے۔
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تو تھا۔ کہ وہ فرشتے ہیں۔ اور کھانا
کھائیں گے بھی نہیں۔ لیکن انہوں نے یہ سب جذبۂ مہمان نوازی کے
تحت کیا۔ تو یہ حضرت خلیل علیہ السلام کی بدترین توہین ہوگی۔ کیونکہ اس
صورت میں یہ ایک فعل عبث ہوگا۔ نیز اس میں تضییع مال ہے۔ اور خدا کے
پیغمبروں سے یہ بات ناممکن ہے۔ کہ وہ معاذ اللہ کسی فعل عبث کا ارتکاب
کریں۔ یا مال و دولت کو ضائع کریں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی۔ کہ جب فرشتوں نے کھانے کی طرف
ہاتھ نہ بڑھایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے رویہ سے دل ہی دل میں
ڈرے کہ مبادا یہ دشمن ہوں اور کسی نقصان پہنچانے کے لئے آئے ہوں
چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

وذالك انهم كانوا
اذا نزل بهم ضيف فلم
يأكل من طعامهم
ظنوا انه لم يأت بخير
وانما جاء بشر
(معالم ص۱۹۷ ج۳)

اور یہ اس لئے کہ اس زمانے کا دستور
تھا۔ کہ جب کسی کے گھر کوئی مہمان
آجاتا۔ اور ان کے گھر کا کھانا نہ
کھاتا۔ تو وہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ
ارادے سے نہیں آیا۔ بلکہ برے
ارادے سے آیا ہے۔

حالاں کہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے لئے آئے تھے۔ نہ کہ کسی بُرے ارادے سے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے کھانا نہ کھایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احساس ہو گیا۔ کہ وہ فرشتے ہیں اور خوف اسبات کا لاحق ہوا۔ کہ کہیں ان کی قوم پر عذاب الٰہی لیکر نہ آئے ہوں۔ بہرحال جو صورت بھی ہو۔ خوف کی وجہ صرف یہی تھی۔ کہ ان کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی۔ جب فرشتوں کے بتانے سے اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ کہ وہ فرشتے ہیں اور وہ اُن کو بیٹے کی خوشخبری دینے اور قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ تو ان کا خوف جاتا رہا اور اب وہ مطمئن ہو گئے۔ علامہ خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

والاقرب ان ابراهیم علیه السلام لم یعرف انهم ملائکة فی اول الامر ویدل علی صحة هذا انه علیه السلام قدم الیهم الطعام ولو عرف انهم ملائکة لما قدم الیهم لعلمه ان الملائکة لا یأکلون ولا یشربون ولانه خافهم ولو عرف

اور زیادہ صحیح بات یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے فرشتوں کو نہیں پہچانا تھا اور اس بات کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کھانا لاکر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اگر انہوں نے فرشتوں کو پہچان لیا ہوتا۔ تو وہ ان کے سامنے کھانا نہ رکھتے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں اور

انھم ملائکة لما خافھم
(تفسیر خازن ص۱۹۷ ج ۳)

پہچاننے کی دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ وہ ان سے ڈر گئے تھے۔ اگر انہوں نے پہچان لیا ہوتا۔ کہ وہ فرشتے ہیں۔ تو وہ ان سے کبھی نہ ڈرتے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وذهب بعضهم الی انه علیه السلام لم یعرف انهم ملٓئکة حتی قالوا له لا تخف انا ارسلنا
(روح المعانی ص۹۵ ج ۱۲)

اور بعض نے کہا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو اس وقت تک نہیں پہچانا جب تک انہوں نے خود نہیں کہہ دیا۔ کہ ڈرو مت ہم تو فرستادے ہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

انه سارع الی احضار الطعام ولو عرف کونهم من الملائکة لما فعل ذالک وانه لما راٰهم ممتنعین من الاکل خافهم ولو عرف کونهم من الملائکة لما استدل بترک الاکل علی حصول الشر
(کبیر ص۱۰۱ ج ۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً کھانا پیش کر دیا۔ اگر انھیں معلوم ہوتا۔ کہ وہ فرشتے ہیں۔ تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ نیز جب انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ کھانا نہیں کھاتے۔ تو وہ ڈر گئے۔ اگر انھیں معلوم ہوتا کہ وہ فرشتے ہیں تو ان سے خوف محسوس نہ کرتے اور ترک اکل سے برائی کے حصول پر استدلال نہ فرماتے۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو کم از کم فرشتوں ہی کو پہچان لیتے۔

دوسری آیت۔ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ (ھود ع ۷)

اے ابراہیم اس بات کو جانے دو بے شک تمہارے پروردگار کا حکم آچکا ہے۔ اور یقیناً ان پہ نہ ہٹنے والا عذاب آنے والا ہے۔

جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹے کی خوشخبری لے کر آئے تھے۔ وہی قوم لوط پر عذاب الٰہی کا پیغام بھی لائے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف و ہراس جاتا رہا۔ اور انھیں بیٹے کی خوشخبری مل گئی۔ تو اب وہ اللہ کی بارگاہ میں قوم لوط کے حق میں سفارش کرنے لگے۔ کہ ان کا عذاب معاف کر دیا جائے۔ اور انھیں سوچنے سمجھنے کے لئے مزید مہلت دی جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ سفارش قبول نہ فرمائی۔ اور اپنے اٹل فیصلہ کا اعلان فرمادیا۔ کہ ان پر عذاب ضرور آئے گا۔ اور ہرگز نہیں ٹلے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم ما کان و ما یکون ہوتے تو انھیں معلوم ہو جاتا۔ کہ قوم لوط پر عذاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی قضاء مبرم ہے۔ جو ہرگز نہیں ٹل سکتی۔ تو وہ ان کی سفارش نہ کرتے

کیونکہ اس صورت میں سفارش خبیث اور باطل فعل ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام سے متصور نہیں ہو سکتا۔

بریلوی استدلال کا تجزیہ

بریلویوں کے امام المناظرین مولوی محمد عمر قرآن کے باطل شکن دلائل کا جواب تو دے نہیں سکے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علم غیب ثابت کرنے کے لیے دور کی کوڑی لائے ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

پہلی دلیل۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا۔

یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا (مریم ع ۳)	اے میرے باپ میرے پاس ایک ایسا علم پہنچا ہے۔ جو تمہارے پاس نہیں آیا سو تم میرے کہنے پر چلو۔ تم کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

اس آیت میں علم سے مراد علم غیب ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ جاءَ فعل آیا ہے۔

جواب:۔ اس جہالت کا بھی کوئی ٹھکانا ہے۔ امام المناظرین کو اپنی جہالت پر متنبہ کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ اگر ان کو اس کا احساس ہوتا تو وہ ایسی جہالت کبھی نہ کرتے۔ اسلئے صرف اسی قدر گذارش ہے۔ کہ اس آیت میں علم سے مراد علم غیب ہے۔ یہ تفسیر آں حضرت صلی اللہ علیہ

دلیل سے منقول ہے۔ یا صحابہ اور تابعین سے یا ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت میں سے کسی کا قول ہے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ اور اگر جناب کا ذاتی جہاد ہے۔ تو جناب ہی کو مبارک ہو ہمیں ایسے اجتہاد کی ضرورت نہیں جس نے دنیا کی ہر بدعت کو سنت کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ آیئے آپ کو بتائیں کہ مفسرین امت سے اس کی صحیح تفسیر معقول کیا منقول ہے۔

علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ کہ علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت آخرت کی جزا و سزا اور دیگر احکام شریعت کا علم مراد ہے۔

اي من اليقين والمعرفة بالله وما يكون بعد الموت وان من عبد غير الله عذب (قرطبی ص ۱۱۱ ج ۱۱ روح المعانی ص ۹۶ ج ۱۶)

یعنی علم سے مراد یقین اور اللہ کی معرفت ہے اور جو کچھ مرنے کے بعد ہوگا۔ نیز اس بات کا علم مراد ہے کہ جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے۔ اس کو عذاب ہوگا۔

اور علامہ نیشا پوری اور علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں من العلم میں من تبعیض کے لئے ہے اور اس سے علم کا ایک حصہ مراد ہے۔

لم يصف اباه بالجهل المفرط ولا نفسه بالعلم الفائق ولكنه قال ان معي طائفة

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو انتہائی جہالت اور اپنی ذات کو اعلیٰ علم سے متصف

من العلم لیست معک
(نیشاپوری ص۵۳ ج۱۶)

نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ میرے پاس علم سے کچھ حصہ ہے۔ جو تمہارے پاس نہیں۔

علامہ ابوحیان فرماتے ہیں۔

وقال من العلم علی سبیل التبعیض ای شیئ من العلم لیس معک (البحر المحیط ص۱۹۴ ج۶)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے من تبعیضیہ کے ساتھ من العلم فرمایا۔ یعنی میرے پاس کچھ علم ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

اب ان تصریحات کے بعد بھی اس بات کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ یہاں علم سے علم غیب مراد ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال

دوسری دلیل: دوسری دلیل انہوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر زمین و آسمان کے تمام علوم غیبیہ منکشف فرما دیئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (انعام ع ۹)

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

یعنی ملکوت السمٰوات والارض سے مراد زمین و آسمان کے علوم غیبیہ ہیں۔

جواب :- یہاں بھی ہمارا یہی مطالبہ ہے کہ یہ تفسیر کس سے منقول ہے نیز وہ کونسی لغت اور ڈکشنری ہے جسمیں ملکوت کے معنی علوم غیبیہ کے آتے ہیں۔ اور اگر قرآن کی تحریف ہی کرنا مقصود ہے۔ تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ اس آیت کا مفہوم جو سیاق و سباق اور لغت عرب کی روشنی میں مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم چونکہ ستارہ پرست تھی۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے ان کو نظام شمسی کی حقیقت سے آگاہ فرما دیا تھا۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ شمس و قمر اور باقی تمام سیارے اور ستارے اللہ تعالیٰ کے ایک مقرر کردہ نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ کبھی طلوع کرتے ہیں کبھی غروب ہوتے ہیں اور کبھی کسوف و خسوف کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب ایک نہایت ہی زبردست طاقت کے تابع فرمان ہیں اور اس کے حکم کے سامنے عاجز و لاچار ہیں۔ اسلئے وہ عبادت اور پکار کے لائق نہیں ہیں یہی حال مخلوقات ارضی کا ہے۔ یہ اونچے اونچے پہاڑ، یہ سمندر یہ ہرے بھرے درخت سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہیں۔ اور ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ ان سے معبودوں کے مجسمے تیار کرکے ان کی پرستش کی جائے یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسلئے دکھایا گیا۔ تاکہ ایک طرف تو خود ان کے ایقان و اطمینان میں اضافہ ہو جائے۔ اور دوسری طرف وہ علی وجہ البصیرۃ کو ایک بت پرستوں کی تردید کر سکیں۔ اور قوم کے سامنے توحید باری تعالیٰ کی بخوبی وضاحت فرما سکیں۔

چنانچہ حضرت قتادہ سے منقول ہے۔

قال قتادۃ ملکوت السموات الشمس والقمر والنجوم وملکوت الارض الجبال والشجر والبحار (البحر المحیط صـ ۱۶۵ ج ۴)

قتادہ نے کہا کہ ملکوت السموات سے سورج، چاند اور ستارے مراد ہیں اور ملکوت الارض سے پہاڑ، درخت اور سمندر مراد ہیں۔

اور علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ای نبین لہ وجہ الدلالۃ فی نظرہ الی خلقہما علی وحدانیۃ اللہ عزوجل فی ملکہ وخلقہ وانہ لا الہ غیرہ ولا رب سواہ (ابن کثیر صـ ۱۵۰ ج ۲)

یعنی زمین و آسمان کی مخلوقات ان کو اس لئے دکھلائی گئیں تاکہ ہم ان پر واضح کر دیں کہ اس مخلوقات کو دیکھ کر انہوں نے ملک اور خلق میں اللہ کی وحدانیت پر اور اس بات پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں، کس طرح استدلال کرنا ہے۔

مفسرین کے ان ارشادات سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کو علم غیب سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس آیت کا مفہوم صرف اسقدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی بعض اہم مخلوقات پر ان کو آگاہی عطا فرمائی۔ تاکہ ان کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کر سکیں۔

حضرت لوط علیہ السلام اور علم غیب

حضرت لوط علیہ السلام بھی خداوند تعالیٰ کے عظیم القدر پیغمبر تھے مگر جمیع ماکان وما یکون کا علم ان کو بھی حاصل نہ تھا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ اس بات پر شاہد عدل ہے۔

جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ تو وہ خوب صورت بے ریش لڑکوں کی صورت میں تھے۔ جب حضرت لوط علیہم السلام نے ان کو دیکھا۔ تو وہ اس بنا پر گھبرائے۔ کہ یہ مہمان ہیں اور میری قوم بد عادت میں مبتلا ہے وہ ضرور اپنی نفسانی خواہش کے تحت ان سے چھیڑ چھاڑ کریں گے۔ اور یہ چیز میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوگی۔ اور باعث شرم ہوگی۔ کیونکہ اسمیں مہمانوں کی رسوائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ	اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے۔ تو وہ انکی وجہ سے گھبرائے۔ اور ان کی وجہ سے بہت تنگدل ہوئے۔ اور بولے یہ آج کا دن کا بہت بھاری ہے

یعنی میری بدخصلت قوم آج میرے مہمانوں سے چھیڑ چھاڑ

فخاف عليهم خبث قومهم (مدارک ص۱۵۲ ج ۲)

ہوئے کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ آنے والے انسان ہیں اور وہ اپنی قوم کی خباثت سے ڈرے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے فرشتوں کو بھی نہ پہچان سکے۔ چنانچہ جب فرشتوں نے دیکھا کہ ان کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام بے چین اور مضطرب ہیں۔ تو انہوں نے اپنا آپ ظاہر کر دیا۔ اور [illegible] جب بدکردار قوم خوبصورت چہروں کو دیکھ کر بری نیت سے ان کی طرف دوڑی اور حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھا رہے تھے۔ اور اپنے اجنبی مہمانوں کی مدافعت کرنے لگے۔ چنانچہ قوم سے تنگ آ کر انہوں نے دروازہ بند کر لیا لیکن اس پر بھی قوم باز نہ آئی۔ اور انہوں نے دیوار پھاندنے کی کوشش شروع کر دی۔ اب فرشتوں نے اصل معاملہ کا اظہار کیا اور حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ دروازہ کھول دو۔ اور انہیں اندر آنے دو۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

لَمَّا رأت الملائكة حزنه واضطرابه ومدافعته عنهم [illegible] بأنفسهم فلما علموا أنهم لن يصلوا [illegible] الى الدخول (قرطبی ص۷۷ ج۹)

جب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کا ملال اور ان کی بے چینی اور ان سے مدافعت کی کوشش ملاحظہ کی۔ تو انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ

فرشتے ہیں۔ تو قوم کو اندر آنے کی اجازت دیدی۔

تو جب تک فرشتوں نے بتایا نہیں۔ اسوقت تک حضرت لوط علیہ السلام کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ انسانی شکلوں میں جو میرے پاس مہمان آئے ہوئے ہیں۔ وہ درحقیقت فرشتے ہیں اور ان کی بدکردار قوم کے لیے پیغام عذاب لے کر آئے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور علم غیب

حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل تھا۔ خدا کے عظیم المرتبت پیغمبر تھے اور تمام انبیاء بنی اسرائیل ان کی اولاد سے تھے۔ جمیع ماکان ومایکون کے عالم تو کبھی نہ تھے۔ سورۂ یوسف کے مطالعہ سے یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ چند اشارات حسب ذیل ہیں۔

اول۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے مل کر مشورہ کیا تھا۔ کہ ہمارے والد صاحب یوسف اور اس کے بھائی بنیامین سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اسلئے یوسف کو راستے سے ہٹانے کے لئے اسے قتل کر دیا جائے۔ یا اسے کسی دور دراز علاقے میں پھینک دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے میٹنگ کی۔

او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجہ ابیکم — یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو۔ یا ان کو کسی سرزمین ڈال آؤ تو تمہارے

وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صَالِحِينَ (یوسف ع ۲) باپ کا رُخ خالص تمہاری طرف ہو جائے گا۔ اور تمہارے سب کام بن جائیں گے۔

آخر کار انہوں نے طے یہ کیا کہ اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ کسی اندھیرے کنوئیں میں پھینک دیا جائے تاکہ کوئی آتا جاتا اسے نکال کر اپنے ساتھ لے جائے اور اس طرح ہمیں اس سے نجات مل جائے۔ یہ طے کرنے کے بعد وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ

أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُونَ (یوسف ع ۲) آپ اس کو کل کے دن ہمارے ساتھ بھیجئے کہ ذرا وہ کھاوے پیوے کھیلے اور ہم اس کی پوری حفاظت رکھیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی اس درخواست کا جو جواب فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان کی اس خفیہ سازش کا علم نہیں تھا اگر انہیں اس سازش کا علم ہوتا۔ تو ان کے سوال کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ میں یوسف کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا کیونکہ تم نے تو اسے مجھ سے جدا کرنے کی سازش کی ہوئی ہے۔ اور تم نے طے کیا ہے کہ اسے کنوئیں میں پھینک دو گے۔ مگر اس کے بجائے انہوں نے جواب یہ دیا۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْهَبُوْا یعقوب نے کہا کہ یہ بات مجھ کو غم

بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ (یوسف ع ۲)	میں ڈالتی ہے۔ کہ تم اس کو لے جاؤ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بےخبر رہو۔

تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ عالم الغیب نہ تھے۔ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو انہیں برادران یوسف کی سازش کا پتہ چل جاتا۔ اور وہ بیٹے کو ان کے ساتھ ہرگز نہ بھیجتے۔

دوم جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے طے شدہ منصوبہ کے مطابق ان کو کنوئیں میں پھینک کر رات کو روتے ہوئے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کے سامنے یہ بیان دیا کہ ہم یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ کر آگے نکل گئے تھے۔ اور وہ چونکہ اکیلا رہ گیا تھا۔ اس لئے اسے تو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ (یوسف)	کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے۔ اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ پس ایک بھیڑیا اسکو کھا گیا اور آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم کیسے ہی سچے ہوں۔

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب ہوتا۔ اور ما کان وما یکون کے عالم ہوتے تو فوراً فرما دیتے۔ کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسے بھیڑیئے نے نہیں کھایا

اسے تم فلاں کنوئیں میں پھینک آئے ہو۔ اور وہاں جا کر یوسف علیہ السلام
کو نکال کر اپنے ساتھ لے آئے۔

سوم۔ جب برادران مصر پہلی دفعہ مصر گئے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام
نے ان سے مطالبہ کیا۔ کہ آئندہ کے لئے وہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ
لائیں۔ چنانچہ انہوں نے واپس جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے
بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے کی درخواست کی۔ تو انہوں نے معمولی پس
وپیش کے بعد بنیامین کو ان کے حوالے کر دیا۔ قرآن مجید میں اس کا حسب
ذیل الفاظ منقول ہیں۔

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ
حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ
اللّٰهِ لَتَأْتُنَّنِيْ بِهٖ إِلَّا أَنْ
يُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ
مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى
مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۔
(سورہ یوسف ع ۸)

فرمایا اس وقت تک [illegible]
ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک
تم اللہ کی قسم کھا کر پکا قول نہیں
دو گے کہ تم اس کو ضرور لے آؤ گے
ہاں اگر گھیری جاؤ۔ تو مجبوری ہے
تو جب سب نے قسم کھا کر ان کو قول
دیا۔ تو انہوں نے فرمایا یہ ہم لوگ
جو بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے۔

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہوتا۔ کہ یوسف کی طرح بنیامین
بھی ان سے جدا ہو جائے گا۔ تو وہ کسی قیمت پر ان کے ساتھ نہ بھیجتے۔
اس سے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔

چہارم:- جب بنیامین اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے ایک لطیف تدبیر کے ذریعے اس کو اپنے پاس رکھ لیا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس تدبیر کے تحت جب بنیامین چوری کے الزام میں ماخوذ ہوکر مصر ہی میں رہ گئے۔ تو دوسرے بھائیوں نے واپس جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا۔ کہ بنیامین تو چوری کے الزام میں ماخوذ ہوکر وہیں رکھ لیا گیا ہے۔ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ	بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات
أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ	بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں
۔یوسف ع ۱۰)	شکایت کا نام نہ ہوگا۔

حالاں کہ حقیقت یہ ہے۔ کہ انہوں نے دل سے کوئی بات نہیں بنائی تھی۔ بلکہ اصل واقعہ ہی بیان کیا تھا۔ اور بنیامین کے ساتھ کوئی دھوکہ یا فریب نہیں کھیلا تھا۔ بلکہ اسے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک تدبیر کے ذریعے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اور وہ اپنے بھائی کے پاس خوش وخرم تھے۔ مگر حضرت یعقوب علیہ السلام فرمارہے ہیں۔ کہ تم نے دل سے جھوٹی بات بنائی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام غیب دان نہ تھے۔ اور نہ ہی انہیں علم ما کان وما یکون تھا۔ اگر عالم الغیب ہوتے۔ تو صاف کہہ دیتے۔ کہ بنیامین نے چوری نہیں کی۔ بلکہ اس کے بھائی نے ایک خاص تدبیر سے اسے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔

پنجم۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کا سب سے زیادہ اندوہناک پہلو یہی ہے کہ ان کی جدائی کی وجہ سے ان کے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت دکھ اور صدمہ پہنچا۔ چنانچہ بیٹے کی جدائی میں وہ سالہا سال روتے رہے اور غم و اندوہ سے نڈھال ہو گئے۔ اور روتے روتے ان کی بینائی بھی متاثر ہو گئی۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (یوسف ع ۱۰)	اور اُن سے دوسری طرف رُخ کر لیا۔ اور کہنے لگے۔ ہائے یُوسف افسوس اور غم سے اُن کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور وہ گھُٹا کرتے تھے۔

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام عالم ما کان و ما یکون ہوتے تو انھیں اپنے گمشدہ بیٹے کے بارے میں ضرور علم ہوتا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ اور انھیں اسقدر غم و اندوہ سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ جو بعض روایات کے مطابق چالیس برس تھا۔ بیٹے کی جدائی میں روتے ہوئے گذرنا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ وہ غیب نہیں جانتے تھے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

حضرت یعقوب علیہ السلام سے نفی علم غیب پر جو دلائل پیش کیے

گئے ہیں۔ ان کا جواب دیتے ہوئے بعض بریلوی مولوی کہہ دیتے ہیں۔ کہ اجی حضرت یعقوب علیہ السلام کو سب کچھ معلوم تھا لیکن بعض خاص مصلحتوں کی وجہ سے وہ ان کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

یہ نہ صرف حضرت یعقوب علیہ السلام پر بلکہ اللہ تعالیٰ پر صریح بہتان اور افترا ہے۔ قرآن مجید میں وہ کونسی آیت ہے جس میں اس عذر لنگ کی صراحت نہ سہی اسکی طرف ادنیٰ اشارہ ہی ہو۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس واقعہ کی تفصیلات سے آگاہ تھے؟ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کا چالیس سال غم فراق میں روتے رہنا۔ اور اپنی بینائی کو کثرت گریہ کی وجہ سے متاثر کرلینا اس بات کا بین ثبوت نہیں ہے۔ کہ وہ اس واقعہ کی تفصیلات سے ناواقف تھے اور انھیں اپنے پیارے بیٹے کے متعلق یہ علم نہیں تھا۔ کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم غیب ثابت کرنے کے لئے بریلوی مولویوں کی طرف سے جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ ذرا ان کی حقیقت بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

پہلی دلیل جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ دیکھو یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کرینگے اور تمہیں نقصان پہنچائینگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

نے ان کا قول نقل فرمایا ہے۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَاتَقْصُصْ رُؤْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

(یوسف ع ۱)

انہوں نے کہا۔ کہ بیٹا اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے مت بیان کرنا۔ ایسی وہ تمہارے لئے کوئی تدبیر کریں گے۔ بلا شبہ شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

چنانچہ واقعی یوسف کے بھائیوں نے ان کے خلاف سازش کی۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام غیب جانتے تھے، تو انہوں نے پہلے ہی وہ کچھ بتا دیا۔ جو بعد میں ہونے والا تھا۔

جواب :۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ جو آئندہ ہونے والے ایک واقعہ کی خبر دی تھی۔ اس کی بنا ظاہری علامات پر تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو طبعی طور پر دوسرے بیٹوں کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت تھی۔ جسکی وجہ سے دوسرے بھائی انہیں حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ ان کو اپنے بھائیوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہوگی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ حسد تو پہلے بھی کرتے تھے۔ اور اب یہ خواب سن کر ان کے دلوں میں اور زیادہ حسد پیدا ہوگا۔ کیونکہ وہ خوابوں کی تعبیر جانتے تھے۔ جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں :۔ قد کان لھم علم

بتعبیر الرؤیاء۔ کبیر ص۱۵۳ ج ۵) اور مبادا وہ ان کے خلاف کوئی خطرناک سازش کریں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں۔

وانما قال یعقوب ذالک لانہ قد کان یتبین لہ من اخوتہ قبل ذالک حسداً (ابن جریر ص۱۵۷ ج ۱۲)

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اس لئے کہا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھائیوں کی طرف سے یوسف کا حسد انہیں معلوم ہوچکا تھا۔

اور علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

وانما قال لہ ذالک لما انہ علیہ السلام عرف من رؤیاہ ان سیبلغہ اللہ تعالیٰ مبلغاً جلیلاً من الحکمۃ ویصطفیہ للنبوۃ وینعم علیہ بشرف الدارین فخاف حسد الاخوۃ وبغیہم علیہ (روح المعانی ص۱۸۱ ج ۱۲)

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن سے یہ اسلئے فرمایا۔ کہ انہیں اُن کے خواب سے معلوم ہوگیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم و حکمت کے بہت بلند مقام رتبہ پر فراز فرمائے گا۔ اور اسے نبوت کیلئے چنے گا۔ اور اس دین و دنیا میں شرف اور بزرگی عطا فرمائے گا۔ اسلئے انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے بھائی اس کا حسد نہ کریں۔ اور اس پر کوئی زیادتی نہ کر گذریں۔

اور امام رازی فرماتے ہیں۔

ان یعقوب علیہ السلام کان

حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف

شدید الحب لیوسف ولخیره فحسده اخوته لهذا السبب وظهر ذالک المعنی لیعقوب علیه السلام بالامارات الکثیرة فلما ذکر یوسف علیه السلام هذه الرؤیا وکان تاویلها ان اخوته والدیه یخضعون له فقال لا تخبرهم برؤیاک فانهم یعرفون تاویلها فیکیدوا لک کیدا (کبیر ص۱۵۳ ج ۵)

اور اس اس کے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اس وجہ بھائی ان کا حسد کرتے تھے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ بات بہت سی علامات سے معلوم تھی۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے یہ خواب بیان کیا اور اسکی تعبیر یہ تھی۔ کہ ان کے بھائی اور والدین ان کے سامنے جھکیں گے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائیوں کو یہ خواب نہ بتانا۔ کیونکہ وہ اس کی تعبیر جان جائینگے۔ اور تیرے خلاف سازش کرینگے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ حالات سے اندازہ لگا کر فرمایا تھا۔ نہ یہ کہ ان کو غیب کا علم تھا۔

دوسری دلیل:۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو کنوئیں میں پھینک کر واپس گھر پہنچے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے رو رو کر بیان کیا کہ یوسف علیہ السلام کو تو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ تو اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (یوسف ع ۲)

بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔ سو صبر ہی کروں گا۔ جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا۔

تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب کا علم تھا۔ جبھی تو انہوں نے فوراً فرمادیا کہ نہیں اسکو بھیڑیے نے نہیں کھایا۔ بلکہ تم نے یہ بات دل سے بنالی ہے۔ اگر غیب نہیں تھا۔ تو پھر یہ کس طرح بتا دیا۔

جواب: حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ کہ تم نے دل سے بات بنالی ہے۔ غیب دانی کی بنا پر نہیں تھا۔ اگر وہ غیب جانتے تھے تو پھر انہیں یہ بھی معلوم ہوجاتا۔ کہ انہوں نے کیا سازش کی ہے۔ اور اسے کہاں پھینکا ہے۔ اور وہ اس وقت کہاں ہے۔ اور فوراً اسے جاکر وہاں سے لے آتے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو آثار و قرائن سے معلوم تھا۔ کہ یوسف زندہ ہے۔ اس لئے ان کے بھائیوں کا یہ کہنا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ ہو نہ ہو۔ انہوں نے اسے کہیں گم کردیا ہے۔ اور بھیڑیے کے کھا جانے کا محض بہانہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کی ایک دلیل تو ان کے پاس ان کا خواب ہی تھا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر یہ تھی۔ کہ گیارہ بھائی اور ماں باپ ان کے سامنے سجدہ کرینگے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نبوت اور حکمت عطا فرمائے گا۔ اس لئے

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا۔ کہ اس تعبیر کے ظاہر ہونے سے پہلے یوسف علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہو سکتی۔
چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

انه كان عالمًا بانه حي لانه عليه الصلوٰة و السلام قال ليوسف و كذالك يجتبيك ربك و ذالك دليل قاطع على انهم كاذبون ۔
(کبیر صـ۱۶۳ ج ۵)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف کے زندہ ہونے کا علم اس لئے تھا کہ انہوں نے خواب کی یہ تعبیر بتائی تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے رتبۂ نبوت پر سرفراز فرمائے گا۔ اسلئے انھیں یقین تھا۔ کہ یوسف ابھی زندہ ہے اور یہ ان کے جھوٹا ہونے کی قطعی دلیل تھی۔

اور سید محمود آلوسی فرماتے ھیں۔

و ينضم الى ذالك وثوقه بالرؤيا الدالة على بلوغه مرتبة عليا تنحط عنها الكواكب (روح المعانی صـ۲۰۱ ج ۱۲)

اور ان کے علم کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ یوسف کا وہ خواب جانتے تھے۔ جسکی تعبیر یہ تھی۔ کہ وہ اتنے بلند مرتبہ پر پہنچیں گے کہ ستارے بھی ان سے نیچے رہیں گے۔

اور دوسرا قرینہ جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کا جھوٹا ہونا معلوم کیا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیض تھی۔ بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں پھینکنے سے پہلے ان کی قمیض

اتار لی۔ اور کوئی جانور ذبح کر کے اس کے خون میں لت پت کر لی۔ لیکن اس قمیص کو پھاڑنا بھول گئے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص دیکھی۔ جو خون آلود تھی۔ مگر کہیں سے پھٹی ہوئی نہ تھی۔ تو فوراً سمجھ گئے۔ کہ یہ سازش ہے اور فرمایا کہ وہ کونسا بھیڑیا تھا جو اتنا عقلمند تھا کہ میرے بیٹے کو تو کھا گیا۔ مگر اسکی قمیص کو چھوا تک نہیں۔

چنانچہ امام ابن جریر حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول نقل فرماتے ہیں:۔

ما عہدت الذئب حلیماً اکل ابنی وابقی علی قمیصہ (ابن جریر ص۹۱ ج ۱۲)

میں نے آج تک ایسا حلیم بھیڑیا نہیں دیکھا۔ جس نے میرے بیٹے کو تو کھا لیا۔ مگر اس کی قمیص پر اسے رحم آگیا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وعلمہ علیہ السلام بکذبہم حصل من سلامۃ القمیص عن التمزیق (روح المعانی ص۲۰۱ ج ۱۲)

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کا جھوٹا ہونا اس طرح معلوم ہوا۔ کہ قمیص پھٹنے سے محفوظ رہی۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

فلما نظر الیہ قال کذبتم لوکان الذئب اکلہ لمزق القمیص

جب انہوں نے قمیص دیکھی تو فرمایا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر

(ابن جریر ص۹۱ ج ۱۲، قرطبی ص۱۴۸ ج ۹)

بھیڑیئے نے اسے کھایا ہوتا اس کی قمیص بھی پھاڑ ڈالتا

اسی طرح سعید بن جبیر سے منقول ہے۔

لما جاءوا على قميصه بدم كذب وما كان متخرقا قال كذبتم لو اكله الذئب لخرق قميصه (کبیر ص۱۶۳ ج ۵)

جب وہ اس کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر لے آئے اور وہ پھٹی ہوئی نہیں تھی تو انہوں نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو اگر بھیڑیا کھاتا تو اس کی قمیص کو پھاڑ ڈالتا۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی کذب بیانی ظاہری قرائن اور علامات سے معلوم کر لی تھی۔ اسلئے اس سے ان کا علم غیب ثابت نہیں ہو سکتا۔

تیسری اور چوتھی دلیل۔ بریلویوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیسری بار برادران یوسف مصر جانے کے لئے تیار ہوئے تو اس وقت یعقوب علیہ السلام ان کو تاکید فرماتے ہیں۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَاَخِيهِ وَلَا تَيْاَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ (یوسف ع ۱۰)

اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو

اس لئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو علم غیب تھا۔ کہ یوسف ابھی زندہ ہے۔ اسی لئے اس کے تلاش کرنے کی تاکید فرمائی۔ نیز جب مصر سے بشیر حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر روانہ ہؤا۔ تو پہلے ہی فرما دیا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ اور جب بشیر ان کے پاس پہنچ گیا۔ اور قمیص آنکھوں پر ڈالنے سے ان کی بینائی درست ہو گئی۔ تو انہوں نے فرمایا۔

أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ — کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے

یوسف ع

تو ان سب واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب تھا۔

جواب اس میں شک نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا یقین تھا کہ یوسف زندہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس یقین کی بنا کس چیز پر تھی۔ بریلوی کا دعوےٰ ہے۔ کہ ان کو علم غیب تھا۔ مگر اس دعوے کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے یقین کی بنیاد وہی حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب تھا جس کی روشنی میں ان کو یقین تھا۔ کہ یوسف ضرور زندہ ہے اور ابھی تک جب تک وہ پورا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو عزّ نبوت سے ممتاز نہ فرمائیگا۔ اسی بنا پر انہوں نے اپنے بیٹوں کو ان کی تلاش کرنے کی تاکید فرمائی

چنانچہ امام ابن جریر اور علامہ ابوحیان فرماتے ہیں :-

إني أعلم من الله أنه سيرد عليّ يوسف ويجمع بيني وبينه وكنتم لا تعلمون أنتم من ذالك ما كنت أعلمه لأن رؤيا يوسف كانت صادقة وكان الله قضى أن أخرّ أنا وأنتم له سجودا فكنت موقنا بقضائه (ابن جریر ص۳۷ ج۱۳ البحر المحیط ص۳۳۶ ج۵)

میں اللہ کی طرف سے جانتا تھا کہ وہ یوسف کو ضرور واپس کریگا اور ہم دونوں کو ملائے گا اور جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ تم نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ یوسف کا خواب سچا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ میں اور تم اس کے سامنے سجدہ کریں۔ اسلئے مجھے اللہ کے اس فیصلے پر یقین تھا۔

باقی رہا مسافت بعیدہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا سونگھ لینا تو اس سے بھی ان کا عالم الغیب ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ یہ تو ایک معجزہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ یہ معجزہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا۔ یا حضرت یوسف علیہ السلام کا یا دونوں کا۔ اللہ تعالیٰ نے بطور اعجاز حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص میں خوشبو پیدا کر دی اور پھر بطور اعجاز دور دراز مسافت سے اس خوشبو کو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دیا۔

چنانچہ علامہ نسفی لکھتے ہیں :-

اوصله الله ريح القميص حين اقبل من مسيرة ثمانية ايام۔
(مدارک ص... ج ۲)

اللہ تعالیٰ نے قمیص کی خوشبو آپ تک پہنچا دی جب پہنچانے والا اسے لے کر چلا۔ آٹھ دن کی مسافت سے۔

اور علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

اشمه الله تعالى ما فيح بالقميص من ريح يوسف عليه السلام من مسيرة ثمانية ايام
(روح المعانی ص ۵۳ ج ۱۳)

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے ان کی خوشبو اللہ تعالیٰ نے آٹھ دن کی مسافت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سنگھا دی۔

تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا۔ وہ ظاہری علامات کے ذریعے تھا یا بطور اعجاز اور اسی بنا پر وہ انی اعلم من الله تعالیٰ ما لا تعلمون فرماتے تھے۔ نہ اس بنا پر کہ وہ عالم الغیب تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور علم غیب

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو تمام انبیاء بنی اسرائیل سے افضل تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلیم اللہ کے لقب سے سرفراز ہوئے عالم الغیب وہ بھی نہ تھے چنانچہ ان کی زندگی کے جن واقعات کا قرآن مجید میں ذکر ہے ان سے

یہ چیز فی ہر دیا ہر ہے۔ چند ایک واقعے ملاحظہ کیجئے

پہلا واقعہ :۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئے۔ تو راستہ میں آگ کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ ایک طرف روشنی دیکھی اور لے آگ سمجھ کر اس طرف چل دیئے۔ جب وہاں پہنچے۔ تو اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں اور میں نے تجھے فرعون اور اس کی قوم کی طرف منتخب کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ	جب کہ انہوں نے ایک آگ دیکھی
امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا	تو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم
لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ	ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی
اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى	ہے شاید میں اس میں سے تمہارے
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى	پاس ایک شعلہ لاؤں۔ یا آگ کے
اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ	پاس مجھے راستے کا پتہ مل جائے
اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى	سو جب وہ اسکے پاس پہنچے۔ تو

آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں۔ پس تم اپنی جوتیاں اتار دو۔ تم ایک پاک میدان طویٰ میں ہو۔

جب یہ واقعہ پیش آیا۔ اس وقت اگرچہ آپ کو رسالت نہیں ملی تھی۔ بلکہ ابھی تھوڑی ہی دیر بعد ملنے والی تھی۔ لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب نبوت سے پہلے بھی اولیاء اللہ

کے دلوں سے ہزار درجہ زیادہ روشن اور مجلی ہوتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ پتہ نہ چل سکا۔ کہ جس کو میں آگ سمجھ رہا ہوں حقیقت میں وہ آگ نہیں ہے۔

جب رسالت سے سرفراز ہو چکے۔ تو اللہ تعالےٰ نے دو معجزے عطا فرمائے۔ ایک عصا اور دوسرا ید بیضا۔ معجزوں کا مشاہدہ کرانے کے لئے انھیں حکم دیا۔ کہ وہ اپنے ہاتھ والی لاٹھی زمین پر پھینک دیں انہوں نے لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ جو گرتے ہی سانپ بن گئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھتے ہی ڈر گئے۔ اور بھاگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی۔

یٰمُوسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ	اے موسیٰ آگے آؤ۔ اور ڈرو مت۔ تم امن میں ہو۔
اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝	

(قصص ع ۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اسلئے بھاگے تھے۔ کہ یہ سانپ کہیں انھیں کاٹ نہ کھائے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اطمینان دلایا۔ کہ یہ سانپ تجھے کاٹنے کا نہیں۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی زمین پر پھینکنے سے پہلے ہرگز اس چیز کا علم نہیں تھا کہ یہ لاٹھی سانپ بن جائے گی۔ اور نہ انھیں اس بات کا علم تھا کہ لاٹھی کا یہ سانپ انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اگر انھیں یہ سب کچھ معلوم ہوتا۔ تو وہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے رہتے۔ اور اس

سے ڈر کر کبھی نہ بھاگتے۔

دوسرا واقعہ:۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اللہ سے ہمکلام تھے۔ دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اگر میں اس سے اسکی ذات منزہ صفات کے دیدار کی درخواست کروں۔ تو شاید قبول ہو جائے۔ چنانچہ اسی امید پہ عرض کیا۔

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ (اعراف ع ۱۷) اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھے دکھلا دیجیئے۔ کہ میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا۔ لَنْ تَرٰىنِیْ۔ کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر اس نے میری تجلی برداشت کر لی اور اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ تو سمجھ لینا کہ تم بھی مجھے دیکھ سکتے ہو۔ بھلا پہاڑ کی کیا حقیقت تھی کہ تجلی الٰہی کی تاب لا سکتا۔ چنانچہ خدا کی تجلی سے پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے۔ مطلب یہ تھا کہ جس طرح میری تجلی کے سامنے پہاڑ کا برقرار رہنا محال ہے۔ اے موسیٰ اسی طرح دنیا میں میرا دیدار بھی محال ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوتی۔ کہ دنیا میں دیدار الٰہی محال ہے تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست نہ کرتے۔ کیونکہ محال کا مطلب تو ایک ادنیٰ ادرجہ کے عاقل سے بھی متصور نہیں ہو سکتا چہ

جائیکہ ایک جلیل القدر پیغمبر اس کا مطالبہ کرے۔

تیسرا واقعہ:- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے کے لئے گئے۔ تو قوم میں حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا گئے۔ جب وہ کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ تو سامری نے یہ چال چلی کہ سونے کے زیورات جمع کرکے ان سے ایک بچھڑے کی شکل کا قالب بنایا اور اس میں حضرت جبریل کے گھوڑے کے پاؤں کی جگہ کی مٹی ڈال دی اور وہ بچھڑے کی طرح بولنے لگا۔ اب سامری نے لوگوں سے کہا۔ کہ تمہارا اور موسیٰ کا رب تو یہ ہے۔ چنانچہ وہ اس بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہتیرا روکا۔ مگر وہ انہیں قتل کرنے کیلئے دوڑے۔ جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا۔ تو جلال میں آگئے۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ جب تم نے دیکھا۔ کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو تم نے میرے احکام کی پیروی کرتے ہوئے ان کو روکا کیوں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ (طٰہٰ ع ۵)

کہا اے ہارون! جب تم نے دیکھا۔ کہ یہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو تم کو میری پیروی کرنے سے کس چیز نے روکا۔ کیا تو نے میرے کہنے کے

خلاف کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ کی وجہ سے عجلت میں یہ باور کر لیا۔ کہ اس معاملہ میں ہارون نے کوتاہی کی ہے۔ حالاں کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی شہادت دی ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْا اَمْرِيْ ۝ (طٰہٰ ع ۵)

اور ان لوگوں سے ہارون نے پہلے بھی کہا تھا۔ کہ اے میری قوم تم اس کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو۔ اور تمہارا رب رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو۔ اور میرا کہنا مانو۔

مگر سرکش قوم نے ان کی ایک نہ مانی۔ اور الٹے ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے تسلی بخش جواب سنا۔ تو اپنی اس لغزش پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوتا۔ کہ ہارون بالکل بے گناہ ہیں اور انہوں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی غفلت نہیں کی تھی۔ تو وہ ایک جلیل القدر پیغمبر کی اس طرح قوم کے سامنے تخفیف ہرگز نہ کرتے۔ نیز اگر ان کو معلوم ہوتا۔ کہ ان کے بعد ان کی قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو جائے گی اور سامری ان کی گمراہی کا سبب بنے

گا۔ تو وہ کوہ طور پر جانے سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام سے ضرور اس کا تذکرہ کر لیتے۔ اور اس کی روک تھام کا تسلی بخش بندوبست کر کے وہاں جاتے ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ عالم الغیب نہ تھے۔ اور ماکان و ما یکون کا کلی علم نہیں رکھتے تھے۔

چوتھا واقعہ: قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ قدرے تفصیل سے مذکور ہے۔ وہ پورا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے علم غیب کی نفی پر واضح اور بیّن دلیل ہے۔

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نہایت فصیح و بلیغ انداز میں وعظ فرمایا۔ اس پر کسی نے آپ سے پوچھا۔ کہ آج دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بندے سے ملنے کی آرزو کی چنانچہ صحیح بخاری (جلد ۲ ص ۶۸۷) میں ہے۔

قال ابن عباس حدثنی ابی بن کعب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن عباس فرماتے ھیں کہ مجھ سے ابی بن کعب نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ کی

يقول ان موسى قام
خطيبا في بني اسرائيل
فسئل اى الناس اعلم
فقال انا فعتب الله
عليه اذ لم يرد العلم
اليه فاوحى الله اليه
ان لي عبدا بمجمع
البحرين هو اعلم منك
قال موسى يارب
كيف لي به . الخ

اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔
آپ نے فرمایا۔ (ایک دفعہ)
موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل
میں خطبہ دیا۔ تو کسی نے اُن سے پوچھا
کہ سب سے بڑا عالم کون ہے
انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ہوں
تو اس پر اللہ نے ان کو عتاب
فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کو
خدا کی طرف منسوب نہ کیا۔
اور ان کی طرف وحی نازل
کی۔ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہمارا ایک بندہ ہے۔ جو تم سے زیادہ
عالم ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ میرے پروردگار میں
انہیں کس طرح مل سکتا ہوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع بن نون کو ہمراہ
لے کر حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ تو
تلی ہوئی مچھلی ساتھ لے لی۔ جب دو دریاؤں کے مقام اتصال پر
پہنچے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے۔ اور حضرت یوشع علیہ السلام
جاگتے رہے۔ اسی اثناء میں تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں گھس
گئی۔ یہی جگہ ان کی منزل مقصود تھی۔ مگر وہ یہاں سے آگے چل

دئیے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی۔ تو انھوں نے اپنے رفیق سفر سے مچھلی طلب کی۔ تو اس نے بتایا کہ مچھلی تو عجیب وغریب انداز میں زندہ ہو کر دریا میں گھس گئی تھی۔ اور میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا۔ چنانچہ پھر اسی جگہ واپس آئے۔

قَالَ ذَالِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا۔ (کہف ع ۹) — کہا یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی۔ سو دونوں اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس ہوئے۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب ہوتا۔ تو انھیں معلوم ہوتا کہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں جا چکی ہے۔ اور وہ اس کے لانے کا مطالبہ ہرگز نہ کرتے۔ اور نہ ہی بے خبری کی حالت میں اپنی منزل مقصود سے آگے نکل جاتے۔

اور جب حضرت خضر سے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔ اور وہ ان کے ساتھ رہنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔ تو اپنی درخواست الفاظ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

قَالَ لَهٗ مُوسٰى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا — موسیٰ نے ان سے کہا۔ کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں۔ کہ جو مفید علم آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھے بھی سکھا دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے کچھ سیکھنے کے لئے آئے تھے۔ اگر وہ پہلے ہی سے ما کان و ما یکون کے عالم تھے۔ تو اب حضرت خضر علیہ السلام سے کیا سیکھنے آئے تھے پھر جب حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سنی۔ تو صاف صاف کہہ دیا۔

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا

تم کو میرے ساتھ رہ کر میرے کاموں پر صبر نہ ہو سکے گا اور ایسے کاموں پر تم صبر کروگے۔ بھی کس طرح جو تمہارے احاطہ واقفیت ہی سے باہر ہوں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صراحتاً احاطہ جمیع علوم کی نفی کر دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو یقین دلایا۔ کہ وہ کسی معاملہ میں ان پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ تو وہ ان کو ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن جونہی دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ توڑ ڈالا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا عہد یاد نہ رہا۔ اور وہ فوراً اس پر معترض ہوئے۔ جب حضرت خضر نے ان کو اپنی بات یاد دلائی۔ تو انہوں نے بالفاظ ذیل معذرت کی۔

لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ — آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ

وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۝ — کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے۔

اگر وہ عالم الغیب ہوتے۔ تو نسیان کا شکار نہ ہوتے۔ اور نہ انھیں معذرت کی ضرورت پیش آتی۔ اسی طرح اس واقعہ کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی یقین دہانی کے خلاف دو دفعہ حضرت خضر علیہ السلام پر سوال کیا۔ ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے عمدًا قصدًا وعدہ خلافی نہیں کی۔ ان سے جو کچھ ہوا۔ محض نسیانًا ہوا۔

چنانچہ جب حضرت خضر نے ایک نوجوان لڑکے کو قتل کر دیا۔ تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا۔ اور وہ بول اُٹھے۔

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ۝ — کیا تم نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا۔ اور وہ بھی کسی جان کے بدلے نہیں بیشک تم نے بیجا حرکت کی۔

لیکن حضرت خضر نے ٹوکا۔ تو فورًا معذرت کی۔

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا — کہا اس کے بعد اگر میں نے آپ سے کسی امر کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ مجھے رکھئے نہیں بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں۔

مگر اس کے بعد جب حضرت خضر نے یتیموں کی دیوار درست

کر ڈالی اور اس پر کوئی اجرت نہ لی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بات یاد نہ رہی۔ اور وہ پھر بول اُٹھے جس پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۔

یہ وقت میری اور تمہاری علیحدگی کا ہے۔ میں ان چیزوں کی حقیقت تم کو بتائے دیتا ہوں، جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔

اس واقعہ کی تفصیلات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کشتی توڑنے، لڑکے کو قتل کرنے اور دو یتیموں کی گرتی ہوئی دیوار کو درست کرنے میں جو حکمتیں پوشیدہ تھیں ان سے بے خبر تھے۔ اگر انہیں ان کاموں کے پوشیدہ اسرار کا علم ہوتا، تو وہ حضرت خضر علیہ السلام پر ہرگز اعتراض نہ کرتے۔

ایک شبہ ۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو پوشیدہ اسرار معلوم تھے۔ اور وہ غیب جانتے تھے۔

جواب ۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں جہاں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ وہاں اس طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں ملتا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب تھا۔ بلکہ اس واقعہ کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے خود ہی اس شبہ کا ازالہ کر دیا ہے۔ چنانچہ آخر میں فرماتے ہیں:

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

اور میں نے جو کام کئے ہیں۔ سب بذریعہ وحی کئے ہیں۔ ان میں سے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا۔ یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔

یعنی میں نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ وہ اپنے علم اور اختیار سے نہیں کیا۔ بلکہ بتلانے والا بتاتا رہا۔ اور میں اس کے مطابق عمل کرتا رہا۔ دوسری بات یہ ہے کہ چند باتوں کے معلوم ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان کو کلی غیب تھا۔ ان دونوں پیغمبروں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے چند ایسے علوم عطا کئے ہوئے تھے جو دوسرے کے پاس نہیں تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری (جلد ۲ ص ۶۸۷) میں ہے: کہ جب کہ دونوں کی ملاقات ہوئی۔ تو حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا:۔

لہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہے لیکن راجح قول یہی ہے کہ وہ نبی تھے۔ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔ الجمہور علی انہ علیہ السلام نبی ولیس برسول وقیل ھو رسول ۔۔۔ والمنصور ما علیہ الجمہور وشواھدہ من الآیات والاخبار کثیرۃ الخ ص ۳۲۰ ج ۱۵ اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔ یہ بھی غلط ہے چنانچہ سید آلوسی فرماتے ہیں ثم اعلم رحمک اللہ ان الاخبار الصحیحۃ النبویۃ والمقدمات الراجحۃ العقلیۃ تساعد القائلین بوفاتہ علیہ السلام الخ روح ص ۳۲۸ ج ۱۵

یٰموسیٰ انی علیٰ علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ انت وانت علیٰ علم من علم اللہ علمک لا اعلمہ	اے موسیٰ میرے پاس اللہ کے علم میں سے ایسا علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے لیکن تو اسے نہیں جانتا اور تجھے بھی اللہ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جو مجھے معلوم نہیں ہے۔

تو اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام غیب نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو بھی علم غیب نہیں تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور علم غیب

حضرت سلیمان علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں بڑے پایہ کے پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن و انس اور طیور و وحوش پر حکومت عطا فرمائی۔ اور انہیں پرندوں کی بولیاں بھی سکھائیں۔ مگر اس کے باوجود جمیع ماکان وما یکون کا علم اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی عطا نہ فرمایا اس کا ثبوت ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد غیر حاضر پایا۔ اس کے متعلق دوسرے حاضرین سے پوچھا کہ کیا ہدہد مجھے ہی نظر نہیں آ رہا یا واقعی وہ ہے ہی غیر حاضر۔

جو اس ساری قوم کے ایمان لانے کا باعث ثابت ہوئی ۔ تو وہ ہد ہد
پر غضبناک نہ ہوئے بلکہ خوش ہوئے ۔ مگر اس کی باتیں سن کر جب ہد ہد
نے ملکۂ سبا کے بارے میں عجیب و غریب معلومات بہم پہنچائیں ۔
تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی باتوں پر یقین نہ آیا ۔ اور اس کے
بیان کا صدق و کذب معلوم کرنے کے لئے ملکۂ سبا کو ایک خط لکھا

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (نمل ع ۲)

سلیمان نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈالدے پھر ان سے ہٹ جا پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں

تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عالم الغیب
نہیں تھے ۔ ورنہ ہد ہد کا صدق و کذب انہیں خود بخود ہی معلوم ہو
جاتا ۔ اور تحقیقات کی ضرورت ہی نہ پڑتی ۔

حضرت یونس علیہ السلام اور علم غیب

حضرت یونس علیہ السلام نے حتی المقدور اپنی قوم کو تبلیغ کی اور عرصہ دراز
تک تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا مگر قوم نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا
اور ہمیشہ تمرد اور سرکشی کرتے رہے ۔ آخر کار حضرت یونس علیہ السلام

اپنی قوم سے ناراض ہوکر اور ان کو عذاب کی بد دعا دیکر حکم الٰہی کے بغیر ہی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے چلتے چلتے دریائے فرات پر پہنچے۔ تو کشتی تیار تھی۔ وہ بھی اسمیں سوار ہو گئے۔ ملاح نے لنگر اٹھایا اور کشتی چلدی۔ دریا کے وسط میں پہنچ کر کشتی ڈگمگانے لگی اور اس کے ڈوب جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ تو وہ اپنے عقیدے کے مطابق کہنے لگے۔ کہ اس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے جب تک اسے کشتی سے اتار نہ دیا گیا۔ اسوقت تک کشتی کنارے نہیں لگ سکتی۔ اب حضرت یونس علیہ السلام متنبہ ہوئے کہ وہ حکم خداوندی کے بغیر آئے ہیں۔ اس لیئے اب ان کے ابتلاء کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آخر کار انھیں دریا میں پھینک دیا گیا۔ یا انھوں نے خود ہی اس میں چھلانگ لگالی۔ تو اللہ کے حکم سے فوراً ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں انہوں نے استغفار کیا۔ اور اپنی لغزش کی معافی مانگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے نجات دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(الانبیاء۔ ع ۶)

اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے۔ جب وہ خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا۔ کہ ہم ان پر داروگیر نہیں کرینگے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا۔ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک

میں ہی بے شک قصوروار ہوں۔

اگر حضرت یونس علیہ السلام عالم الغیب ہوتے۔ اور ان کو معلوم ہوتا کہ ان کے اس طرح بلا اجازت چلے جانے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہوگی اور وہ اسکے عتاب کا نشانہ بنیں گے۔ اور وہ ایک عرصہ تک مچھلی کے پیٹ میں تکلیف اٹھائینگے۔ تو وہ اس طرح قوم سے ناراض ہو کر او خدا کے حکم کا انتظار کئے بغیر کبھی شہر نینوا سے باہر قدم نہ رکھتے۔

حضرت عزیر علیہ السلام اور علم غیب

حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے وہ برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کو یہودی خدا کا بیٹا اور نائب سمجھتے تھے۔ اور انھیں مالک ومختار اور عالم الغیب کرنکار رتے تھے۔ مگر اللہ کا پیغمبر دوسرے پیغمبروں کی طرح غیب نہیں جانتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان شدہ ان کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ بخت نصر نے شہر یروشلم کو بالکل تباہ وبرباد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم یروشلم جاؤ۔ ہم اسکو دوبارہ آباد کرنے والے ہیں جب وہ وہاں پہنچے۔ تو اسکی تباہی اور بربادی کا منظر دیکھ کر حیرت وتعجب کرنے لگے۔ کہ ان کھنڈرات کو اللہ تعالیٰ دوبارہ کس طرح آباد کرے گا۔ انہوں نے اگرچہ بطور تعجب کہا تھا۔ اس سے اللہ کی قدرت میں کسی قسم کے تردد کا اظہار مقصود نہیں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے برگزیدہ پیغمبر سے اتنی سی بات بھی پسند نہ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت

کا اظہار کرنے کے لئے ان پر موت طاری کر دی اور وہ پورے سو سال تک اسی حالت میں پڑے رہے سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمایا۔ قرآن مجید کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ (بقرہ ع)

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اسکو زندہ کر اٹھایا پوچھا تو کتنی دیر اس حالت میں رہا۔ اس نے کہا ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے۔ تو اپنے کھانے پینے کی چیز کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی۔

یہ آیت صراحت سے حضرت عزیر علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرتی ہے۔ اگر ان کو علم غیب ہوتا تو وہ بستی کے کھنڈرات دیکھ کر اسکی دوبارہ آبادی پر قطعاً تعجب اور حیرت کا اظہار نہ کرتے

بلکہ انھیں خود بخود ہی اطمینان ہو جاتا اور انھیں اس آیت کے سمجھنے میں پڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح میں لطافت بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے اسے غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مردے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اس سے ان کے خیال باطل کی بھی تردید ہو گئی۔ اگر مرنے کے بعد ان کو علم غیب حاصل ہو جاتا یا موت کی حالت میں وہ سنتے اور دیکھتے ہوتے تو سو سال کی طویل مدت کو ایک دن یا اس سے بھی کم نہ کہتے۔ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا کہ اس کی شئون اور اس کی تدبیرات کا موں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ علامہ ابو سعود اور سید محمود آلوسی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ليظهر له العجز عن الاحاطة بشئون الله تعالى عز وجل

(تاکہ اپنے [illegible]) حضرت عزیر پر اللہ تعالیٰ کے کاموں کے احاطہ سے ان کا عجز ظاہر ہو جائے

(ابو سعود [illegible] روح المعانی [illegible])

حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی نفی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد عیسائیوں نے ان کو اور ان کی والدہ کو الٰہ اور معبود بنا لیا۔ ان کی عبادت کرنے لگے حاجات و مشکلات میں انھیں پکارنے لگے۔ اور ان کے نام کی نذریں اور منتیں دینے لگے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے کہ اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا کے سوا معبود بنا لینا تو اس کا جو جواب وہ دیں گے، اس کے قرآنی الفاظ ملاحظہ ہوں

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (مائدہ ع ۱۶)

عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں۔ مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے کہا تھا۔ تو آپ کو اس کا علم ہوتا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں جو کچھ ہے۔ وہ ما کان وما یکون ہی تو ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف اعلان کر رہے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وہ اس کو نہیں جانتے۔ قرآن کے اپنے ہی اقرار و اعتراف سے ثابت ہو گیا کہ وہ عالم الغیب نہیں تھے۔ اس آیت کے تحت مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں:-

خود نسفی فرماتے ہیں۔

والمعنی تعلم معلومی ولا اعلم معلومک (مدارک ص ۲۴۳ ج ۱)

اور مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے اسکو تو جانتا ہے۔ اور جو کچھ تیرے علم میں ہے۔ میں اس کو نہیں جانتا۔

علامہ خازن اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

یعنی تعلم ما اعلم ولا اعلم ما تعلم (خازن ص ۹۴ ج ۲) (قرطبی ص ۲۷۶ ج ۶)

یعنی جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تجھے معلوم ہے اور جو کچھ تو جانتا ہے۔ وہ مجھے معلوم نہیں۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

یعنی تعلم ما اخفیہ فی نفسی ولا اعلم ما تخفیہ من المعلومات (تفسیر مظہری ص ۲۲۶ ج ۳)

یعنی جو کچھ میں اپنے دل میں چھپاتا ہوں۔ اسکو تو جانتا ہے۔ اور جو معلومات تو نے (مجھ سے) پوشیدہ کر رکھے ہیں میں انکو نہیں جانتا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے جواب کو جاری رکھتے ہوئے آگے عرض کریں گے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ

میں نے تو ان سے وہی کہا جو آپ نے ان سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا

شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ
أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ
وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيدٌ (مائدہ ع)

بھی رب ہے۔ اور جب تک
میں ان پر مطلع رہا جب تک
ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے
مجھے اٹھا لیا۔ تو آپ ان پر مطلع
رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر
رکھتے ہیں۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف صاف اقرار کیا
ہے کہ اے اللہ! جب تک میں ان میں موجود تھا۔ اس وقت تک
تو ان کے اعمال دیکھتا رہا۔ لیکن جب تو نے مجھے ان میں سے
اٹھا لیا۔ تو پھر مجھے ان کے اعمال کا کوئی علم نہیں تھا۔ تو اس سے
معلوم ہوا کہ وہ غیب دان نہیں تھے۔
امام ابن جریر فرماتے ہیں۔

يقول وانت تشهد
على كل شيء لانه
لا يخفى عليك شيء
واما انا فانما شهدت
بعض الاشياء وذلك ما
عاينت وانا مقيم بين
اظهر القوم فانما انا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے
کہ اے اللہ تو تو ہر چیز پر حاضر
ناظر ہے۔ کیونکہ تجھ سے کوئی
چیز مخفی نہیں۔ لیکن میں تو صرف
بعض باتوں میں موجود تھا۔ یعنی
صرف وہ جو میں نے اپنی آنکھوں سے
دیکھیں جب میں اپنی قوم کے اندر

اشهد علی ذالك الذی عاینت ورایت
(ابن جریر ص۸۳ ج ۷)

موجود تھا۔ اسلئے میں تو صرف انہیں باتوں کی شہادت دے سکتا ہوں جنکو میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ اور معاینہ کیا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ای کنت اشهد علی اعمالهم حین کنت بین اظهرهم
(ابن کثیر ص۱۲۰ ج ۲)

یعنی جب تک میں اپنی قوم کے اندر موجود رہا۔ ان کے اعمال دیکھتا رہا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جن کو بائیں جانب روک لیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے امتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا۔ کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کچھ کیے ہے۔ تو اس کے جواب میں میں وہی کچھ کہوں گا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے۔

یجاء برجال من امتی فیوخذ بهم ذات الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انك لاتدری

قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ لائے جائینگے اور انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائیگا۔ تو میں کہوں گا یہ

ما احدثوا بعدك فاقول كما قال العبد الصالح وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم۔

(صحیح بخاری ص۶۶۵ ج۲)

تو میرے امتی ہیں۔ تو مجھ سے کہا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے۔ کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔ تو میں وہی کچھ کہوں گا۔ جو نیک بندے عیسے نے کہا۔ کہ جب تک ان میں موجود تھا۔ ان پر مطلع رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو تو ان پر مطلع رہا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت عیسے علیہ السلام اپنے بعد کے حالات سے لاعلمی کا اظہار فرمائیں گے۔ اسی طرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس کا اظہار فرمائیں گے۔ اور اس آیت سے جس طرح حضرت عیسے علیہ السلام سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے اسی طرح یہ آیت حضور علیہ السلام سے کلی نفی علم غیب پر دلالت کرتی ہے۔ نیز اس صحیح حدیث سے اس خیال کی بھی تردید ہو گئی۔ کہ قبر میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہفتہ میں ایک بار ساری امت کے نیک و بد اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر عرض اعمال کی روایت صحیح ہو۔ اور واقعی آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ تو پھر قیامت کے دن آپ سے یہ کہنا کس طرح صحیح ہو گا۔ کہ آپ نہیں جانتے۔ کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے تو

اس سے معلوم ہوا۔ کہ عرضِ اعمال کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور جس روایت سے عرضِ اعمال کو ثابت کیا جاتا ہے۔ وہ اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں مرجوح اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک اور واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے بھی صاف صاف علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تبلیغ کرتے رہے۔ مگر یہودیوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ الٹے دشمن بن گئے۔ اور آپ کو قتل کرانے کی سازشیں کرنے لگے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام کو پتہ چلا۔ تو انہوں نے اپنے حواریوں سے مدد چاہی۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۵)

سو جب عیسیٰ نے ان سے انکار دیکھا۔ تو کہا۔ کوئی ایسے آدمی بھی ہیں۔ جو میرے مددگار ہو جائیں۔ اللہ کے واسطے۔ حواری بولے۔ کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے (دین کے) ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور آپ اس کے گواہ رہیے۔ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خطرہ لاحق ہوا۔ کہ کہیں یہودی ان کو قتل نہ کر دیں۔ یا انھیں تکلیف نہ پہنچائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا۔ کہ وہ ان کو یہودیوں کے شر سے محفوظ رکھینگے۔

اور ان کو عزت و اکرام سے آسمان پر اٹھا لیں گے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام
کو علم غیب ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کو جانتے ہوتے
تو وہ یہودیوں کے کفر و انکار سے نہ گھبراتے اور حواریوں کو مدد کے
لئے نہ بلاتے۔

بریلوی دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم غیب ثابت کرنے کے لئے بریلوی
مبلغین اور مناظرین نے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں مگر
اللہ کے اٹل فیصلہ کو کون بدل سکتا ہے۔ بریلوی مبلغوں کا کہنا
ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام نے اپنی قوم میں یہ اعلان فرمایا تھا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
(آل عمران ع ۵)

اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو کچھ رکھ آتے ہو۔ بلاشبہ اس میں (میری نبوت) کی کافی دلیل ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کو بتا دیتے تھے
کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں اور کیا رکھ کر آئے ہیں تو اس سے ثابت

ہوا کہ وہ غیب جانتے تھے۔

جواب :- اس سے تو صرف اتنی سی بات معلوم ہوئی کہ وہ حضرت عیسیٰ ہی قوم کے بارے میں یہ بتلاتے تھے کہ انہوں نے کیا کھایا اور کیا رکھا اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ وہ دنیا کے ہر ہر انسان کے بارے میں پوشیدہ راز بتلاتے تھے۔ نیز اس سے یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم کی ہر پوشیدہ بات کو جانتے تھے۔ وہ اپنی قوم کو بتاتے تھے کہ انہوں نے کیا کھایا ہے۔ اور کیا بچا کر رکھا ہے یہ بطور اعجاز اور منجملہ دوسرے معجزوں کے یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ اس سے صرف دو جزئیات (کیا کھایا اور کیا رکھا) کے متعلق اطلاع اور صرف اپنی قوم کا علم ثابت ہوتا ہے جو محل بحث نہیں۔ علم غیب کلی اور تفصیلی اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ سید محمود آلوسی حنفی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں۔

وعلى سائر التقادير فالمراد الاخبار بخصوص هذين الامرين كما يشعر به النظم (روح المعانی ص۱۷۰ ج ۳)

اور بہر حال اس سے خاص طور پر ان دو ہی باتوں کی خبر دینا مراد ہے جیسا کہ نظم سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

یعنی یہ مراد نہیں کہ وہ تمام مغیبات کی خبر دیتے تھے بلکہ وہ بطور اعجاز صرف ان دو باتوں ہی کی خبر دیتے تھے۔ اور وہ بھی

اپنی قوم ہی کے بارے میں نہ کہ تمام دنیا کے ہر فرد بشر کے بارے میں۔

اس باب کو اب ایک ایسی آیت پر ختم کیا جاتا ہے جو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے علم غیب کی نفی پر نص صریح ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ط قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ	جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے۔ پھر ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو کیا جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں۔ آپ بے شک پوشیدہ باتوں کے
(مائدہ ع ۱۵)	

پورے جاننے والے ہیں۔

یہ آیت نص صریح ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوگا کہ جب تم نے اپنی امتوں کو میرا پیغام پہنچایا تو تمہیں ان کی طرف سے کیا جواب ملا تو تمام انبیاء علیہم السلام اس بات کا اعتراف کریں گے کہ اے اللہ ہمیں تو معلوم نہیں۔ ان کے دلوں میں کیا تھا۔ اور پوشیدہ باتوں کا علم تو صرف تجھے ہی ہے اور ہر غیب تو ہی جانتا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔

علامہ قرطبی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

معناہ لاعلم لنا بباطن　　　اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے

ما اجابت به اممنا (قرطبی ص۳۶۱ ج ۶)

امتوں نے جو کچھ ہمیں جواب دیا تھا۔ اسکے باطن کا ہمیں علم نہیں

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

فنعلم ما غاب عنا ونحن لا نعلم الا ما نشاهده (تفسیر مظہری ص۲۲ ج ۳)

تو پھر اس بات کو جانتا ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے اور ہم صرف اسی بات کو جانتے ہیں جس کو آنکھوں سے دیکھ لیں۔

امام رازی فرماتے ہیں:۔

الوجه الثالث فی الجواب وهو الاصح وهو الذی اختاره ابن عباس انهم انما قالوا لا علم لنا لانک تعلم ما اظهروا وما اضمروا ونحن لا نعلم الا ما اظهروا (کبیر ص۴۹۶ ج ۳)

تیسرا جواب یہ ہے اور وہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت ابن عباس نے اسے پسند کیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم کو علم نہیں کیونکہ تو وہ بھی جانتا ہے جو کچھ انہوں نے ظاہر کیا اور جو کچھ انہوں نے پوشیدہ رکھا اور ہم تو صرف وہی کچھ جانتے ہیں۔ جو انہوں نے ظاہر کیا۔

علامہ نسفی رقمطراز ہیں۔

لا علم لنا باخلاص قومنا ودليله انك انت علام الغيوب (ص۲۳ ج ۱۰)

ہم تو اپنی قوم کے اخلاص کا علم نہیں، اس کی دلیل یہ ہے بیشک تو ہی۔

تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔

مفسر ابو السعود فرماتے ہیں۔

تعلم ما ابدوا واظهروا لنا وما اخفيتم مما اضمروا في قلوبهم (ابو السعود صفحہ ۲۹۸ ج ۳)

جو کچھ انہوں نے جواب دیا اور ہمارے سامنے ظاہر کیا۔ تو اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ انہوں نے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا جسے ہم نہیں جانتے تو اسے بھی جانتا ہے۔

علامہ ابو حیان فرماتے

قال ابن ابی الفضل الاصح ما ذکرہ ابن عباس ای تعلم ما اظهروا وما اضمروا ونحن لا نعلم الا ما اظهروا (البحر المحیط صفحہ ۴۹۸ ج ۴)

ابن ابی الفضل کہتے ہیں کہ زیادہ صحیح وہی ہے جسے ابن عباس نے پسند کیا ہے یعنی جو کچھ انہوں نے ظاہر کیا اور جو کچھ پوشیدہ رکھا۔ تو سب کچھ جانتا ہے اور ہم صرف وہی کچھ جانتے ہیں جسے انہوں نے ظاہر کیا

امام فخر الدین رازی اس آیت کی ایک توجیہ فرماتے ہیں کہ یہ سوال انبیاء علیہم السلام کی وفات سے بعد والے زمانے کی بابت ہے یعنی سوال یہ ہوگا کہ تمہارے بعد تمہاری امتوں نے کیا کیا تو انبیاء علیہم السلام جواب دیں گے۔

[illegible] لا علم لنا [illegible] انبیاء علیہم السلام کہیں گے کہ ہمیں

چوتھا باب

اس میں قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی کل غیب نہیں جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں سے انبیاء کرام کو منتخب فرمایا پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوبیاں عطا فرمائیں جو اور کسی کو نہیں دیں، اور علم و حکمت میں بھی آپ کو سب میں ممتاز فرمایا مگر کلی علم غیب جو خاصۂ خداوندی ہے اس میں آپ کو شریک نہیں کیا گیا قرآن مجید کی متعدد آیات اس پر نص صریح ہیں۔

پہلی آیت

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (انعام ع ۵)	آپ کہہ دیجیے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں، اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزوں کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اول یہ کہ میں اللہ کے خزانوں

کا مالک و مختار نہیں ہوں۔ دوم یہ کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں سوم یہ کہ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ کیا اس نص قطعی کے مقابلہ میں قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت یا احادیث کے ذخیرہ میں کوئی صحیح حدیث موجود ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا ہو۔ کہ میں غیب جانتا ہوں۔ یا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہو۔ کہ میرا پیغمبر غیب جانتا ہے۔ حاشا وکلا! افسوس ہے۔ کہ اس نص صریح کی موجودگی میں بد عقیدہ لوگوں نے یہ مشرکانہ عقیدہ تراش رکھا ہے۔ کہ آپ کل غیب جانتے ہیں

بریلوی تاویلات

جب بریلوی حضرات نے دیکھا۔ کہ یہ آیت تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی پر نص صریح و حجت قطعی ہے۔ اس سے ان کے سارے قبوری دین کی عمارت گری جا رہی ہے۔ تو اپنی عادت کے مطابق اس آیت کی معنوی تحریف کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے اس آیت کا یہ جواب دیا۔ کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ نہ کہ عطائی کی۔ بلکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں ذاتی اور بالاستقلال علم غیب کی نفی مراد ہے۔ عطائی اور بواسطہ علم غیب کی نفی مقصود نہیں (الکلمۃ العلیا صفحہ [illegible])

جواب: افسوس ہے۔ کہ ان لوگوں کو علم و دیانت سے کوئی واسطہ نہیں

قرآن کا مفہوم بگڑ جائے۔ کلام اللہ کا اسلوب بیان مختلف ہو جائے۔
ان کی بلا سے نہیں تو ہر طریقہ سے اپنے محدود دین و مذہب کے
لئے اپنی تائید پیدا کرنا ہے۔ خواہ انھیں اس مقصد کی خاطر اپنے
علم و فہم اور دین و امانت کی قربانی ہی کیوں نہ پیش کرنی پڑے۔ اگر علم و دیانت
سے کام لیتے ہوئے اس آیت کے سیاق و سباق پر ذرا غور کیا جائے
تو اس مقدس کلام کا مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ تفسیر کبیر
حوالے سے آگے آ رہا ہے۔ کہ مشرکین نے حضور علیہ السلام سے کہا تھا
کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ ہمیں آئندہ حالات کی خبر دیا
کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مشرکین کا مقصد تو صرف
آئندہ حالات معلوم کرنا تھا۔ حضور علیہ السلام خواہ ان کو ذاتی علم کے
ذریعے بتا دیں۔ یا عطائی کے ذریعے لیکن آپ نے ان کے جواب
میں نفی فرما کر صاف اعلان کر دیا کہ میرے پاس آئندہ واقعات کا علم
نہیں ہے۔ تاکہ میں تم کو بتا سکوں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ عطائی طور
پر بھی آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ ہماری عبارتوں میں علم غیب کی نفی سے
کلی اور محیط علم غیب کی نفی مراد ہے جزئی عطائی غیب کی نفی نہیں۔
کیونکہ وہ تو آپ کو حاصل تھا۔

اور کبھی یوں تاویل فرماتے ہیں۔ کہ یہاں آپ نے اپنی ذات
سے علم غیب کی نفی بطور تواضع فرمائی ہے۔ نہ کہ حقیقۃً

(الکلمۃ العلیا ص۱۰۰)

جواب - یہ بھی قرآن کی بدترین تحریف ہے۔ اور منشاء خداوندی کے
سراسر خلاف ہے۔ اس آیت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ذات
گرامی سے علم غیب کی نفی از خود نہیں فرما رہے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم
سے فرما رہے ہیں۔ اور وہ بھی مشرکین کے ایک اوٹ پٹانگ مطالبہ
کے جواب میں۔ اسلئے یہاں تو منع کی بحث نہیں آسکتی۔

اور کئی بیباک یوں بھی کہہ دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت
میں حضور علیہ السلام کو اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کرنے کا حکم نہیں
دیا۔ بلکہ غیب دانی کا دعویٰ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی آپ غیب
تو جانتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے
یہ کہیں۔ کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں۔

جواب :- یہ قرآن مجید کے ساتھ اور خدا و رسول کے ساتھ
کھلا ہوا استہزاء اور تمسخر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تو یہ
حکم دیا تھا۔ کہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (سورۃ الضحیٰ) آپ
شکر نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے الطاف کا اظہار کریں۔ نہ یہ کہ ان
کو چھپائیں۔ نیز اگر آیت کے اس حصے کا یہ مطلب ہے۔ تو اس کے آخری
حصے کا مطلب بھی پھر یہ ہوگا۔ کہ حقیقت میں آپ تھے تو فرشتہ لیکن
اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرنے سے منع فرما دیا۔
حالانکہ یہ قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔
اب آگے مفسرین امت کی آراء ملاحظہ ہوں جن میں آپ کو

کل تانا بانا ٹوٹتا ہوا نظر آئے گا۔ اور آیت کریمہ کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ نسفی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کے لئے علم غیب کا ثبوت عقلاً محال اور مستبعد ہے۔

ای لا ادعی ما یستبعد فی العقول ان یکون لبشر من ملک خزائن اللہ و علم الغیب و دعوی الملکیۃ (مدارک ص ج ۲)	یعنی میں کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتا ہوں۔ جو عقلاً بعید ہو۔ مثلاً یہ کہ بشر کے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہوں۔ یا اسے علم غیب ہو۔ یا وہ فرشتہ ہو۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

ولا اعلم الغیب حتی اخبرکم بما مضی وبما سیکون من غیر وحی من اللہ (تفسیر مظہری ص ۲۶۶ ج ۳)	اور میں غیب نہیں جانتا ہوں۔ تاکہ تم کو گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اللہ کی طرف سے وحی کے بغیر خبر دوں۔

مالک خزائن اور عالم الغیب ہونا چونکہ لوازم الوہیت میں سے ہیں۔ اسلئے حضور علیہ السلام سے ان صفات کی نفی کرائی گئی۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔

قل لھؤلاء المنکرین نبوتک لست اقول لکم انی الرب الذی لہ خزائن	آپ ان منکرین نبوت سے کہیں۔ کہ میں کوئی تمہارے رب ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہا ہوں جس کے

السموات والارض واعلم غيوب الاشياء الخفية التي لا يعلمها الا الرب الذي لا يخفى عليه شيء فتكذبوني فيما اقول (ابن جرير ص۱۱ ج ۷)

قبضہ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں اور نہ ہی یہ دعوی کر رہا ہوں کہ ان پوشیدہ چیزوں کا غیب جانتا ہوں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں تاکہ تم میری تکذیب کرو۔

علامہ ابو حیان اندلسی تحریر فرماتے ہیں۔

والا ظاهر انه يريد انه بشر لا شيء عنده من خزائن الله ولا من قدرته ولا يعلم شيئا مما غاب عنه قاله ابن عطية (البحر المحيط ص۱۳۳ ج ۲)

اور زیادہ ظاہر معنی یہی ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ بشر ہیں اللہ کے خزانوں اور اسکی قدرت سے ان کے پاس کچھ نہیں اور نہ وہ کسی ایسی بات کو جانتے ہیں جو ان سے پوشیدہ ہو یہ ابن عطیہ کا قول ہے۔

امام بغوی اور علامہ خازن رقمطراز ہیں۔

ولا اعلم الغيب فاخبركم بما مضى وما سيقع في المستقبل۔ (معالم وخازن ص۱۱ ج ۲)

اور میں غیب نہیں جانتا ہوں۔ تاکہ تمہیں گزشتہ واقعات اور آئندہ آنے والے حالات کی خبر دوں۔

امام رازی لکھتے ہیں :-

ان القوم کانوا یقولون ان کنت رسولا من عند اللہ فاخبرنا عما یقع فی المستقبل من المصالح والمضار حتی نستعد لتحصیل تلک المصالح و لدفع تلک المضار فقال تعالیٰ قل انی لا اعلم الغیب فکیف تطلبون منی ھذہ المطالب (تفسیر کبیر [illegible])

کافر کہتے تھے کہ اگر تم اللہ کے سچے رسول ہو تو ہمیں بتاؤ کہ آئندہ ہمیں کیا کیا فائدے اور نقصانات پہنچنے والے ہیں تاکہ ہم ان فوائد کو حاصل کرلیں اور ان نقصانات سے بچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں۔ کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں اسلئے تم اس قسم کے مطالبات مجھ سے کیوں کرتے ہو۔

مفسرین کے مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ علم غیب صفات الوہیت میں سے ہے۔ اس لئے اس کا ثبوت کسی بشر کے لئے ناممکن اور محال ہے اور بریلوی تاویلات سراسر باطل ہیں۔

دوسری آیت

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ

آپ کہہ دیجئے۔ کہ میں اپنی ذات کے لئے نہ کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے

وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ　　اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا
(اعراف ع ۲۳)　　ہوتا۔ تو میں بہت سے منافع
حاصل کر لیتا۔ اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی "

اس آیت میں بھی آپ کو صاف صاف اعلان کرنے کا حکم ملا ہے کہ میں اپنے نفع و ضرر کا بھی اختیار نہیں رکھتا ہوں کیونکہ ہر نفع حاصل کر لینا اور ہر ضرر سے بچ جانا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مجھے غیب کا علم ہو۔ اور میں غیب تو جانتا نہیں ہوں اگر میں غیب کی تمام باتیں جانتا ہوتا۔ تو دنیا کے تمام منافع حاصل کر لیتا۔ اور کسی تکلیف اور مضرت کو اپنے قریب تک نہ آنے دیتا چونکہ میں غیب نہیں جانتا ہوں۔ اسی لئے کئی منافع مجھ سے فوت ہو جاتے ہیں اور کئی تکلیفیں اور مضرتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ آپ کی ذات گرامی سے نفی علم غیب کے سلسلہ میں یہ لفظ کس قدر صریح اور واضح ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو راہ حق میں کئی زبردست تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو ان تکالیف کے آنے سے پہلے ہی ان سے بچاؤ کی تدبیریں سوچ لیتے۔ اور ان سے بچ جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

بریلوی تاویلات

اس آیت کا جواب دینے میں بھی بریلویوں نے ایڑی چوٹی کا

زور لگایا۔ اور تحریف و تلبیس کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس آیت میں لوکنت فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اسلئے اس آیت سے علم غیب کی نفی زمانہ ماضی میں ثابت ہوئی۔ نہ کہ زمانہ حال اور مستقبل میں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اسوقت واقعی آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ اس کے بعد آپ کو علم غیب کلی عطا کر دیا گیا۔ چنانچہ ان کے صدر الافاضل مولوی حکیم نعیم الدین مراد آبادی الکلمۃ العلیا ص[illegible] میں فرماتے ہیں۔

"آیۂ شریفہ میں لفظ لوکنت اعلم اور لاستکثرت اور ما مسنی سب صیغے ماضی کے ہیں۔ جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتے ہیں..... اگر بالفرض آیت میں انکار ہے۔ تو زمانہ گذشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے..... اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے اس کا علم نہ ہوگا۔ پس اگر آیت میں بیان ہے۔ تو اسوقت کا بیان ہے۔ کہ حضور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہ دی گئی تھی۔ نہ اس کے بعد کا الخ"

یہ عذر بالکل لایعنی اور غیر معقول ہے۔ اول اسلئے کہ کلمہ لَوْ جس طرح زمانہ ماضی میں مستعمل ہے اسی طرح کبھی وہ علی الاطلاق ہر زمانہ میں انتفاء شرط پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لو کان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا ظاہر ہے کہ یہ

انتفاء الیہ زمانہ ماضی سے مخصوص نہیں اسی طرح زیر بحث آیت میں علم غیب کی نفی زمانہ ماضی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔

دوم اسلئے کہ تمام منافع کے حاصل کرنے اور ہر قسم کی تکلیفوں سے بچنے کو علم غیب پر مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو تمام منافع حاصل کر لیتے اور تمام مضار سے بچ جاتے۔ مگر حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک ایک ورق شاہد ہے کہ آپ زندگی کے آخری لمحات تک نہ تو تمام منافع حاصل کر سکے اور نہ ہی تمام تکلیفوں سے بچ سکے بلکہ کئی منافع آپ سے فوت ہو گئے۔ اور کئی تکلیفیں آپ کو پہنچیں۔ اس لئے اس آیت میں علم غیب کی نفی زمانہ گذشتہ سے مخصوص نہیں بلکہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل میں بھی مستمر اور جاری ہے۔

دوسری تاویل ان کے صدر الافاضل سید نعیم الدین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفع و ضرر کے ذاتی اختیار اور اسی طرح ذاتی علم غیب کی نفی مراد ہے۔ فرماتے ہیں " اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی۔ اور میں بھلائی جمع کر لیتا۔ اور برائی نہ پہنچنے دیتا .... تو حاصل کلام یہ ہوگا۔ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین و کافرین تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا۔ اور تمہارے کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی " (حاشیہ قرآن مجید ص۲)

یہ تاویل نہیں بالکل سراسر تحریف ہے جن مشرکوں کے جواب
میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ان کو بھی یہ معلوم تھا۔ کہ آپ ذاتی طور
پر غیب نہیں جانتے۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ آپ اپنے عطائی
علم کے ذریعے نرخ کی گرانی سے پہلے ہم کو ارزانی کی خبر دیا کریں۔ تاکہ ہم
سستا مال خرید کر مہنگائی کے وقت بیچ کر نفع حاصل کر لیا کریں چنانچہ
ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ان اھل مکۃ قالوا یا محمد الا یخبرک ربک بالسعر الرخیص قبل ان یغلو فنشتریہ فنربح عند الغلاء الخ

اہل مکہ نے کہا تھا۔ اے محمد کیا تمہارا پروردگار تم کو بھاؤ کی مہنگائی کے پہلے اس کی ارزانی کی اطلاع نہیں دے دیتا۔ تاکہ ہم مال خرید لیا
کریں اور مہنگائی کے وقت نفع کما لیا کریں۔

اہل مکہ کے یہ الفاظ غور سے دیکھئے کہ کیا تمہارا پروردگار تم کو
نہیں بتاتا۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کا سوال علم ذاتی سے متعلق
تھا ہی نہیں۔ ان کا سوال آپ کے علم عطائی ہی سے تھا۔ اور اس کی
بھی آپ نے نفی فرما دی۔ کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو خود بھی تمام
نفع جمع کر لیتا۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ دوسری بات یہ ہے
کہ منافع حاصل کرنے اور مضرتوں سے بچنے کے لئے علم ذاتی کی ضرورت
نہیں۔ اس مقصد کے لئے علم عطائی بھی کافی ہے چنانچہ ہر انسان اپنے
علم کے مطابق فوائد حاصل کرتا اور مضار سے بچتا ہے حالانکہ کسی کا

علم عطائی ہے نہ کہ ذاتی۔

اسی طرح آیت بالا میں نفع وضرر کے ذاتی اختیار کی نفی مراد لینا بھی سراسر جہالت اور تلعب بالآیات ہے۔ نفع حاصل کرنے اور ضرر سے بچنے کے لئے عالم اسباب میں نفع وضرر کا عطائی اختیار ہی کافی ہے۔ اس لئے آیت بالا میں علم غیب بھی عطائی اور کلی کی نفی ہے اور نفع وضرر کے اختیار بھی عطائی اور ما فوق الاسباب کی نفی ہے۔

اب آگے مفسرین امت کی آراء ملاحظہ ہوں۔ ان سے بھی آپ کو بریلوی تاویلات کی رکاکت معلوم ہو جائے گی۔ چنانچہ امام ابن جریر اور امام بغوی ابن زید کا قول نقل فرماتے ہیں۔

قال ابن زید: لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء قال لاجتنبت ما یکون من الشر واتقیتہ (ابن جریر ص ۹ ج ۹ معالم ص ۲۲۶ ج ۲)

ابن زید کا یہ قول کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی یعنی میں برائی سے بچنے کی سوچ لیتا اور اس سے بچ جاتا۔

علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں:۔

ظاہر قولہ ولو کنت اعلم الغیب انتفاء العلم عن الغیب علی جہۃ عموم الغیب کما روی عنہ لا اعلم

اور لو کنت اعلم الغیب سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کلی اور تفصیلی علم غیب کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ آپ سے منقول ہے

ما دریٰ اعرضھن الجدار الا ان یعلمنیہ ربی (البحر المحیط ص۲۳۶ ج۴)

کہ اللہ کے بتائے بغیر جو کچھ اس دیوار کے پیچھے ہے میں اس کو بھی نہیں جانتا۔

علامہ نسفی رقمطراز ہیں :-

ان انا الا عبد ارسلت نذیرا وبشیرا وما من شانی ان اعلم الغیب (مدارک ص۶۸ ج۲)

میں تو صرف ایک بندہ ہوں۔ جو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میری یہ شان نہیں۔ کہ میں غیب جانوں۔

علامہ سید محمود آلوسی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

المراد نفی استمرار علمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الغیب۔ (روح المعانی ص۱۳۷ ج۹)

اس آیت میں آپ سے علم غیب کی نفی سے مراد یہ ہے کہ آپ دائماً یعنی ہر وقت غیب نہیں جانتے تھے۔

سوال یہ تھا۔ کہ اس آیت میں آپ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ آپ نے غیب کی بہت سی باتوں کی خبر دی۔ جو بعینہ آپ کی خبر کے مطابق واقع ہوئیں۔ تو علامہ آلوسی اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ آیت میں آپ سے علم غیب کے استمرار کی نفی ہے یعنی آپ ہر وقت اور ہر چیز کا غیب نہیں جانتے۔ اسلئے اگر احیاناً بعض غیبی چیزوں کا علم آپ کو من جانب اللہ حاصل ہو جائے۔ تو وہ اس

آیت کے منافی نہیں۔

اور علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں۔

لا املک لنفسی اجتلاب نفع ولا دفع ضر فکیف املک علم الغیب
(البحر المحیط ص ۴۳۶ ج ۴)

میں تو اپنے لئے نہ کسی نفع کو حاصل کرنے اور نہ کسی تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتا ہوں۔ تو علم غیب میرے اختیار میں کہاں۔

کچھ مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس آیت میں غیب سے مراد قیامت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا کہ وہ کب آئے گی۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔

ولو کنت اعلم الغیب ای متی الساعة لاخبرتکم حتی تؤمنوا وما مسنی السوء بتکذیبکم۔
(معالم ص ۲۲۶ ج ۲)

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ یعنی یہ کہ قیامت کب آئے گی تو تم کو بتا دیتا تاکہ تم ایمان لے آتے اور تمہاری تکذیب کی وجہ سے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

اور علامہ خازن لکھتے ہیں۔

ولو کنت اعلم الغیب لاعلمتکم بوقت قیام الساعة حتی

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو تمہیں بتا دیتا کہ قیامت کب

تؤمنوا وما يسعني نسوة نبي تولك شعر لو كنت نبيا لعلمت متى تقوم الساعة (ابن حزم صفحہ ۲۲۶ ج ۲)

آئیگی۔ تاکہ تم ایمان لے آتے۔ اور مجھے تمہاری اسباب سے تکلیف نہ پہنچتی۔ کہ اگر تو نبی ہوتا۔ تو تجھے معلوم ہوتا کہ قیامت کب آئیگی

علم قیامت کے خاصۂ خداوندی ہونے کی مزید تحقیق اگلی آیت کے تحت آرہی ہے۔

تیسری آیت

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○ (اعراف ع ۲۳)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیجئے اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے مگر اس کو اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی اور ظاہر نہیں کرے گا۔ وہ آسمان و زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آپڑیگی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی تحقیقات کرچکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے۔ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

[illegible] بڑا سوال [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible]

کہ اگر آپ خدا کے سچے نبی ہیں۔ تو ہمیں بتائیے کہ وہ قیامت کب آئیگی
جس سے آپ ہمیں بار بار ڈراتے ہیں۔ مشرکین کے ذہنوں میں رسالت
اور نبوت کا تصور ہی غلط بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر کیلئے
مافوق البشر اور عالم الغیب ہونا ضروری ہے۔ اسلئے وہ اس قسم کے
بیہودہ سوالات کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین
کے اسی سوال کا جواب دیا ہے۔ اور نہایت ہی بلیغ اور موکد طریقہ سے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت کے اللہ کے ساتھ مخصوص
ہونے اور اپنی ذات سے اسکی نفی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے اس آیت میں مختلف پیرایوں میں اس حقیقت کو بیان فرمایا
کہ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور اس نے اپنی ساری مخلوق
میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں دیا۔

اول کلمۂ حصر اِنَّمَا سے حضور علیہ السلام کو اس بات کا اعلان
کرنے کا حکم دیا کہ قیامت کا علم صرف میرے پروردگار ہی کے پاس ہے
اور کسی کے پاس نہیں۔ دوم لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ۔ یعنی جب
قیامت کے ظہور کا وقت آئے گا۔ تو اس وقت اس کو اللہ کے سوا
اور کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ سوم ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
یعنی یہ مسئلہ زمین و آسمان کی ساری مخلوق سے پوشیدہ اور مخفی ہے
چہارم لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً یعنی قیامت کا علم تو قطعی طور پر
کسی کو نہیں۔ اسلئے وہ جب آئے گی۔ تو اچانک [illegible]

(یسئلونک کانک حفی عنہا) یعنی آپ سے قیامت کے بارے میں اسطرح سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اسکی تحقیق کرچکے ہیں اور اس کا علم رکھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (قل انما علمہا عند ربی) یہاں پھر کلمہ حصر کو دہرا کر صاف صاف اعلان فرما دیا کہ اللہ کے سوا قیامت کا علم کسی کے پاس نہیں گویا ایک آیت میں غیر اللہ سے علم قیامت کی نفی پر چھ مستقل دلیلیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

امام المفسرین ابن جریر حضرت قتادہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

یقول علمها عند الله هو یجلیها لوقتها لا یعلم ذالک الا الله (ابن جریر ص ۹۴ ج ۹)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس کو اس کے وقت پر وہی ظاہر کرے گا اللہ کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

علامہ خازن اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں۔

ای لا یعلم الوقت الذی تقوم فیه الا الله استأثر الله بعلمها فلم یطلع علیه احد (خازن ص ۲۶۵ ج ۲)

یعنی جس وقت میں قیامت قائم ہوگی اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا علم اللہ نے اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے۔ اور

کسی کو اس کا علم نہیں۔

امام سدی کبیر فرماتے ہیں۔

ثقلت فی السموات والارض یقول خفیت فی السموات والارض فلم یعلم قیامها ملک مقرب ولا نبی مرسل (ابن جریر ص ج ۹)

اللہ تعالیٰ کے قول ثقلت فی السموات والارض کا مطلب یہ ہے کہ قیامت زمین و آسمان میں (رہنے والی تمام مخلوق پر) مخفی ہے۔ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔

امام نسفی حنفی فرماتے ہیں:-

ای علم وقت ارسائها عنده قد استأثر به لم یخبر به احدًا من ملک مقرب ولا نبی مرسل (مدارک ص ج ۲)

یعنی قیامت قائم ہونے کا وقت صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس علم کو اس نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتے کو دی ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔

امام بغوی شافعی تحریر فرماتے ہیں:-

استأثر بعلمها ولا یعلمها الا ہو (معالم التنزیل ص ۲۶۵ ج ۲)

اللہ نے قیامت کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر لیا۔ اور اس کے سوا

اسے کوئی نہیں جانتا۔

علامہ ابوالسعود حنفی فرماتے ہیں:۔

معنیٰ کونہ عندہٗ تعالیٰ خاصۃ انہ قد استأثر بہ بحیث لم یخبر بہ احدا من ملک مقرب او نبی مرسل (ابو السعود ص ۲۸۲ ج ۲)

علم قیامت کا صرف اللہ ہی کے پاس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا علم اس طرح اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمالیا ہے کہ کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل تک کو اس کی خبر نہیں دی۔

مفسرین حضرات کی ان تصریحات سے اس آیت کا مفہوم واضح ہوگیا۔ کہ قیامت قائم ہونے کا معین وقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ ہی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا عبارتوں میں امام نسفی اور علامہ ابوالسعود نے یہ بھی صراحت فرمادی ہے۔ کہ قیامت کا علم عطائی بھی کسی کو حاصل نہیں۔

چوتھی آیت

یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللہِ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا۔ (احزاب ع ۸)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے۔ اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے۔ آپ کو اس کی کیا

خبر کہ قیامت قریب ہی ہو۔

اس آیت میں اَلسَّاعَۃ سے مشرکین اور یہود مراد ہیں مشرکین از راہ شرارت اور عجلت اور یہود از راہ امتحان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں اسلئے میں تم کو نہیں بتا سکتا۔ اس آیت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمہ حصر اِنَّمَا کے ساتھ علم قیامت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے کا حکم دیا گیا۔ علامہ ابو السعود حنفی اور علامہ خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی ان اللہ تعالیٰ قد استأثر	یعنی اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم
بہ ولم یطلع علیہ نبیا	اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور
ولا ملکا (ابو السعود ص۲۰۳	کسی فرشتے اور نبی کو اس کی
ج ۲ و خازن ص۲۲۸ ج ۵ والفظ لہ)	اطلاع نہیں دی

علامہ ابن صفی حنفی فرماتے ہیں۔

قل اِنَّمَا علمہا عند اللہ	کہہ دیجئے۔ کہ قیامت کا علم
لم یطلع علیہ احدا	صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔
(جامع البیان ص۳۶۶)	اس نے اس کی کسی کو خبر نہیں دی

قاضی بیضاوی شافعی فرماتے ہیں۔

قل انما علمہا عند اللہ	فرما دیجئے سوا اس کے نہیں کہ

لم نطلع عليها ملكا ولا نبيا (تفسیر بیضاوی کا مقاتہ قرآن ص ۲)	قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس لئے اس کی خبر نہ کسی فرشتے کو دی ہے۔ اور نہ ہی کسی نبی کو۔

یہاں بھی مفسرین کرام نے علم قیامت کے غیر کو عطائی طور پر حاصل ہونے کی بھی نفی فرما دی ہے۔

اس آیت کے سلسلہ میں حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی غنیۃ الطالبین میں موجود ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے پانچویں حصہ میں منقول ہو گا۔

پانچویں آیت

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ (سورہ ملک ع ۲)	اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا۔ آپ کہہ دیجے کہ یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو محض صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اس آیت میں بھی کافروں کے اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ جس حشر نشر سے ہم کو ڈرایا جا رہا ہے۔ اور جس قیامت کا ہم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہ کب آئے گی۔ تو اس کا بھی آپ کو یہی جواب دینے کا حکم دیا گیا۔ کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ نہ میں جانتا ہوں اور نہ ہی

کوئی اور پیغمبر یا فرشتہ۔

قاضی بیضاوی اور علامہ ابو السعود اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں :-

ای العلم بوقت مجیئ الساعۃ عندہٗ عزوجل لا یطلع علیہ غیرہٗ (بیضاوی ص ۔ والابو السعود ص ۲۵۸ ج)	یعنی قیامت قائم ہونے کا وقت صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں۔

مفسر قرطبی اس آیت کی تفسیر میں راقم ہیں۔

ای قل لھم یا محمد علم وقت قیام الساعۃ عند اللہ فلا یعلمہٗ غیرہٗ (قرطبی ص ۳۲۲ ج ۱۸)	یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیں کہ قیامت قائم ہونے کا وقت صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

ای العلم بوقتہ عند اللہ عزوجل لا یطلع علیہ غیرہٗ عزوجل (روح المعانی ص ۳ ج ۲۹)	یعنی اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت اللہ ہی کو معلوم ہے اس کی ذات گرامی کے سوا کسی کو اسکی خبر نہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ای لا یعلم وقت ذالک علی التعیین الا اللہ عزوجل (ابن کثیر صـ۳۱۹ج۲)

یعنی قیامت ہونے کا معین وقت اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

مندرجہ بالا تینوں آیتیں علم قیامت سے متعلق ہیں، اور اس بات پر نص صریح ہیں، کہ قیامت قائم ہونے کا معین وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہیں تھا تمام مفسرین نے ان آیتوں کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

چھٹی آیت

قُل اِنَّمَا یُوحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ فَاِنْ تَوَلَّوا فَقُلْ اٰذَنْتُکُمْ عَلٰی سَوَآءٍ وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝ (انبیاء ع ۷)

کہہ دیجیے، میرے پاس تو صرف یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اب تم مانتے ہو (یا نہیں)، پھر اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو آپ فرما دیجیے، کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں۔ اور میں یہ نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ ہوا آیا وہ قریب ہے یا دور۔

اس آیت میں ما توعدون سے یا تو قیامت مراد ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا عذاب۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر مشرکین

توحید سے اعراض کریں۔ اور یہ مطالبہ کریں۔ کہ جس قیامت سے تم ہم کو ڈراتے ہو۔ یا توحید کا انکار کرنے کی صورت میں جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے ہو۔ وہ کب آئے گا۔ تو فرمایا۔ کہ اس کے جواب میں صاف اعلان کر دو۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ دور ہے یا نزدیک۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت یا عذاب کے معین وقت کا معلوم نہ ہونا ہی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ مفسرین کرام نے اسکی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ مفسر نسفی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں :-

ای لا ادری متی یکون یوم القیمة لان اللہ تعالیٰ لم یطلعنی علیہ ولکن اعلم بانه کائن لا محالة او لا ادری متی یحل بکم العذاب ان لم تؤمنوا (مدارک ص۱ ج۳)

یعنی میں نہیں جانتا۔ کہ قیامت کب آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے معین وقت کی اطلاع نہیں دی۔ البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں۔ کہ وہ آئے گی ضرور۔ یا یہ کہ میں نہیں جانتا۔ کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے۔ تو تم پر اللہ کا عذاب کب آئے گا

علامہ قرطبی حضرت ابن عباس کا قول نقل فرماتے ہیں :-

یعنی اجل یوم القیامة لا یدریه احد لا نبی مرسل ولا ملک مقرب

یعنی قیامت کا معین وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نہ کوئی

قالہ ابن عباس
(قرطبی صفحہ ۳۵ ج ۱۱)

نبی مرسل اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ
یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے

علامہ خازن فرماتے ہیں:-

یعنی یوم القیامۃ لا یعلمہ
الا اللہ تعالیٰ
(خازن صفحہ ۲۶۴ ج ۴)

یعنی ما توعدون سے قیامت کا
دن مراد ہے اور اس کے وقت
معین کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

بعض مفسرین نے ما توعدون سے غلبہ مسلمین بھی مراد لیا
ہے چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں:-

ان ما توعدون من غلبۃ
المسلمین علیہم کائن
لامحالۃ ولابد ان یلحقھم
بذالک الذل والصغار
وان کنت لا ادری متی
یکون ذالک وذالک
لان اللہ تعالیٰ لم یطلعنی
علیہ (کبیر صفحہ ۲۰۵ ج ۶)

جس چیز کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے
یعنی کافروں پر مسلمانوں کا غلبہ
لامحالہ ہونے والا ہے۔ اور اس سے
لازمی طور پر ان (کافروں) پر ذلت
اور رسوائی مسلط ہونے والی ہے
اگرچہ اس کا معین وقت مجھے معلوم
نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
اس کی اطلاع نہیں دی ہے

بہرحال ما توعدون سے کچھ بھی مراد ہو۔ اس آیت میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے معین وقت کے علم کی نفی کی گئی ہے
کہ آپ کو اس (قیامت، عذاب الٰہی یا غلبہ مسلمین) کا معین وقت

معلوم نہیں تھا۔ اور پھر امام رازی اور علامہ نسفی کی عبارتوں میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ان چیزوں کا علم آپ کو عطائی طور پر بھی حاصل نہیں تھا۔

رضاخانی تاویلات

اس بات پر پوری امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ قیام قیامت کی مخصوص گھڑی کا علم خزائن غیب میں سے ہے۔ اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں یہ علم اللہ تعالیٰ نے نہ کسی مقرب فرشتے کو عطا فرمایا اور نہ ہی کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ بھی اسی کی مقتضی ہے کہ علم قیامت کو ساری مخلوق سے مخفی رکھا جائے۔ چنانچہ قرآن کی نصوص قطعیہ اور صریحہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واضحہ، اجماع صحابہ کرام، اقوال مجتہدین اور تصریحات علماء مفسرین سے یہ حقیقت ظاہر و باہر ہے۔ مگر اس کے باوجود بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا مخصوص وقت معلوم تھا اور پھر اس باطل عقیدے کی خاطر قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ جھٹلانے کے لئے من گھڑت تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔ ان کی رکیک تاویلوں سے اگرچہ ان کا مقصد تو پورا نہیں ہوتا۔ لیکن ان کی دیانت و امانت، ان کی عقل و دانش اور ان کے علم و فہم کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا ہے۔ نیز ان کی تاویلوں سے کئی نصوص قرآن و حدیث

اور ارشادات سلف کے سامنے ان کی بے بسی روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ان کی تاویلات کا نمونہ مع جوابات ملاحظہ ہو۔

پہلی تاویل جن نصوص میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قیامت کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں ذاتی علم کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی۔ اسلئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ذاتی طور پر قیامت کا خاص وقت معلوم نہ تھا لیکن عطاء الٰہی سے آپ جانتے تھے کہ قیامت کب آئیگی۔ (یہ تاویل بریلویوں کے مجدد مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے کی ہے)

الجواب یہ تاویل ایک طرف تو دیانت و امانت کے خلاف ہے اور دوسری طرف سراسر جہالت کی آئینہ دار ہے۔ مذکورہ بالا آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے علم قیامت کی نفی عام طور پر کافروں کے اس سوال کے جواب میں کیگئی ہے۔ کہ قیامت کب آئے گی۔ اسلئے اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو عطائی طور پر معلوم تو تھا۔ کہ قیامت کب آئے گی۔ لیکن جب کافر آپ سے پوچھتے۔ تو آپ اس کا جواب دیتے۔ کہ میں ذاتی طور پر قیامت کا وقت نہیں جانتا۔ حالاں کہ یہ بالکل ایک مہمل سا جواب بن جاتا ہے کیونکہ مشرکین کا سوال ذاتی عطائی سے متعلق تو تھا ہی نہیں۔ ان کا مقصد تو صرف یہ پوچھنا تھا۔ کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا جواب تو آپ علم عطائی سے بھی فرما سکتے تھے۔ اور عدم علم کی معذرت کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ نیز مشرکین عرب کو بھی یقین تھا کہ ذاتی طور پر حضور

علیہ السلام کو انکی فوت کا علم بھی نہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر وہ اللہ کے
سچے پیغمبر ہیں۔ تو اللہ نے ان کو قیامت کا علم اور دوسرے علوم غیبیہ
ازروئے عطا فرمائے ہوں گے۔ کیونکہ مشرکین کا بھی یہ عقیدہ تھا۔ کہ
خدا کے پیغمبر اور اولیا عطائی طور پر نہ صرف عالم الغیب ہوتے ہیں
مگر حاجت روا مشکلکشا اور فریادرس بھی ہوتے ہیں۔ اسلئے ان کو
آپ کے عطائی علم ہی کے ذریعے قیامت کا علم حاصل کرنا مطلوب تھا
جس کا جواب آپ کو نفی میں دینے کی ہدایت کی گئی۔ جس کا صاف
مطلب ہے کہ قیامت کا علم آپ کو عطائی طور پر بھی حاصل نہ تھا۔

علاوہ ازیں اگر رضا خانیوں کو دیدہ بصیرت حاصل ہے۔ تو وہ
مندرجہ بالا حوالوں میں غور فرمائیں۔ جن میں خود حضور علیہ السلام کی زبانی
صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مفسرین کی عبارتوں میں صاف صاف
عطائی کی نفی ہے۔ چنانچہ اوپر آیت ۳ کے تحت امام نسفی حنفی اور علامہ
ابوالسعود حنفی کا قول لم یخبر به احداً من ملک مقرب و
لا نبی مرسل اور آیت ۴ کے تحت ابوالسعود، خازن، ابن صفی
اور بیضاوی کی عبارت لم یطلع علیه نبیا ولا ملکا اور آیت
۶ کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد کل
شیئ اوتی نبیکم غیر خمس اور حضرت قتادہ کا قول لم یطلع
علیهن ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا دیکھ لیا۔ آپ نے صحابہ
کرام سے لے کر متاخرین تک تمام علماء نے حضور علیہ السلام کی ذات

اقدس سے علم غیب عطائی کی نفی فرمادی ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ ذاتی عطائی کی مزید تحقیق چھٹے باب میں آئے گی

مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی احمد یار خان

دوسری تاویل صاحب نے ایک تاویل یہ کی ہے کہ ان آیات کا مفاد زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ تمام غیوب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ اسلئے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کا علم اور دیگر غیوب اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

الجواب یہ تاویل قرآنی آیات سے ناواقفی اور جہالت کی بین دلیل ہے یا پھر تلبیس و تحریف کا بدترین نمونہ ہے۔ قرآنی آیات میں غیر اللہ سے علم غیب کی نفی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ وغیرہ جن کا تفصیلی بیان پہلے گذر چکا ہے جن میں صاف طور پر مذکور ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

سا تویں آیت

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا — آپ کہہ دیجئے میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں

وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (سورہ الاحقاف ع ۱)

جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور نہ معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ (کیا کیا جائے گا) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں۔ جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے۔ اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اس آیت میں مَا یُفْعَلُ بِی وَلَا بِکُمْ کی تفسیر میں متعدد اقوال منقول ہیں جنمیں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب مشرکین سے ہے اور احوال دنیا کی طرف اشارہ ہے۔ مشرکین کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا۔ کہ آپ مشرکین سے کہیں کہ میں کوئی نیا اور پہلا نبی نہیں ہوں جس نے تمہارے سامنے توحید بیان کی ہو۔ بلکہ مجھ سے پہلے بھی ہزاروں نبی آچکے ہیں اور سب نے توحید ہی کا مسئلہ بیان کیا۔ اس لیے توحید کوئی انوکھی اور اجنبی چیز نہیں جس کا تم انکار کر رہے ہو۔ اسی طرح جو تم بعض مخصوص غیوب کی خبر دینے کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو۔ جن کا بیان کرنا انسانی اور بشری طاقت سے باہر ہے یہ بھی میرے انکار کی وجہ نہیں بن سکتی میں تمہارے بیہودہ مطالبات کیا پورے کر سکتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ اور تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ان احوال کی تفصیل کو مفسرین کرام نے مختلف الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام رازی رحمہ

فرماتے ہیں۔

لا ادری ما المصیر الیہ امری وامرکم ومن الغالب والمغلوب (کبیر ص۲۹ ج ۷)

مراد یہ ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے اور تمہارے کام کا انجام کیا ہوگا۔ اور ہم میں سے غالب کون ہوگا اور مغلوب کون۔

علامہ ابو السعود نے حضرت حسن کا قول نقل کیا ہے۔ وما ادری ما المصیر الیہ امری وامرکم فی الدنیا (تفسیر ابو السعود ص۹۳ ج ۷) امام حسن البصری رح کا یہ قول امام ابن جریر اور مفسر قرطبی نے بھی نقل کیا اور باقی تمام اقوال پر اس کو ترجیح دی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر ص۳ ج ۲۶ و تفسیر قرطبی ص۱۸۶ ج ۱۶ قرطبی کے الفاظ یہ ہیں۔

عن الحسن وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا قال ابو جعفر وهذا اصح قول واحسنه، لا یدری صلی الله علیه وسلم ما یلحقه وایاهم من مرض وصحة ورخص وغلاء وغنی وفقر

حضرت حسن فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ قول سب سے زیادہ صحیح اور اچھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اور دوسروں کے بارے میں حسب ذیل کیفیات اور [illegible] بیماری اور تندرستی، ارزانی [illegible]

آثار اور چڑھاؤ۔ تونگری اور تنگدستی وغیرہ۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں :- حضرت حسن فرماتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ

قال الحسن اما في الآخرة فمعاذ الله وقد علم انه في الجنة ولكن قال لا ادري ما يفعل بي ولا بكم في الدنيا أخرج كما اخرجت الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام من قبلي ام اقتل كما قتلت الانبياء من قبلي ولا ادري ايخسف بكم او ترمون بالحجارة الخ (ابن کثیر ص۱۵۵ ج۴)

اس آیت کا تعلق آخرت سے نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کو یقین تھا۔ کہ آپ کا انجام جنت ہے البتہ اس آیت کا تعلق، حوال دنیا سے ہے اور مطلب یہ ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح مجھے بھی جلا وطن کیا جائے گا یا انبیاء سابقین کی طرح مجھے شہید کر دیا جائے گا۔ نیز مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ تم پر عذاب الٰہی خسف کی صورت میں نازل ہوگا۔ یا تم پر پتھر برسائے جائینگے۔

بہرحال اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے [illegible] کے علم کی نفی کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا [illegible] ماکان وما یکون کا علم آپ کو حاصل نہیں تھا۔ جمیع ماکان وما یکون کا اور زمین وآسمان کے کلی اور تفصیلی [illegible] کی نفی ثابت ہے۔

[illegible] آیت [illegible]

لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا

(الکہف ع ۴)

کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا مگر خدا کی مشیت کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو بھلائی کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر راہ بتا دے گا۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ کہ قریش مکہ نے حضور علیہ السلام سے بطور امتحان تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ یعنی روح، اصحاب کہف اور ذی القرنین کے بارے میں تو اس کے جواب میں آپ نے فرما دیا۔ کہ ان سوالوں کا جواب میں تم کو کل دوں گا۔ مگر آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور بطور تنبیہ پندرہ دنوں کے لئے اور ایک روایت کے مطابق چالیس دنوں کے لئے وحی کا سلسلہ منقطع فرما دیا اور آئندہ کے لئے حکم فرمایا۔ کہ جب کبھی نسیان اور بھول کی وجہ سے ایسا ہو جائے تو اس کی تلافی کے لئے جب یاد آجائے اسی وقت ان شاء اللہ کہہ لیا کریں۔ امام رازی فرماتے ہیں:۔

قال المفسرون ان القوم لما سألوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المسائل الثلثة

مفسرین نے کہا ہے کہ قریش نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ تینوں سوال پوچھے۔ تو آپ نے

قال عليه السلام اجيبكم عنها غدا ولم يقل ان شاء الله فاحتبس الوحي خمسة عشر يوما وفي رواية اخرى اربعين يوما ثم نزلت هذه الآية
(كبير ص۲۰۳ ج ۵)

فرمایا کہ میں کل ان کا جواب دوں گا۔ اور آپ نے انشاء اللہ نہ کہا۔ تو اس پر وحی پندرہ یوم اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس یوم بند ہو گئی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ:-

معناه اذا نسيت الاستثناء ثم ذكرت فاستثن
(معالم وخازن ص۱۶۱ ج ۴، ابن كثير ص۷۸ ج ۳، تفسير مظهري ص۲۶ ج ۶)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ انشاء اللہ کہنا بھول جائیں تو جب یاد آجائے اس وقت کہہ لیا کریں۔

اور حضرت ابن جبیر فرماتے ہیں:-

اي اذا نسيت كلمة الاستثناء ثم تنبهت لها فتداركها بالذكر قاله ابن جبير
(البحر المحيط ص۱۱۶ ج ۶)

مطلب یہ ہے کہ جب آپ انشاء اللہ کہنا بھول جائیں۔ اور پھر اس بھول پر تنبہ ہو جائے تو بعد میں انشاء اللہ کہہ لیجئے۔

اس کی تلافی ذکر سے کیجئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اس موقعہ پر انشاء اللہ کہنا بھول گئے تھے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو کلی اور تفصیلی غیب نہیں تھا۔ کیونکہ غیب دان پر نسیان کا طاری ہونا محال ہے

امام ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

هذا ارشاد من الله لرسوله صلى الله عليه وسلم الى الادب فيما اذا عزم على شيء ليفعله في المستقبل ان يرد ذالك الى مشية الله عز وجل علام الغيوب الذي يعلم ما كان وما يكون وما لم يكن لو كان كيف يكون (ابن کثیر ص ۷۸ ج ۳)

یہ اللہ کی طرف سے آں حضور علیہ السلام کے لئے آداب کلام کی طرف راہنمائی ہے۔ کہ جب آپ آئندہ زمانہ میں کوئی کام کرنے کا پختہ ارادہ کرلیں۔ تو اس کی تکمیل کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کریں۔ جو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ جو تمام گذشتہ اور آئندہ حالات کو جانتا ہے اور وہ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے۔ جو وجود میں بھی نہیں آئی۔ کہ اگر وہ موجود ہوتی۔ تو کس طرح ہوتی۔

تو معلوم ہوا کہ ما کان وما یکون کا کلی و تفصیلی علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ اسلئے آپ کو آئندہ واقعات کا علم خدا کے حوالے کرنے کا حکم دیا گیا۔

نویں آیت:۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف

لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِیْنَ ○ (توبہ ع ۷)

(تو) کر دیا، (لیکن) آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔

یہ آیت غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں شریک ہونے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا۔ تو منافقین نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طرح طرح کے عذر پیش کرنے شروع کر دیئے۔ اور غزوہ میں شرکت سے معذوری ظاہر کرنے لگے۔ تاکہ ان کو گھروں میں رہنے کی اجازت مل جائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ان سب کو غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت دیدی۔ تو اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس میں آپ کو منافقین کو اجازت دینے پر نہایت ہی محبت بھرے انداز میں عتاب فرمایا۔ کہ آپ نے منافقوں کے بیانوں کا سچ اور جھوٹ ظاہر ہونے سے پہلے ان کو کیوں اجازت دیدی۔ آپ کے اطمینان کی خاطر عتاب سے پہلے معافی کا اعلان بھی فرما دیا۔

تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ جب آپ نے منافقین کے اعذار سنکر ان کو غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت دیدی۔ اس وقت آپ کو ان بیانوں کا سچ جھوٹ معلوم نہیں تھا۔ چنانچہ علامہ ابن [illegible]

اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

لم اذنت لهم في القعود وهلا توقفت حتى يتبين لك الذين صدقوا في الاعتذار ممن اذنت لهم وتعلم الكذابين فلا ترخصهم في التخلف (جامع البيان ص۱۶۸)

(آیت کا مفہوم یہ ہے) کہ آپ نے ان کو غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت کیوں دی۔ اس میں آپ نے توقف کیوں نہ کیا یہاں تک کہ آپ کو سچے عذروں والے معلوم ہو جاتے اور ان کو آپ اجازت دیدیتے۔ اور جھوٹے بھی آپ کو معلوم ہو جاتے اور ان کو آپ اجازت نہ دیتے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس تو فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت آپ منافقین کو نہیں پہچانتے تھے۔ اسلئے آپ نے ان عذر پیش کرنے والے منافقوں کو مومن سمجھ لیا۔ اور ان کو اجازت دیدی

چنانچہ امام بغوی فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس رضي الله عنه لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرف المنافقين يومئذ (معالم ج۳ ص۹۴)

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ کہ اسوقت حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم منافقین کو نہیں پہچانتے تھے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاف

صاف بتا دیا تھا۔ کہ مخلص مومنین آپ سے تخلف عن الجہاد کی اجازت نہیں لیتے۔ صرف وہی لوگ اجازت لیتے ہیں جو منافق ہیں اور شک و ریب میں متردد و سرگرداں ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ	جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے رخصت نہیں مانگتے اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ (جہاد میں نہ جانے کی) آپ سے وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور

قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے منافقوں کو مخلص سمجھ کر اجازت دیدی تو اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مخلص مومنین تو آپ سے جہاد میں نہ جانے کی اجازت لیتے ہی نہیں۔ اجازت صرف وہی لیتے ہیں۔ جو منافق ہیں اور شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو یہ واقعہ بھی صراحتًا حضور علیہ السلام سے علم غیب کلی کی صاف نفی کرتا ہے۔

دسویں آیت۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ

(سورہ توبہ ع ۱۳)

اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں۔ کہ نفاق کے حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ (آپ ابھی) ان کو نہیں جانتے۔ (کہ یہ منافق ہیں یا) ان کو ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دوہری سزا دینگے۔ پھر (آخرت میں) وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائینگے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے نہایت ہی چالاک اور مکار قسم کے منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ان کا نفاق اسقدر گہرا اور پوشیدہ ہے کہ اے پیغمبر آپ کو بھی باوجود کمال فراست اور صفائے قلب اس کا پتہ نہیں چل سکتا۔ چنانچہ امام نسفیؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

لا تعلمهم اي يخفون عليك مع فطنتك وصدق فراستك لفرط تنوقهم في تحامي ما يشككك في امرهم ...... لا يعلمهم الا الله ولا يطلع على سرهم غيره (مدارک ص ۱۰۹ ج ۲)

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی باوجود کمال زیرکی اور صحیح فراست کے ان کا حال آپ سے پوشیدہ ہے۔ کیونکہ جو باتیں اُن کو آپ کی نظر میں مشکوک کرنے والی ہیں۔ ان سے بچتے ہیں وہ بجد ماہر ہیں اسلئے

اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ اور نہ ہی اس کے سوا کوئی اُن کے بھید سے باخبر ہے۔

اور علامہ خازن فرماتے ہیں:۔

یعنی انہم بلغوا فی النفاق الی حیث انک لا تعلمہم یا محمد مع صفاء خاطرک و اطلاعک علی الاسرار نحن نعلمہم یعنی لکن نحن نعلمہم لانہ لا تخفی علینا خافیۃ وان دقت (تفسیر خازن ج ۳ ص۱۱۱)

مطلب یہ ہے کہ وہ منافقین نفاق میں اس حد تک گہرے ہیں کہ اے محمد آپ روشن دلی اور بہت سے پوشیدہ اسرار کا علم رکھنے کے باوجود ان کو نہیں جانتے۔ البتہ ہم ان کو جانتے ہیں کیونکہ ہم پر کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ خواہ کتنی ہی باریک ہو۔

بیان بالا سے معلوم ہوا۔ کہ مدینہ کے منافقین اسقدر محتاط اور ہوشیار تھے کہ خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی منافقت کا علم نہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ان منافقین کا نفاق بھی ما کان وما یکون کا ایک فرد تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا کلی اور محیط علم حاصل نہیں تھا۔

مفسر قرطبی نے اس آیت کے تحت ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہاں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منافقین کی عاقبت

اور ان کے انجام کار کے علم کی نفی کی گئی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وقیل المعنی لا تعلمہم یا محمد عاقبۃ امورہم وانما نختص نحن بعلمہا (تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۴۱)

اور بعض کا قول ہے۔ کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اے محمد آپ ان منافقوں کے انجام کو نہیں جانتے۔ ان کے انجام کو علم صرف ہماری ذات ہی سے مخصوص ہے۔

علم کی نفی کا تعلق منافقین کے نفاق سے ہو یا ان کے انجام سے بہرحال یہ آیت اسبات کی واضح دلیل ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا کلی اور تفصیلی علم نہیں تھا۔

گیارھویں آیت

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورہ نساء ع ۱۶)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی ہے۔ واقع کے موافق تاکہ آپ . . . ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔ اور آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے۔ اور آپ استغفار فرمائیے۔ بلا شبہ اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

ان آیتوں میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو

یوں کہ طعمہ بن ابیرق نامی ایک منافق نے ایک صحابی حضرت رفاعہؓ
بن زید کے مکان میں نقب لگا کر چوری کی۔ مال مسروقہ میں
آٹے کا ایک تھیلا اور کچھ ہتھیار تھے۔ اتفاق سے تھیلے میں سوراخ
تھا جس سے آٹا چور کے گھر تک راستہ میں گرتا گیا۔ جب چور کو
اس کا احساس ہوا۔ تو اس نے بدنامی سے بچنے کے لئے وہ سامان
ایک زید بن یاسمین نامی ایک یہودی کے پاس بطور امانت رکھدیا۔
جب صبح حضرت رفاعہؓ کو اس واردات کا علم ہوا۔ تو انہوں
نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ بن النعمان سے اس کا ذکر کیا۔
تو انہوں نے تفتیش سے معلوم کر لیا۔ کہ یہ حرکت بنو ابیرق کی ہے
چنانچہ حضرت قتادہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ جب بنو ابیرق کو اس کا علم ہوا
تو وہ باقاعدہ سازش کر کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ اور اس یہودی پر چوری کا الزام لگایا۔ قسمیں
کھا کھا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایمان و اخلاص
کا یقین دلا کر طعمہ بن ابیرق کو چوری کے الزام سے بالکل بری اور
بے گناہ ثابت کیا۔ چنانچہ آپ نے ظاہری حالات کو دیکھ کر اور
ان منافقوں کی شہادتوں اور قسموں کو سچ سمجھ کر یہودی کو چور اور
طعمہ بن ابیرق اصل چور کو بے گناہ تصور فرما لیا۔ اس پر یہ آیتیں
نازل ہوئیں۔ جن میں آپ کو اس اجتہادی لغزش پر تنبیہ کی گئی

اور پھر اس پر بس نہیں۔ آپ نے یہودی کو چور سمجھ کر اسے چوری کی سزا دینے کا ارادہ بھی فرمالیا۔ چنانچہ علامہ خازن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:۔

ان قوم طعمة لما شهدوا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ببراءة طعمة من السرقة ولم یظهر فی الحال لرسول الله صلی الله علیه وسلم ما یوجب القدح فی شهادتهم هم بان یقضی علی الیهودی بالسرقة فلما اطلعه الله علی کذب قوم طعمة عرف انه لو وقع ذلک الامر لکان خطأ فی نفس الامر فکان الاستغفار منه وان کان معذوراً (تفسیر خازن ج۱ ص ۴۹۲)

طعمہ کی قوم نے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طعمہ کی برأت کی گواہی دی تو آپ کو بظاہر ان کی شہادت میں کوئی چیز کوئی قدح نظر نہ آئی۔ کیونکہ آپ ان کو مومنین مخلصین سمجھتے تھے۔ تو آپ نے یہودی کے خلاف چوری کی ڈگری دینے کا ارادہ فرمالیا۔ لیکن جب اللہ نے آپ کو قوم طعمہ کی جھوٹی سازش سے آگاہ فرما دیا۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ اگر کسی طرح فیصلہ صادر کر دیا جاتا تو وہ نفس الامر میں خطا ہوتا۔ اسلئے اللہ نے آپ کو اس لغزش سے استغفار کرنے کا حکم فرمایا۔ اگرچہ آپ اس میں معذور تھے۔ کیونکہ آپ نے ظاہر پر فیصلہ فرمایا اور حقیقت آپ کو معلوم نہ تھی

امام بغوی فرماتے ہیں :-

فھم النبی صلی اللہ ان یقطع ید زید الیھودی الخ (معالم ج ۱ ص۴۹۲)	تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید یہودی کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ فرما لیا۔

امام رازی اور امام ابو السعود نے بھی اسی کے قریب لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۳ ص۲۵۵ اور تفسیر ابو السعود برحاشیہ کبیر ج ۳ ص۴۵۲)

ان مفسرین کرام کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی حقیقت پہلے سے معلوم نہ تھی اور آپ نے ان منافقین کی جھوٹی قسموں اور خلاف واقعہ شہادتوں کی بنا پر اصل چور کو بری کرنے اور بے گناہ یہودی پر حد سرقہ قائم کرنے کا ارادہ فرما لیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ نازل ہوئی تو اس سے ثابت ہوا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا تفصیلی علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا۔ تو آپ اصل مجرم کو بری کرنے اور ایک بے گناہ کو سزا دینے کا ہرگز ارادہ نہ فرماتے۔

بارھویں آیت۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ	اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ آپ بیبیوں کی خوشنودی کے لئے اس کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں۔

(پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش کے حجرے میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور وہ آپ کی خدمت میں شہد پیش کرتی تھیں۔ اور آپ اسے بخوشی تناول فرماتے۔ آپ کی بعض دوسری ازواج مطہرات کو اس پر رشک پیدا ہوا۔ تو انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یارسول اللہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر ایک گوند جیسی چیز تھی۔ جو بعض درختوں سے حاصل ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے تو مغافیر کو استعمال نہیں کیا۔ البتہ زینب کے یہاں سے شہد کھایا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا شاید شہد کی مکھیاں مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہوں۔ اور اس کا رس حاصل کیا ہو۔ مغافیر چونکہ ایک بدبودار گوند تھی۔ اور آپ کو بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی۔ اسلئے آپ نے قسم کھالی۔ کہ آپ آئندہ کے لئے کبھی شہد نہیں کھائینگے۔ یہ قدم محض آپ نے بعض ازواج مطہرات کی دلجوئی اور دلداری کے لئے اٹھایا تھا۔ لیکن اسمیں اللہ تعالیٰ کی ایک حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا اعلان تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو تنبیہہ فرمائی۔ کہ آپ نے اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر

اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کر ڈالا ہے۔ آخر میں وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ سے آپ کو تسلی بھی فرما دی۔ کہ ہم نے آپ کی یہ لغزش معاف فرما دی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ما کان و ما یکون کے عالم نہ تھے۔ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا۔ کہ میرے اس اقدام پر اللہ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوگی۔ تو آپ کبھی ایسا اقدام نہ فرماتے۔

تیرھویں آیت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (ع ۲۵)	اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اسکی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر و ناظر بتلاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپکی) مخالفت میں (نہایت) شدید ہے

اس آیت کے ظاہری الفاظ سے صاف عیاں ہے۔ کہ کچھ منافق ایسے بھی تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چکنی چپڑی باتیں کرتے اور اپنے بیانات پر اللہ کی قسمیں کھا کر آپ کو اپنی طرف مائل کر لیتے تھے۔ ان بدباطنوں کی دلی خباثت اور منافقت کا آپ کو علم نہیں تھا۔ اور ان کی میٹھی باتوں کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی رفعت اور عظمت تھی۔ چنانچہ علامہ ابو السعود حنفی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ای و منهم من یروقک کلامه و باطنه بخلاف ذلک (تفسیر ابی السعود ج ۲ ص ۲۷۷)

یعنی بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اسکی باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور آپ کے دل میں اسکی وقعت ہوتی ہے (حالانکہ وہ آپ کا بڑا دشمن ہوتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چکنی چپڑی باتیں کیا کرتا تھا۔ اور اسکی شیریں کلامی کی وجہ سے آپ کے دل میں اسکی وقعت تھی۔ اور آپ ہمیشہ اسے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ چنانچہ امام بغوی فرماتے ہیں۔

نزلت فی الاخنس بن شریق الثقفی ...... وکان رجلا حلو الکلام وحسن المنظر وکان یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجالسه ویظهر الاسلام ویقول انی لاحبک ویحلف باللہ علی ذلک وکان منافقا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ شخص شیریں کلام اور خوش منظر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتا۔ اور اسلام کا اظہار کرتا۔ آپ سے محبت کا دعوی کرتا اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا تھا حالانکہ حقیقت میں وہ منافق تھا۔ آنحضرت صلعم

يدني مجلسه فنزل قوله تعالى ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا اي يستحسنه ويعظم في قلبك (معالم ج ۱ ص ۱۶۱)

اسے مخلص سمجھ کر اپنے قریب بٹھاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی اسے پیغمبر لوگوں میں بعض آدمی ایسا ہے جسکی باتیں آپ کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اور آپ کے دل میں اس کی عظمت ہے۔ (حالانکہ وہ شخص بڑا شریر اور جھگڑالو ہوتا ہے۔)

تفسیر خازن کی عبارت بھی اس کے قریب قریب ہے۔ امام رازی اور علامہ سید محمود آلوسی رقمطراز ہیں۔

نزلت في الاخنس بن شريق الثقفي حليف بني زهرة اقبل الى النبي صلى الله عليه وسلم في المدينة فاظهر له الاسلام واعجب النبي صلى الله عليه وسلم ذالك منه (تفسير كبير ج ۲ ص ۲۷۷، روح المعاني ج ۲ ص ۹۵ واللفظ له)

یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی حلیف بنی زہرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ وہ مدینہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کا اظہار کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ الخ

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

نزلت فی الاخنس بن شریق کان منافقا حلو الکلام للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یحلف انہ مومن بہ ومحب لہ فیدنیہ فی مجلسہ فاکذبہ اللہ تعالیٰ فی ذالک (تفسیر جلالین ص۳۱)

(جس شخص کا اس آیت میں ذکر ہے) وہ اخنس بن شریق منافق ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور اپنے مومن صادق اور عاشق رسول ہونے پر قسمیں کھاتا تھا۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس دعویٰ میں جھوٹا قرار دیا۔

قرآن مجید کے ظاہری الفاظ اور مفسرین کرام کی تصریحات سے صاف عیاں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس منافق کے نفاق اور اس کے خبث باطن سے باخبر نہیں تھے۔ اور اس کی عیارانہ باتوں اور اس کی جھوٹی قسموں سے اسے مومن صادق سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسکی اطلاع دیدی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام مغیبات کا کلی علم آپ کو حاصل نہیں تھا۔ اور نہ ہی آپ کا علم جمیع ما کان وما یکون پر حاوی تھا۔

چودھویں آیت۔

ذَالِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ

یہ قصے من جملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے

لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (آل عمران ع ۵)

پاس، اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنی قلموں کو دریا میں ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اسوقت موجود تھے جبکہ وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔

پندرھویں آیت

ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ (یوسف ع ۱۱)

یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ جو ہم نے وحی کے ذریعہ تم کو بتایا کیونکہ تم یوسف کے بھائیوں کے پاس اسوقت موجود نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا۔ اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

سولھویں آیت

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (قصص ع ۵)

اور آپ (کوہ طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے۔ جبکہ ہم نے موسیٰ کو احکام دئیے تھے۔ اور نہ آپ حاضرین میں سے تھے۔

سترھویں آیت وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

اور (نہ) طرف آپ موجود

الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (القصص)

جانب (غربی) میں اسوقت (بھی) موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا تھا لیکن (اس کا علم بھی آپ کو اسی طرح ہوا کہ) آپ اللہ کی رحمت سے نبی بنائے گئے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

اٹھارھویں آیت

وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ (القصص)

اور آپ اہل مدین میں قیام پذیر نہ تھے کہ آپ ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہوں لیکن ہم ہی (آپکو) رسول بنانیوالے ہیں

ان پانچوں آیتوں میں ایک مشترک مضمون بیان کیا گیا ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گذشتہ زمانہ میں چند واقعات میں موجود ہونے کی صراحت سے نفی کیگئی ہے

پہلی آیت میں حضرت مریم صدیقہ کی کفالت کے بارے میں بیت المقدس کے خادموں (پروہتوں) کے درمیان اختلاف ہوا۔ تو اختلاف کے مٹانے کے لیے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ اور قرعہ [illegible] ڈالا گیا کہ [illegible] تمام دعویدار اپنی اپنی قلمیں

بہتے پانی میں پھینک دیں جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے خلاف حرکت کرے گا۔ وہ حقدار ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے اور پھر قرعہ اندازی کر رہے تھے۔ اس وقت آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے۔ بلکہ ہم نے وحی کے ذریعہ اس واقعہ کی آپ کو اطلاع دی ہے۔

دوسرا واقعہ۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو باپ سے جدا کرنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اور پھر جب ان کو کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کیا اس وقت بھی آپ ان کے پاس موجود اور ان کے مشوروں میں شامل نہیں تھے۔

تیسرا واقعہ۔ تیسری اور چوتھی آیت میں فرمایا کہ جب کوہ طور کی مغربی جانب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی اور ان کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرما کر انہیں اپنے احکام دیئے۔ اس وقت بھی آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ یہ ساری تفصیلات ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتائی ہیں۔

چوتھا واقعہ۔ پانچویں آیت میں فرمایا کہ اہل مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں آپ موجود نہیں تھے۔ اور نہ ہی ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ان آیتوں سے ان لوگوں کا دعویٰ باطل ہو گیا جو

کہتے ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے ہی (جب کہ آپ ابھی روح محض تھے) عالم الغیب تھے۔ اور ماکان و مایکون کا کلی علم رکھتے تھے۔ اِن آیتوں میں صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ ان گذشتہ واقعات میں آپ موجود نہیں تھے۔ اور نہ وحی سے قبل آپ کو ان کا علم تھا۔ ؎

چھٹا باب

ذاتی اور عطائی کی بحث

اہل حق کی طرف سے غیر اللہ سے علم غیب کی نفی پر جتنے قرآنی دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ مبتدعین ان سب کا ایک ہی جواب بھی دیتے ہیں۔ کہ ان میں غیر اللہ سے ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ عطائی کی نہیں ہے۔ اور ہم انبیاء اور اولیاء کے لئے عطائی علم غیب کے قائل ہیں۔ اور غیر اللہ کے لئے ذاتی علم غیب ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ یہ صرف لفظ ایک ہر تو بڑا ہی دلکش ہے۔ مگر فریب و تلبیس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ذیل میں قرآن کریم کی چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جو اس بات پر نص صریح ہیں۔ کہ انبیاء اور اولیا عطائی طور پر عالم الغیب نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص علم غیب یعنی

؎ پانچواں باب صفحہ ۱۲۷ پر ملاحظہ ہو۔

کلی اور تفصیلی علم غیب میں کسی فرشتے یا جن و انسان کو شریک نہیں فرمایا

پہلی آیت

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (کہف ع ۴)

ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے علم غیب میں شریک کرتا ہے۔

اس آیت میں لفظ حُکم سے قضا اور تدبیر امور بھی مراد لی گئی ہے۔ جیسا کہ تفسیروں میں مذکور ہے لیکن کچھ مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں۔ کہ یہاں حُکم سے مراد علم غیب ہے۔

علامہ ابو السعود حنفی فرماتے ہیں۔

ولا یشرک فی حکمہ فی قضائہ او فی علم الغیب احدا منہم ولا یجعل لہ فیہ مدخلا (ابو سعود ج ۵ ص [illegible])

اور وہ اپنے حکم یعنی قضا یا علم غیب میں ان میں سے کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی کے لئے انہیں کسی قسم کے دخل کی گنجائش دیتا ہے۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔

الحکم ھنا علم الغیب ای لا یشرک فی علم غیبہ احدا (معالم ج ۴ ص [illegible])

حکم سے یہاں علم غیب مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے علم غیب میں شریک نہیں کرتا۔

اور علامہ خازن رقمطراز ہیں۔

قیل معناه لایشرک اللّٰہ فی علم غیبہ احدا وقیل فی قضائہ (خازن ج ۴ صفحہ ۱۶۰)	بعض نے کہا ہے۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے علم غیب میں اپنے علم غیب میں کسی کو شریک نہیں کرتا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے اپنے علم غیب میں شریک ہونے کی نفی نہیں فرمائی۔ تاکہ ذاتی یا عطائی کی بحث چھڑ سکے بلکہ غیر اللہ کو اپنے علم غیب میں شریک کرنے کی نفی فرمائی ہے۔ اور علم غیب میں شریک کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم غیب عطا کرکے اپنا شریک بنالے۔ تو جب اس نے شریک کرنے کی نفی کر دی۔ تو ثابت ہوگیا۔ کہ عطائی طور پر بھی کوئی فرشتہ، نبی یا ولی عالم الغیب نہیں۔ اس آیت میں نفی استغراق کے لئے ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان میں رہنے والوں سے کوئی بھی عطائی طور پر عالم الغیب نہیں۔ تو اس آیت میں عطائی غیب کی نفی ہے۔

دوسری آیت

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ۔ (یٰس ع ۵)	اور ہم نے ان کو شاعری کا علم نہیں دیا۔ اور وہ ان کے لئے شایاں بھی نہیں وہ تو محض نصیحت کا مضمون اور

احکام کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب ہے۔

یہ آیت اس بارے میں نص قطعی ہے۔ کہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ آپ کو عطائی طور پر بھی جمیع ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔ اس سلسلے میں یہ بھی کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ جب یہ آیت اتری اس وقت آپ کو شعر کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ اور بعد میں دے دیا گیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شاعری کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرما دیا۔ کہ یہ علم آپ کے شایان شان ہی نہیں۔ تو جو چیز پیغمبر کے شایان شان نہ ہو وہ کسی وقت بھی پیغمبر کو نہیں مل سکتی۔ صحابہ کرام سے لے کر تمام امت کے مفسرین نے اس آیت سے یہی سمجھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر شاعری کا علم نہیں دیا گیا۔

اس سلسلے میں حضور علیہ السلام کا اپنا ارشاد یہ ہے۔

قال نبی اللہ انی واللہ ما انا بشاعر ولا ینبغی لی۔ (ابن جریر ج ۲۳ صفحہ ۱، ابن کثیر ج ۳ صفحہ ، معالم ج ۶ ص ۱۲)	اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں شاعر نہیں ہوں۔ اور نہ ہی شاعری میرے لئے مناسب ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

قال ابوبکر رضی اللہ عنہ	تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

بابی انت وامی یا رسول اللہ ما انت بشاعر ولا راویۃ ولا ینبغی لک (روح المعانی جلد ۲۳ ص ۴۱)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نہ شاعر ہیں اور نہ شعر کے ناقل اور نہ ہی یہ بات آپ کے شایان شان ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ ذکرہ وما علمنا محمدا الشعر وما ینبغی لہ ان یکون شاعرا (ابن جریر ج ۲۳ ص ۱۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ ہم نے محمدؐ کو شاعری نہیں سکھائی۔ اور نہ ہی ان کے لئے شاعر ہونا شایاں ہے۔

علامہ ابو السعود حنفیؒ فرماتے ہیں۔

ای جعلناہ بحیث لو اراد قرض الشعر لم یتأت لہ کما جعلناہ امیا لا یهتدی للخط (ابو السعود ج ۷ ص ۱۴۲)

یعنی ہم نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ اگر آپ شعر موزوں کرنا چاہتے تو شعر آپ سے نہ بن سکے جس طرح ہم نے آپ کو امی بنایا ہے کہ لکھ نہیں سکتے۔

امام خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں۔

کان الشعر احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کثیر من الکلام ولکن

اچھا شعر آپ کو بہت سی دوسری باتوں سے زیادہ پسند تھا لیکن آپ شعر نظم نہیں فرما

لا ینبغی منہ (قرطبی ص۵۲ ج۱۵) سکتے تھے۔

امام بغوی رح اور علامہ خازن رح فرماتے ہیں۔

ای ما یسہل لہ ذالک وما یصلح منہ بحیث لو اراد نظم شعر لم یأت لہ ذالک کما جعلنا امیا لا یکتب ولا یحسن (خازن والمعالم ص۱۲ ج۶)

یعنی شعر بنانا آپ کے لئے نہ آسان تھا۔ نہ آپ سے بن سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ شعر نظم کرنے کا ارادہ کرتے تو آپ سے نہیں بنتا تھا جس طرح ہم نے آپ کو امی بنایا ہے کہ آپ لکھ نہیں سکتے۔

ان تمام حوالجات کا ماحصل یہ ہے کہ آپ کو شعر بنانے کا ملکہ عطا نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی آپ کی طبیعت میں شاعری کا داعیہ پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ای ما ھو فی طبعہ فلا یحسنہ ولا یحبہ ولا تقتضیہ جبلتہ (ابن کثیر ج۳ ص۵۸۲)

یعنی شاعری کو آپ کی طبیعت سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اس لئے آپ اسے ناپسند فرماتے ہیں اور نہ ہی آپ کی فطرت اس کا تقاضا کرتی ہے۔

البتہ کبھی کبھی آپ کسی شاعر کا شعر بطور تمثیل پڑھ لیا کرتے تھے مگر وزن اس کا کبھی آپ سے ٹوٹ جاتا تھا۔ جیسا کہ علامہ خازن رح فرماتے ہیں۔

قال العلماء ما کان یتزن لہ علماء نے فرمایا ہے۔ کہ آپ شعر

لہ بیت شعر و ان تمثل ببیت شعر جرٰی علی لسانہ منکسرا (خازن ج ۶ ص ۱۳)

ایک مصرع بھی موزوں نہیں فرما سکتے تھے۔ اگر کبھی بطور تمثل کسی کا شعر پڑھتے۔ تو آپ سے اس کا وزن بھی ٹوٹ جاتا۔

مذکورہ بالا بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم عطا نہیں فرمایا تھا لہذا عطائی طور پر بھی آپ کو کلی علم غیب حاصل نہیں تھا۔

بریلوی استدلال

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عیاذاً باللہ شاعر ثابت کرنے کے لئے بریلویوں کے بعض مولوی فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کا شعر کہنا حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا تھا۔ ؎

انا النبی لا کذب ؛ انا ابن عبد المطلب

ترجمہ:۔ میں نبی ہوں یہ بات جھوٹی نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی طرح اور بھی کئی شعر آپ سے منقول ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو شاعری بھی آتی تھی۔

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ اس روایت کا جواب جس طرح ہمارے ذمہ ہے۔ اسی طرح بریلوی حضرات کے ذمہ بھی ہے۔ کیونکہ قرآن کو تو

وہ بھی خدا کا کلام مانتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں تو آپ سے شاعری کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ اور اس روایت سے آپ کا شاعر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ھذا ھو جوابکم فھب جوابنا۔

اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے۔ کہ شعر اس کلام کو کہتے ہیں۔ جو مقفّٰی ہو۔ اور اسے بالارادہ اور بروزن شعر کے کیا گیا ہو۔ باقی رہی وہ مسجّع عبارت جو بلا قصد زبان سے جاری ہو جائے۔ اور شعر کے وزن پر ہو۔ اسے شعر نہیں کہا جاتا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:۔

ما یجری علی اللسان من موزون الکلام لا یعد شعرا وانما یعد منہ ما یجری علی وزن الشعر مع القصد الیہ (قرطبی ج ۱۵ ص ۵۲)

جو موزون کلام زبان پر بلا قصد جاری ہو جائے، وہ شعر شمار نہیں ہوتی۔ شعر وہ کلام شمار ہوتی ہے۔ جو بالارادہ وزن شعر پر جاری ہو۔

مذکورہ بالا رجز جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ اسی قبیل سے ہے۔ اور یہ موزوں کلام آپ کی زبان مبارک پر بلا ارادۂ وزن جاری ہوئی تھی۔ علامہ سید آلوسی رح فرماتے ہیں:۔

وھذا مما اتفق لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من غیر قصد لوزنہ ومثلہ یقع کثیرا فی الکلام المنثور

اور یہ ارادۂ وزن کے بغیر ہی اتفاقیہ طور پر آپ سے موزوں ہو گیا تھا۔ اور ایسا نثر میں اکثر ہوتا رہتا ہے۔ اور ایسی بلا قصد

وَلَا یَنبَغِی لَہٗ شِعْرًا وَلَا قَائِلُہٗ شاعرا (روح المعانی ج ۲۳ ص ۴۸) — موزوں کلام کو نہ شعر کہا جاتا ہے۔ اور نہ اس کے قائل کو شاعر۔

بریلوی جوابات

مذکورہ بالا آیت کا بریلویوں کی طرف سے ایک تو یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ یہاں شاعری کے علم کی نفی نہیں۔ کیونکہ آپ اس فن سے واقف تھے۔ چنانچہ ثابت ہے۔ کہ کئی شاعروں کے اشعار میں اصلاح فرمائی۔ بلکہ یہاں شعر گوئی کے ملکہ کی نفی ہے۔ یعنی ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں کیا۔ یہ جواب ان کے مجدد مولوی احمد رضا خان صاحب نے دیا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب ملفوظات حصہ دوم ص ۵۶ مطبوعہ بریلی۔

اور ان کے مولوی نعیم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں شعر سے مراد منطقی شعر ہے۔ یعنی قیاس شعری جو مقدمات کاذبہ سے مرکب ہوتا ہے۔ اس کا علم آپ کو نہیں دیا گیا۔ تو ان دونوں جوابوں کا جواب یہ ہے۔ کہ شعر سے کچھ بھی مراد ہو۔ خواہ ملکہ اور قدرت شعر خواہ قیاس شعری بہرحال وہ ماکان ومایکون میں شامل ہے۔ اور اس کی نفی سے علم غیب کلی کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کو کلی غیب عطا نہیں کیا گیا تھا۔

تیسری آیت

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء ع ۲۳)	اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا۔ جن کا حال اس سے قبل آپ سے بیان کیا۔ اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

چوتھی آیت

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُم مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن ع ۸)	اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا۔ اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نہایت صراحت سے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا حال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتایا گیا، بلکہ ان میں سے بعض کا حال بتایا ہے۔ تو یہ دونوں آیتیں بھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عطائی علم غیب کی نفی پر نص قطعی ہیں۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں:۔

من اولئک الذین ارسلنا الی امھم من قصصنا	اور ان پیغمبروں میں سے جن کو ہم نے ان کی امتوں کی طرف بھیجا

فلیک نبأهم ومنهم لم نقصص علیک نبأهم (ابن جریر ج ۲۴ ص ۵۱)

بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کر دیا۔ اور ان میں سے بعض کا حال بیان نہیں کیا۔

اور علامہ خازن رقمطراز ہیں۔

ای لم نسمهم لک ولم نعرفک اخبارهم (خازن ج ۱ ص ۵۱۹)

یعنی ہم ۔ ان کے نام آپ کو بتائے ہیں ۔۔ ہاں ان کے احوال آپ کے علم میں لائے ہیں۔

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ای ولم نذکر لک حال الباقین منهم (خازن ج ۶ ص ۲)

یعنی اور باقی انبیاء علیہم السلام کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور امام رازی رقمطراز ہیں۔

فذکرنا حال بعضهم لک ولم نذکر حال الباقین (کبیر ج ۷ ص ۳۲۲)

انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور باقی انبیاء کا حال بیان نہیں کیا۔

اور حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں۔

ای منهم من اوحینا الیک خبرهم وقصصهم

اور انبیاء میں سے بعض ایسے ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے

مع قومهم كيف كذبوهم ثم كانت للرسل العاقبة والنصرة ، ومنهم من لم نقصص عليك وهم اكثر ممن ذكر باضعاف اضعاف (ابن کثیر ص ۸۹ ج ۴)

بیان کیا اور بتایا کہ ان کی قوموں نے ان سے کیا سلوک کیا اور کس طرح ان کی تکذیب کی اور نیک انجام اور نصرت انبیا کی ہوئی۔ اور ان میں سے بعض انبیا ایسے ہیں جن کا حال بیان ہی نہیں کیا۔ اور وہ ان سے کئی گنا زیادہ ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

مفسرین کے ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ نکلا کہ ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا حال نہیں بتایا بلکہ بعض کا بتایا۔ اور بعض کا نہیں بتایا۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماکان و ما یکون کا کلی علم عطا نہیں فرمایا۔ قرآن مجید ان دونوں آیتوں میں صراحت کے ساتھ علم غیب عطائی کی نفی ہے جیسا کہ بالتفصیل مذکور ہوا۔

بریلوی جواب

بریلویوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی تعداد کی اطلاع دی ہے جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے کہ تمام انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے جن میں تین سو تیرہ رسول تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ کو تمام [illegible] کو

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ روایت ہی پایہ صحت کو نہیں پہنچتی جس میں انبیاء علیہم السلام کی تعداد مذکور ہے۔ اور اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو صرف تعداد بتا دینے سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کو ان کے ناموں اور ان کے تفصیلی حالات کا بھی علم تھا۔ اس کے لئے کتاب و سنت سے کوئی ایک ہی مستند حوالہ پیش کیا جائے۔ ودونہ خرط القتاد۔

حصہ دوم

اللہ کی کتاب کے بعد دین میں دوسری حجت اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔ پہلے حصے میں قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔ اللہ تعالیٰ نے ما کان و ما یکون کا کلی اور تفصیلی علم نہ اپنے مقرب فرشتوں کو عطا کیا ہے۔ نہ اپنے برگزیدہ رسولوں اور نبیوں کو اور نہ ہی اپنے نیک بندوں اور اولیاء کرام کو۔

اب اس حصے میں اس موضوع پر سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔ جب کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک فیصلہ فرما دیں۔ تو کسی

مومن مرد یا عورت کو اسے رد کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ بلکہ ایمان کی
سب سے بڑی علامت یہی ہے۔ کہ اللہ اور رسول کے فیصلے کو
بلا چون وچرا دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (احزاب ع ۵)

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیدیں۔ کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔ اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

اس لئے مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے فیصلوں اور ان کے ارشادات کے سامنے سر جھکا دینا چاہئیے۔

اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں
جن میں غیر اللہ سے علم غیب کی نفی کیگئی ہے۔ حدیثیں صرف صحیح مسلم
اور صحیح بخاری سے پیش کی جائینگی۔ جن کی صحت فریق مخالف کے سامنے
بھی مسلم ہے

پہلی حدیث۔ قَالَ مَتٰى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ

اس شخص نے کہا۔ قیامت کب آئے گی۔ تو آپ نے فرمایا جس سے

عنها باعلم من السائل
وسأخبرك عن اشراطها
اذا ولدت الأمة ربها
واذا تطاول رعاة الابل
البهم في البنيان في خمس
لا يعلمهن الا الله ثم
تلا النبي صلى الله عليه
وسلم ان الله عنده
علم الساعة ثم أدبر
فقال ردوه فلم يروا
شيئا فقال هذا جبرائيل
جاء ليعلم الناس دينهم
(صحیح بخاری جلد اول ص [illegible] ٢ صحیح مسلم جلد اول
ص [illegible] نسائی ج ٢ ص ٢٦٢ ابن ماجہ ص [illegible])

یہ بات پوچھی جارہی ہے۔ وہ خود
اس بات کو سائل سے زیادہ نہیں
جانتا۔ البتہ میں تم کو اسکی بعض
علامتیں بتادیتا ہوں جب (لونڈی) اپنی
مالک کو جنم دے۔ جب سیاہ اونٹوں
کے چرواہے اونچی اونچی کوٹھیاں
بنانے لگیں۔ (تو سمجھ لینا کہ قیامت
قریب ہے) قیامت قائم ہونے
کا وقت ان پانچ چیزوں میں سے
ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو
نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔
ان اللہ عندہ علم الساعۃ
الآیۃ اس کے بعد وہ سائل چلا گیا
تو آپ نے فرمایا اسے واپس لاؤ۔
(جب لوگ اس کے پیچھے گئے) تو انھیں کچھ نظر نہ آیا۔ آپ نے فرمایا
یہ جبرئیل تھے۔ تمہیں دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کے علاوہ صحیح مسلم ج ١ ص ٢٧ جامع ترمذی
ج ١ ص [illegible] سنن نسائی ج ٢ ص ٢٦٢ اور سنن ابن ماجہ ص ٧ میں امیر المومنین
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی منقول ہے امام نسائی نے

اس روایت کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۶۵) علاوہ ازیں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، ابوموسیٰ اشعری اور عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہم سے بھی مختلف کتابوں میں مروی ہے۔ یہ حدیث اگر متواتر نہیں، تو مشہور ضرور ہے۔

یہ حدیث، حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ یہ سوال کرنے والے حضرت جبریل تھے۔ اور یہ اس حدیث کا آخری حصہ ہے۔ اس میں سائل (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ جس کا جواب آپ نے یہ فرمایا کہ ما المسئول عنها باعلم من السائل یعنی جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ خود سائل سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا یعنی قیامت کے بارے میں جتنا علم سائل کو ہے کہ قیامت آئے گی ضرور۔ بس اتنا ہی مسئول عنها یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ باقی رہا قیامت قائم ہونے کا معین اور مخصوص وقت، تو اس کا علم نہ سائل کو ہے [illegible] بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث کے الفاظ میں اس طرح کا احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا علم برابر ہے۔ [illegible] مگر [illegible] کا مطلب [illegible] یہ سمجھنا ہے کہ دونوں [illegible] جاننے میں برابر ہیں، اگر [illegible] غلط [illegible] استدلال [illegible]

فی العلم) مراد لیا جائے، تو علم سے قیامت کے آنے کا علم مراد ہوگا۔ یعنی سائل (حضرت جبریل علیہ السلام) اور مسئول عنہا (حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دونوں اس بات کے علم میں برابر ہیں کہ قیامت ضرور بالضرور آئے گی۔ یا علم سے مراد یہ ہوگی کہ دونوں یہ جاننے میں مساوی اور مشترک ہیں کہ قیامت قائم ہونے کے مخصوص اور معین وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔

والمراد نفی علم وقتہا لان علم مجیئہا مقطوع بہ، فہو علم مشترک وہذا وان اشعر بالتساوی فی العلم الا ان المراد التساوی فی العلم بان اللہ استاثر بعلم وقت مجیئہا لقولہ بعد خمس لا یعلمہن الا اللہ الخ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۰)

اور اس سے قیامت کے مخصوص وقت کے علم کی نفی مراد ہے۔ کیونکہ اس کی آمد تو یقینی امر ہے۔ اس لئے اس کی آمد کا علم تو سائل اور مسئول عنہ کے درمیان مشترک ہے اور اگرچہ اس حدیث سے لفظ تساوی فی العلم مفہوم ہوتی ہے لیکن تساوی سے اس بات کے علم میں تساوی مراد ہے کہ قیامت قائم ہونے کے مخصوص وقت کا علم اللہ تعالےٰ کی ذات سے مختص ہے، جیسا کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے وقت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات سے مختص فرما لیا ہے۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی رح فرماتے ہیں۔

وھذا وان کان مشعرا بالتساوی فی العلم لکن المراد التساوی فی العلم بان اللہ تعالی استاثر بعلمھا لقولہ لم بعد خمس لا یعلمھن الا اللہ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۹۹)

اس لفظ سے اگرچہ بظاہر مساوات فی العلم مفہوم ہوتی ہے، لیکن مساوات سے اس بات کے علم میں مساوات مراد ہے، کہ قیامت قائم ہونے کے مخصوص وقت کا علم اللہ تعالی نے اپنے ساتھ مختص کر لیا ہے کیونکہ اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بہت سے محدثین اور شارحین نے دوسرا مطلب مراد لیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد سورۂ لقمان کی آخری آیت کا حوالہ دے کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ قیامت کا مخصوص وقت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسلئے جس طرح تم کو اس کا علم نہیں اسی طرح مجھ کو بھی نہیں اور عدم علم میں ہم دونوں برابر ہیں۔ علامہ ابو الحسن سندھی شرح صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ کراچی) میں فرماتے ہیں۔

فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المسئول عنھا باعلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ما المسئول عنھا

من السائل كناية عن تساويهما في عدم العلم۔

با علم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ سائل اور مسئول عنہا قیامت کا علم نہ ہونے میں برابر ہیں

امام نووی اور امام عینی نے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو عدم علم میں مساوات پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے ان کلمات کو عدم علم کا اعتراف قرار دے کر اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو۔ اس کے بارے میں عدم علم کا اعتراف بھی علم ہی میں داخل ہے۔ اور یہ اعتراف کسی طرح جلالت قدر کے منافی نہیں۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں۔

وفيه انه ينبغي للعالم والمفتي وغيرهما اذا سئل عن ما لا يعلم ان يقول لا اعلم وان ذلك لا ينقصه (نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹)

حضرت کے اس ارشاد سے اس مسئلہ کی تعلیم ملتی ہے کہ جب کسی عالم یا مفتی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو وہ صاف کہہ دیا کرے میں اس کا علم نہیں رکھتا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایسا کہنے سے ان کی شان نہیں گھٹتی۔

امام بدر الدین عینی بھی رقمطراز ہیں۔

فيه لا ادري من العلم والاعتراف بعدم العلم ادب

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم

ذالک لا ینقصہ ولا یزیل ما عرف من جلالتہ بل ذالک دلیل علی ورعہ وتقواہ ووفور علمہ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹)

ہوئی۔ کہ لا ادری (میں نہیں جانتا) کہدیا اور جو چیز معلوم نہ ہو اسکے بارے میں) عدم علم کا اعتراف کرلینا بھی علم ہے نیز اس سے نہ شان گھٹتی ہے نہ جلالت قدر میں فرق آتا ہے بلکہ یہ تقوی اور پرہیزگاری اور تبحر علمی کی دلیل ہے۔

ان تمام توجیہات کا حاصل اور مآل یہی ہے۔ کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قیامت قائم ہونے کا مخصوص اور معین وقت معلوم نہیں تھا قیامت کا وقت بھی چونکہ ماکان وما یکون میں داخل ہے۔ اس لیئے اس کے علم کی نفی سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کو ماکان وما یکون کا کلی علم نہیں تھا۔

اس حدیث کے بعض طرق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام سائل کی حیثیت سے دربار نبوی میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے ان کو نہیں پہچانا بلکہ بعد میں آپ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ جو ایک اجنبی کی شکل میں سائل بن کر آئے تھے چنانچہ ایک روایت میں خود حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے

مَا اشْتَبَهَ عَلَيَّ مُنْذُ أَتَانِي قَبْلَ مَرَّتِي هٰذِهِ وَمَا عَرَفْتُهُ حَتّٰى وَلّٰى (عمدۃ القاری ج: ص ٢٨٥ وفتح الباری ج ١ ص ١٠٢)

قبضہ میں میری جان ہے۔ جب سے جبرئیل میرے پاس آنے لگے ہیں۔ اس دفعہ سے پہلے وہ کبھی مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے (اب کے تو) جب تک وہ چلے نہیں گئے۔ میں نے انھیں پہچانا ہی نہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

دلت الروایات التی ذکرناها علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم ما عرف انه جبریل الا فی آخر الحال (فتح الباری ج ١ ص ١٠٢)

جو روایتیں ہم نے اوپر ذکر کی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو شروع میں نہیں پہچانا۔ بلکہ بعد میں۔

حضرت امام ربانی محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روایت میں یوں وارد ہے۔

وَمَا أَتَانِي قَطُّ فِي صُوْرَةٍ إِلَّا عَرَفْتُهُ إِلَّا فِي صُوْرَتِهِ هٰذِهِ (غنیۃ الطالبین ص ١٠٢)

(آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ جبرئیل آج تک جو کسی صورت میں آئے ہیں، میں نے ہمیشہ اُن کو پہچان لیا ہے۔ مگر اس دفعہ (تو میں ان کو نہیں پہچان سکا) اب آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے حلف اٹھا کر فرما دیا۔ کہ اس دفعہ میں نے جبرئیل کو نہیں پہچانا۔ حالانکہ آپ کا سرسری بیان بھی قطعی حجت ہے۔ اور پھر اس کے بارے میں ایک بہت بڑے محدث اور ایک بہت بڑے صوفی اور اللہ کے ولی کا بیان بھی آپ نے سُن لیا۔ کہ وہ بھی اسبات کے قائل ہیں کہ آپ نے اس بار جبرئیل علیہ السلام کو نہیں پہچانا۔ اب کوئی بریلوی محب رسول بتائے۔ کہ کیا یہاں بھی ان کا پیٹنٹ نسخہ کامیاب ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام کو پہچان تو لیا تھا۔ مگر یہ علم اور معرفت (پہچان) چونکہ عطائی تھی۔ ذاتی نہیں تھا اسلئے آپ نے اس پہچان سے انکار کر دیا۔ اور فرما دیا۔ کہ اس دفعہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو نہیں پہچانا (استغفر اللہ ربی۔) تو اس سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیبات کا علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی آپ ماکان وما یکون کے عالم تھے۔

دوسری حدیث۔

عن جابرؓ (رضی اللہ عنہ) قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْئَلُوْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت رسول خدا کو وفات سے ایک ماہ پہلے فرماتے سنا کہ تم مجھ سے قیامت (قائم ہونے کے معین

وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰہِ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱)

(قیامت) کے بارے میں سوال کرتے ہو۔ حالانکہ اس (کے معین وقت) کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

آپ کا یہ ارشاد وفات سے صرف ایک ماہ قبل کا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے معین وقت کا علم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی کے آخر تک عطا نہیں کیا گیا۔ اور زندگی کے آخری ایام میں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہو حالانکہ خود مجھے بھی اس کا علم نہیں۔ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ صفحہ ۳۷ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید۔ آں خود معلوم من نیست وآں را جز خدا تعالیٰ نداند

حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم لوگ قیامت کبریٰ کے قائم ہونے کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ وہ خود مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس حدیث سے بھی اس بات کی صراحت ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت معین کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا آپ جمیع ماکان وما یکون کے عالم نہ تھے۔

تیسری حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ لَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَعْلَمُ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَعْلَمُ مَتٰی یَاْتِی الْمَطَرُ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَلَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا اللّٰہُ

(صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۳۶)

کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مفاتح الغیب (غیب کے خزانے) پانچ ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہو گا۔ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ ارحام میں کیا ہے نر ہے یا مادہ سیاہ ہے یا سفید وغیرہ) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی کسی جاندار کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں مرے گا اور اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ ان پانچ علوم کے جاننے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے۔ اور اس کے سوا ان چیزوں کا علم اور کسی کو نہیں۔ نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو اور نہ کسی مقرب فرشتہ کو اور یہ عقیدہ دین میں اتنا ضروری اور اس قدر واضح اور قطعی ہے کہ اسکی نفی کرنے والا قرآن کا منکر ہے چنانچہ امام زجاج فرماتے ہیں۔

من ادعی انہ یعلم شیئًا من ھذہ الخمس فقد کفر بالقران

جس نے دعویٰ کیا کہ وہ ان امور خمسہ میں سے کسی ایک کو جانتا ہے

المحطات ... القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۶۱) تو اس نے قرآن کا انکار کیا ہے

چوتھی حدیث۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَلَیُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْکُمْ ثُمَّ لَیُخْتَلَجُنَّ دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۴ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۰)	میں (ابتدائی استقبالات کے لئے) حوض پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائینگے۔ پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو

(مجھے) جواب دیا جائے گا۔ کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں جو شر فساد برپا کیا ہے۔ آپ اسے نہیں جانتے۔

پانچویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ الْحَوْضَ حَتّٰی عَرَفْتُھُمْ اخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ	(قیامت کے دن) میرے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئینگے۔ یہاں تک

ساتویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِي فَيُجْلَوْنَ عَنِ الْحَوْضِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى (صحیح بخاری ص ۹۷۵ ج ۲)

قیامت کے دن میرے ساتھ والوں کی ایک مختصری جماعت آئے گی۔ پھر ان کو حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا۔ تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کئے آپ کو ان کا علم نہیں ہے۔ وہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔

اس حدیث سے بریلویوں کے اس قول کی تردید ہوگئی کہ اس واقعہ کے بارے میں درایت کی نفی کی گئی ہے۔ نہ کہ علم کی۔ کیونکہ اگر ایک چیز معلوم ہو۔ اور پھر اس سے ذہول ہو جائے تو وہاں درایت کی نفی ہوگی۔ اور قیامت کے دن آپ کو ذہول ہو جائے گا اس لئے آپ لا ادری فرمائینگے۔

لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے۔ کیونکہ اس روایت میں لا علم لک کے الفاظ موجود ہیں۔ جو صاف علم کی نفی کر رہے ہیں۔ اور

بھی جیسی علم کی یعنی جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے۔ اس کے بارے
میں آپ کو کچھ بھی علم نہیں۔

آٹھویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ
حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ
مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ
ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ
أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي
مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۲ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸)

(اور قیامت کے دن) میری امت
کے کچھ لوگ لائے جائیں گے پھر
انہیں بائیں جانب (جہنم کی طرف)
لے جایا جائے گا۔ تو میں عرض
کروں گا۔ کہ اے اللہ یہ تو میرے
آدمی ہیں۔ تو ارشاد ہوگا۔ کہ آپ
کے بعد انہوں نے دین میں جو بدعات نکالی ہیں۔ آپ کو ان کا
علم نہیں۔

نویں حدیث

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ
مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ وَسَيُؤْخَذُ
نَاسٌ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ

میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ تم میں سے
جو آئے گا۔ اسے دیکھوں گا۔
اور کچھ لوگوں کو مجھ تک پہنچنے

مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۵ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۶)

سے پہلے ہی پکڑ لیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے امتی ہیں اور میرے اپنے آدمی ہیں۔ تو جواب ملے گا کہ آپ کو معلوم بھی ہے۔ وہ آپ کے بعد کیا کرتے رہے۔ خدا کی قسم وہ ہمیشہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹتے رہے ہیں۔

دسویں حدیث

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں تشریف رکھتے ہوئے فرمایا۔

إِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ فَوَاللّٰهِ لَيُقْتَطَعَنَّ دُوْنِيْ رِجَالٌ فَلَأَقُوْلَنَّ أَيْ رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ فَيَقُوْلُ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ مَا زَالُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ
(صحیح مسلم ج ۲ ص [illegible])

میں حوض کوثر پر تمہاری آمد کا منتظر ہوں گا۔ خدا کی قسم اس وقت یہ واقعہ رونما ہوگا۔ کہ کچھ لوگوں کو مجھ سے ادھر ہی دور کر لیا جائے گا۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ اے اللہ یہ تو میرے اپنے آدمی ہیں اور میرے امتی ہیں۔ تو ارشاد ہوگا۔ کہ آپ کے بعد انہوں نے

جو کرتوت کیے ہیں، وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں۔ یہ آپ کے بعد دین سے روگردانی کرتے رہے۔

حدیث نمبر ۴ سے حدیث نمبر ۱۰ تک ساتوں حدیثوں کا قدر مشترک مفہوم یہ ہے:

قیامت کے دن جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف ہوں گے اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے۔ تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا۔ اور ان کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ اس پر حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ لوگ تو میرے امتی ہیں۔ اور مجھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو اللہ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ یہ ٹھیک ہے آپ کے امتی ہی تھے آپ کو ان کے کرتوت معلوم نہیں۔ یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے۔ دین میں تبدیلیاں کرتے رہے اور راہ مستقیم سے ہٹتے رہے۔ اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا۔

ان تمام حدیثوں میں اس مضمون کی صراحت موجود ہے کہ ان تبدیلیوں اور بدعتوں کو نہیں بخشا جائے گا جو انہوں نے دین میں کیں

رہتی ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ قیامت سے پہلے تک کسی وقت
بھی آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ قیامت
کے دن بھی آپ کو تفصیلی اور کلی غیب کا علم حاصل نہیں ہوگا۔
اگر قیامت سے پہلے معلوم ہوتا۔ یا قیامت کے دن معلوم ہو جاتا
کہ ان لوگوں نے دین میں کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔ تو پھر ایسے مرتدین
اور محدثین کو آپ حوض کوثر کی طرف نہیں بلاتے۔ اور نہ ہی ان
کی سفارش کرتے۔ یہ تمام حدیثیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم نہ زندگی میں
حاصل ہوا۔ اور نہ کبھی حاصل ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ

ان حدیثوں میں جن لوگوں کو حوض کوثر سے دور ہٹانے کا ذکر ہے
ان کے لئے بعض روایتوں میں لفظ اصحابی وارد ہوا ہے۔ اس لئے
ایک عامی آدمی کے دل میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ شاید اس لفظ
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ
ہے۔ تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم مراد نہیں ہیں۔ بلکہ بعد میں آنے والے آپ کے امتی مراد ہیں۔
جیسا کہ حدیث نمبر ۹ و ۱۰ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور اشارہ
ان بدعتیوں کی طرف ہے۔ جنہوں نے دین کے طریقہ مسنونہ کو چھوڑ
کر اپنی نئی نئی بدعتیں نکال لیں۔ اور اس طرح ایسے کبیرہ گناہ

عن ابی عبد اللہ البخاری عن قبیصۃ قال ھم الذین ارتدوا علی عھد ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ فقاتلھم ابوبکر رضی اللہ عنہ حتی قتلوا وماتوا علی الکفر (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۳ ص ۱۰۲)

امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ حضرت قبیصہ نے فرمایا کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ مارے گئے۔

اور ان کا خاتمہ کفر پر ہوا۔

یہ دیہاتوں کے باشندے تھے۔ اور نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی آپ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی شرف حاصل نہیں تھا۔

گیارھویں حدیث۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ النَّاسَ یُصْعَقُوْنَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَکَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ

(قیامت کے دن) سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ تو دیکھوں گا کہ حضرت موسی علیہ السلام عرش کا کنارہ پکڑے ہوئے۔ پھر میں

اَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۴، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷)

اب میں نہیں جانتا۔ کہ وہ بھی بیہوش ہونے والوں میں تھے لیکن مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا وہ ان میں سے ہیں۔ جن کو اللہ نے (بیہوش ہونے سے) مستثنیٰ فرمایا ہے۔

بارہویں حدیث۔

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَلنَّاسُ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَفَاقَ قَبْلِيْ اَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۴ وصحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷)

قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ تو کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا۔ کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے۔ یا انہیں کوہ طور کی بیہوشی کا بدلہ دیا گیا۔ (کہ اب وہ بے ہوش ہو سکے ہی نہیں)

یہ دونوں حدیثیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح تمام دنیوں پر ... ہیں نہ ... کیونکہ

آپ صاف اقرار فرما رہے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی بے ہوشی طاری ہوگی اور وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے۔ یا یہ کہ کوہ طور کی بے ہوشی کے عوض ان پر قیامت کی بے ہوشی طاری ہی نہیں ہوگی۔ بلکہ ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جب آپ حضور سے ہوش میں آئیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ تھامے ہوئے دیکھیں گے تو اس وقت بھی آپ کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے ہوش میں آگئے ہیں یا بے ہوش ہوئے ہی نہیں ہیں۔ بہر حال یہ دونوں حدیثیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کلی اور تفصیلی علم غیب کی نفی پر برہان قاطع ہیں۔

تیرھویں حدیث۔

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ وَيُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ أَحْمَدُهٗ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ فَأَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَأَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا الخ

(قیامت کے دن جب گنہگار لوگ) پیغمبروں کے پاس سے پھر پھرا کر میرے پاس آئیں گے) تو میں اپنے اللہ سے (شفاعت) کی اجازت لوں گا چنانچہ مجھے اجازت مل

تمام پیغمبروں کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کریں گے لیکن سب معذوری کا اظہار فرمائیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا آخر کار یہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ تو میں ان کی شفاعت کے لئے تیار ہو جاؤں گا اور اللہ کے دربار میں سربسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کی ایسی عمدہ اور بہترین تعریف کروں گا۔ جو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائے گا۔ لیکن اب وہ مجھے معلوم نہیں ہیں۔ اور ان تعریفوں کے ساتھ اب میں اللہ کی حمد و ثنا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں۔ کما فی روایۃ مسلم ج ۱ ص ۱۱۱

ان دونوں حدیثوں سے بریلویوں کا یہ دعویٰ باطل ہو گیا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف جمیع ماکان و مایکون کو محیط اور جمیع مغیبات پر حاوی تھا۔ جبکہ زندگی کے آخری دم تک آپ کو ان تعریفوں کا علم نہیں۔ جن میں آپ میدان حشر میں اللہ کی حمد و ثنا کریں گے۔

پندرہویں حدیث۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کہ کچھ لوگ ایک جھگڑا لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ بِذٰلِكَ وَأَحْسِبُ أَنَّهُ

میں بھی ایک بشر ہوں، اور میرے پاس اہل خصومت آتے ہیں، تو ممکن ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت گفتگو

صَادِقٌ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا اَوْلِيَتْرُكْهَا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۵ صحیح مسلم ص ۷۴ ج ۲)

کا عمدہ سلیقہ رکھتا ہوں ۔ اور میں اس کی چرب زبانی اور خوش بیانی سے) اس کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ دیدوں اسلئے جس شخص کو میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں (حالانکہ وہ اس کا حق نہیں) تو اس کا لینا اس کے لئے جائز نہیں) وہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہوگا ۔ اب اگر اس کا جی چاہے تو اسے قبول کرلے یا چھوڑ دے ۔

اس حدیث کی صحت نہ صرف محدثین کے نزدیک متفق علیہ ہے بلکہ یہ حدیث فقہا کے نزدیک احکام قضاء کی بنیاد ہے ۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ اس بات کا امکان ہے کہ مقدمہ کے فریقین میں سے ایک زیادہ چرب زبان اور خوشگو ہو ۔ اور میں اس کی خوشگوئی سے متاثر ہو کر اس کو دعوی میں سچا سمجھ لوں ۔ اور اس کے حق میں فیصلہ دیدوں حالانکہ حقیقت میں جھوٹا ہے ۔ اور صاحب حق نہیں ہے ۔ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی اور تفصیلی علم غیب کے دعوی کو بیخ و بن سے اکھیڑ رہی ہے ۔ اگر آپ کو فریقین کے باطنی احوال کا علم ہوتا تو آپ یہ خدشہ ہرگز ظاہر نہ فرماتے ۔ کہ میں جھوٹے فریق کو اس کی زبان کی وجہ سے سچا سمجھ لوں ۔ اور اس کے حق میں فیصلہ دیدوں ۔ حدیث

اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے واضح ہے لیکن فریق مخالف کے مزید اطمینان کے لئے چند شارحین حدیث کی تصریحات بھی پیش کی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(قوله انما انا بشر) ان كان المراد انه من البشر فى عدم علم الغيب (فتح البارى شرح صحيح البخارى ج ۱۲ ص ۲۸۵)

(آپ کے اس ارشاد) انما انا بشر کا مطلب یہ ہے کہ علم غیب نہ ہونے میں، میں بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہوں۔

یعنی جس طرح دوسرے انسانوں کو علم غیب نہیں، اسی طرح میں بھی غیب نہیں جانتا ہوں۔ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

(انما انا بشر) يعنى كواحد منكم ولا اعلم الغيب وبواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية وانا احكم بالظاهر (عمدة القارى شرح صحيح بخارى ج ۲۴ ص ۱۱۶)

انما انا بشر کا مطلب یہ ہے کہ (اس معاملہ میں) میں بھی تم جیسا ہوں، اور غیب نہیں جانتا ہوں اور نہ ہی تمہارے باطنی معاملات کو جانتا ہوں، جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے اور میں ظاہری حال کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب بشریت کے منافی ہے اور بشر کا عالم الغیب ہونا محال ہے۔ ایک دوسرے مقام پر علامہ

عینی شرح معانی الآثار سے نقل ہیں۔

قولہ انما انا بشر ای من البشر ولا ادری باطن ما تحاکمون فیہ عندی وتختصمون فیہ لدی وانما اقضی بینکم علی ظاہر ما تقولون (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۲۴ ص ۲۵۷)

آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی جنس بشر سے ہی ہوں - اس لئے جو معاملہ اور جھگڑے وہ میرے پاس لے کر آتے ہیں - ان کی حقیقت کا مجھے علم نہیں ہے تو تمہارے ظاہری بیانات کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں

علامہ ابن حجر رح اسی حدیث کے تحت ایک دوسرے موقع پر رقمطراز ہیں :

ان بہ ردًا علی من زعم ان من کان رسولاً فانہ یعلم کل غیب حتی لا یخفی علیہ المظلوم (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۷)

حضور علیہ السلام نے انما انا بشر کے الفاظ ارشاد فرما کر ان لوگوں کا رد فرمایا ہے - جو یہ سمجھتے ہیں - کہ رسول کو کلی علم غیب ہوتا ہے - یہاں تک کہ فریقین میں سے) مظلوم اس پر پوشیدہ نہیں ہوتا -

اس حدیث اور شارحین کی تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علم

غیب کا عقیدہ سراسر غلط اور باطل ہے۔

سولہویں حدیث ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالُوْا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُّحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ

(الحدیث صحیح مسلم ج ۱ صـ۱۲۶)

(ایک دفعہ) صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپکی امت کے جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے (قیامت کے دن) آپ انہیں کس طرح پہچانیں گے۔ تو آپ نے فرمایا یہ بتاؤ۔ اگر کسی شخص کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ مشکی گھوڑوں میں ملے جلے ہوں۔ تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان نہیں لے گا۔ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں ضرور پہچان لے گا۔ تو آپ نے فرمایا میرے امتی وضو کی وجہ سے پنج کلیان ہونگے۔ (یعنی ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔ اور میں اس امتیازی نشان سے ان کو پہچان لوں گا)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا۔ کہ جس طرح دنیا میں آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حاصل نہیں تھا۔ اسی طرح آئندہ بھی قیامت تک آپ کو کلی اور محیط علم غیب حاصل

نہیں ہوگا۔ میدان حشر میں آپ اپنے اُمتیوں کو وضو کی علامتوں سے پہچانیں گے۔ یہ خود حضور علیہ السلام کا اپنا ارشاد ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ قیامت کے دن بھی آپ کو کلی اور محیط علم غیب حاصل نہیں ہوگا۔ ورنہ اپنے امتیوں کو علامات وضو سے پہچاننا۔ چہ معنی دارد۔

اس حدیث سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور علیہ السلام کے لیے کلی اور محیط علم غیب کے قائل نہیں تھے۔ ورنہ انہیں یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کہ آپ اپنے اُمتیوں کو کس طرح پہچانیں گے۔

سترہویں حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا (صحیح بخاری ج ۱ ص۳۲۸، صحیح مسلم ج ۱ ص۳۴۴)

کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں پڑی ہوئی کھجور پائی۔ تو فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا۔ کہ مبادا یہ کھجور صدقے کی ہے۔ تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا۔

اٹھارہویں حدیث۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا
(صحیح بخاری ج ا ص ٣٢٨، صحیح مسلم ج ا ص ٣٤٤)

(کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر لوٹتا ہوں۔ اور اپنے بستر پر کھجور پڑی پاتا ہوں۔ تو کھانے کے ارادے سے اُسے اُٹھا لیتا ہوں۔ لیکن پھر ڈرتا ہوں کہ مبادا صدقہ کی ہو۔ اسے رکھ دیتا ہوں (اور کھاتا نہیں ہوں))

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہیں تھا۔ ورنہ ایک کھجور کے بارے میں آپ متردد نہ ہوتے۔ کہ وہ صدقہ کی ہے یا صدقہ کی نہیں۔ انتیسویں حدیث۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ
(صحیح بخاری ج ا ص ٩٨)

میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں۔ تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے یہ بات پسند نہیں۔ کہ اس کی ماں پریشان ہو۔

بیسویں حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنِّی لَأَدْخُلُ فِی الصَّلٰوةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِی صَلَاتِی مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۸)

میں نماز شروع کرتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز ذرا لمبی کردوں۔ تو اتنے میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کردیتا ہوں۔ کیونکہ بچے کے رونے کی وجہ سے ماں کی شدت پریشانی کا مجھے پورا پورا احساس ہے۔

یہ دونوں حدیثیں بھی اس دعویٰ کی نفی کرتی ہیں۔ کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف تمام مغیبات پر حاوی تھا۔ کیونکہ اگر آپ کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ تو یہ بھی جانتے ہوتے۔ کہ آج نماز میں فلاں بچہ روئے گا۔ اسلئے اس دن آپ نماز کو طویل کرنے کا ارادہ ہی نہ فرماتے۔ اور شروع ہی سے اختصار فرماتے۔

اکیسویں حدیث۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً كَانَ يَكُونُ فِی الْمَسْجِدِ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمْ

ایک سیاہ فام مرد یا عورت بلا ناغہ تو شاید [illegible] مسجد میں رہا کرتا اور مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا۔

النبيُّ صلى الله عليه وسلم بموته فذكره ذات يوم فقال ما فعل ذلك الانسان قالوا مات يا رسول الله قال افلا آذنتموني فقالوا انه كان كذا وكذا قصته قال فحقروا شانه قال فدلوني على قبره قال فاتى قبره فصلى عليه (صحيح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹ وصحيح بخاري ج ۱ ص ۱۷۸ واللفظ له)

وہ مر گیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی موت کا علم نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک دن آپ نے اسے یاد فرمایا۔ اور پوچھا اس آدمی کا کیا ہوا۔ (کئی دنوں سے وہ دیکھنے میں نہیں آیا) تو صحابہ نے عرض کی کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے تو فرمایا۔ تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی۔ صحابہ نے کچھ ایسا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے اس معاملہ کو معمولی سمجھا۔ (اسلئے آپ کو اسکی اطلاع نہ دی) پھر آپ نے فرمایا چلو مجھے اسکی قبر بتاؤ۔ چنانچہ آپ اسکی قبر پر تشریف لائے اور اسکی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

مسجد کا خادم جو مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا۔ اور مسجد ہی میں رہا کرتا تھا۔ مر گیا لیکن حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی موت کا علم نہ ہوا۔ اور آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے مجھے اسکی موت کی خبر کیوں نہیں دی اور پھر جب آپ اسکی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے چلے۔ تو فرمایا۔ مجھے بتاؤ۔ اسکی قبر کونسی ہے۔ یہ ساری چیزیں آں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعویٰ علم غیب کلی کے بطلان کی واضح دلیل ہے، اگر آپ کو مغیبات کا کلی اور تفصیلی علم ہوتا۔ تو اس خادم مسجد کی موت آپ پر پوشیدہ نہ رہتی اور آپ نہ فرماتے۔ کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ اور انکی قبر کا بھی آپ کو علم ہوتا۔ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔

بائیسویں حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا تو صحابہ کو دعوت ولیمہ دی۔ دعوت سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے، البتہ چند آدمی وہیں بیٹھ کر باتوں میں لگ گئے کافی دیر کے بعد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ اس خیال سے کہ وہ لوگ بھی باہر چلے جائینگے۔ لیکن ان لوگوں کو آپ کے منشا کا احساس نہ ہوا اور وہ وہیں بیٹھے رہے۔ آپ وہاں سے نکل کر حضرت عائشہ کے حجرے کے پاس آ گئے۔

ثُمَّ اَنَّهُمْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ عَلٰى زَيْنَبَ فَاِذَا هُمْ جُلُوْسٌ لَمْ يَقُوْمُوْا فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۶)

پھر آپ نے سمجھا کہ اب وہ اٹھ کر چلے گئے ہوں گے۔ تو آپ واپس تشریف لائے۔ میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا جب آپ حضرت زینب کے حجرے میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ وہ لوگ ابھی بیٹھے ہیں۔

بھی گئے نہیں۔ تو آپ واپس آگئے۔ اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس گیا
آپ یہ خیال فرما کر واپس تشریف لائے تھے۔ کہ وہ لوگ اُٹھ کر چلے گئے ہوں گے۔ لیکن وہ ابھی وہیں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو کلی اور تفصیلی علم غیب نہیں تھا

تئیسویں حدیث ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ ایک جگہ آپ نے پڑاؤ کیا۔ اور اسی جگہ میرا ہار گم ہو گیا۔

فاقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس معہ (صحیح بخاری ج ۱ ص۴۸ صحیح مسلم ج ۱ ص۱۶۰)

تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تلاش کے لیے رک گئے۔ اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ رک گئے۔

تمام صحابہ نے بڑی جدوجہد سے ہار تلاش کیا۔ مگر نہ مل سکا آخر کار جب روانگی کے وقت اونٹ کو اٹھایا گیا۔ تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فبعثنا البعیر الذی کنت علیہا فاصبنا العقد تحتہ (صحیح بخاری ج ۱ ص۴۸ صحیح مسلم ج ۱ ص۱۶۰)

پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی۔ تو اس کے نیچے سے ہم کو ہار مل گیا

اس واقعہ سے صاف عیاں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل نہیں تھا۔ اور نہ ہی آپ کو تمام غیوب پر اطلاع تھی۔ ورنہ پاس ہی اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہار آپ پر مخفی نہ رہتا۔ اور اس واقعہ سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو اس قدر تشویش لاحق نہ ہوتی۔

چوبیسویں حدیث ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلَحَ قَالَ فَخَرَجَ شِيصًا فَمَرَّ بِهِمْ فَقَالَ مَا لِنَخْلِكُمْ قَالُوا قُلْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا۔ جو کھجور کے درختوں میں پیوند لگا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو۔ تو بھی ٹھیک ہے۔ (چنانچہ انہوں نے نہ کیا۔) تو کھجوروں نے ناقص پھل دیا۔ آپ کا ادھر سے گذر ہوا۔ تو فرمایا۔ تمہاری کھجوریں کیسی رہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضور نے اسقدر پھل کم لائیں۔ تو فرمایا۔ اپنے دنیوی کاموں کو تم ہی زیادہ جانتے ہو۔

پچیسویں حدیث ۔ تابیر نخل کی ایک حدیث حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴)

میں بس انسان ہی ہوں جب میں تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں۔ تو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور جب میں تم کو اپنی رائے سے (دنیا کی) کوئی بات کہوں تو بس میں بشر ہی ہوں۔ (اور میری رائے ایک بشر کی رائے ہو گی)

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ کی شرح میں علامہ شہاب الدین خفاجی تحریر فرماتے ہیں:-

(فقال إِنَّمَا أنا بشر) أصيب وأخطئ في أمور الدنيا التي لم يوح إليّ فيها شيء (نسيم الرياض شرح شفاء قاضی عیاض ج ۴ ص ۲۵۶)

آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جن دنیوی امور کے بارے میں بذریعہ وحی مجھے کچھ نہ بتایا گیا ہو ان میں میری رائے درست بھی ہو سکتی ہے اور خطا بھی۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ ماکان و ما یکون کا کلی اور تفصیلی غیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھا۔ اور دنیوی معاملات کے بارے میں آپ کی رائے خلاف واقعہ بھی ہو سکتی تھی۔

چھبیسویں حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا (تغییر

ابن کثیر ج ۲ صہ ۱۲) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت بھی کی۔ کچھ دنوں کے بعد انھیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ اور ان میں سے کچھ بیمار ہو گئے۔ اس پر انہوں نے آپ سے اونٹوں کے گلوں کے ساتھ باہر جنگل میں رہنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دیدی اور وہ باہر اونٹوں کے ساتھ رہنے لگے۔

فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِیَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِیْ اَوَّلِ النَّھَارِ فَبَعَثَ فِیْ اٰثَارِھِمْ (بخاری ج ۱ صہ ۳۶ واللفظ لہ صحیح مسلم ج ۲ صہ ۵۷)

پھر جب وہ تندرست ہو گئے۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر ڈالا۔ اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع آپ کو صبح ہی مل گئی۔ تو آپ نے انکی تلاش میں آدمی روانہ فرما دیئے۔

یہ لوگ منافق تھے اور بری نیت سے آئے تھے منافقانہ طور پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور بیعت بھی کی۔ اور آخر کار اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر ڈالا۔ اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ غیب دان نہ تھے۔ اور نہ ہی جمیع ماکان و مایکون کے عالم تھے۔ ورنہ آپ کو حقیقت حال کی پوری پوری واقفیت ہوتی۔

ستائیسویں حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ قبیلہ رعل، ذکوان عصیہ اور بنو لحیان کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے سامنے ظاہر کیا۔ کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں لیکن ان کی قوم کے دوسرے لوگ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ان سے برسرپیکار رہیں۔ اسلئے ان کے مقابلہ کے لئے کچھ آدمیوں کی کمک کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ان کی باتوں پر اعتماد فرمایا۔ اور انھیں مخلص مومن سمجھ کر انصار میں سے ستر آدمی ان کی مدد کے لئے ان کے ہمراہ روانہ فرما دیئے جو سارے کے سارے قرآن مجید کے قاری اور نہایت ہی متقی تھے۔ چنانچہ جب وہ منافقین صحابہ کی اس جماعت کو ساتھ لے کر مقام بئر معونہ پر پہنچے۔ تو ان سے دھوکہ کیا اور سب کو شہید کر ڈالا۔ ان میں سے صرف ایک صحابی کعب بن یزید اور ان کے ساتھ ایک اور آدمی کی جان بچی۔

حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ۔ اَتَاہُ رِعْلٌ وَ ذَکْوَانُ وَعُصَیَّۃُ وَبَنُو لِحْیَانَ فَزَعَمُوْا اَنَّھُمْ قَدْ اَسْلَمُوْا وَاسْتَمَدُّوْہُ عَلٰی قَوْمِھِمْ فَاَمَدَّھُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ رعل۔ ذکوان اور بنو لحیان کے آدمی آئے اور کہنے لگے۔ کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلہ میں آپ سے امداد کی

بِسَبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ يَحْطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ فَانْطَلَقُوْا بِهِمْ حَتّٰى بَلَغُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ غَدَرُوْا بِهِمْ وَقَتَلُوْهُمْ الخ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱۲)

درخواست کی۔ تو آپ نے ستر انصاریوں کی کمک ان کو دی۔ حضرت انس کہتے ہیں۔ کہ ہم ان کو قراء کہتے تھے۔ دن کو گذر اوقات کے لئے لکڑیاں چنتے اور رات کو نماز میں مشغول رہتے۔ وہ لوگ ان کو ساتھ لے کر بئر معونہ پہنچے۔ تو ان سے بدعہدی کی۔ اور ان کو قتل کر دیا۔

اور اس صورت حال کا آپ کو پہلے ہرگز علم نہیں تھا۔ کہ ایسا ہو گا۔ بلکہ جب ان قاریوں کو شہید کر دیا گیا۔ تو بذریعہ وحی آپ کو اسکی اطلاع ہوئی۔ چنانچہ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں۔

فَاَخْبَرَ جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۳)

تو جبریل نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ کہ وہ اپنے رب سے مل چکے ہیں۔ اور اللہ ان سے راضی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ان قاریوں کے قتل پر آپ کو اسقدر صدمہ اور رنج ہوا۔ کہ اتنا کبھی نہیں ہوا۔ ان کے

قتل کے بعد ان ظالم قاتلوں کے لئے آپ پورا ایک ماہ بد دعا کرتے رہے

قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہْرًا حِیْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ فَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ اَشَدَّ مِنْہُ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت (نازلہ) پڑھی جب وہ قاری شہید کر دیئے گئے۔ اس حادثہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسقدر غم لاحق ہوا۔ کہ میں نے اس سے زیادہ غمگین آپ کو کبھی نہیں دیکھا

اس صحیح واقعہ کو سامنے رکھ کر سوچیئے۔ کہ بریلویوں کے اس باطل دعوی میں کسقدر صداقت ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان تھے۔ اور ماکان و مایکون کوئی جزئی آپ کے علم محیط سے باہر نہیں تھی کسقدر اندھیر ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسقدر سنگین اور ناپاک بہتان ہے۔ کہ آپ کو ماکان و مایکون کا کلی اور تفصیلی علم حاصل تھا۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ جو اسلام لانے کا دعوی کر رہے ہیں۔ اور امداد طلب کرنے آئے ہیں۔ یہ سب جھوٹے ہیں اور منافق ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا۔ یہ منافقین ان ستر قاریوں کو ساتھ لے جا کر دھوکہ سے قتل کر دینگے۔ مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود آپ نے ستر قاری اور قائم اللیل صحابیوں کو قتل کرانے کے لئے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ استغفر اللہ معاذ اللہ۔ ھذا

بہتانٌ عظیمٌ۔ حالاں کہ آپ کی شان یہ تھی۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (سورہ توبہ ع ۱۶) کہ ایمان والوں پر بڑے شفیق اور مہربان تھے۔

لامحالہ یہی کہنا پڑے گا۔ کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ منافق اور جھوٹے ہیں۔ اور نہ آپ کو یہ معلوم تھا۔ کہ وہ غدر کر کے آپ کے آدمیوں کو قتل کر دیں گے۔ ورنہ آپ کبھی اپنے صحابیوں کو ان کے ساتھ نہ بھیجتے۔ اس لیے یہ واقعہ بھی آپ کے جمیع ماکان و مایکون کی نفی پر برھان قاطع ہے۔

اٹھائیسویں حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ	جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی
مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ	ہے۔ اگر یہ پہلے ہی معلوم ہو جاتی
وَلَوْلَا مَعِیَ الْهَدْیُ لَاَحْلَلْتُ	تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ
(صحیح بخاری ج۱ ص۲۲۳ صحیح مسلم ج۱ ص۳۹۲)	لاتا۔ اور اگر قربانی کے جانور میرے

ساتھ نہ ہوتے تو میں احرام کو ختم کر دیتا۔

انتیسویں حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ	جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی
مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ	ہے۔ اگر وہ پہلے سے معلوم ہو

الْهَدْيَ وَلَحَلَلْتُ مَعَ النَّاسِ حِيْنَ حَلُّوْا (صحیح بخاری ص۲۱۳ ج۱، صحیح مسلم ص۳۹۱ ج۱)

جاتی۔ تو میں قربانی کے جانور ساتھ لے کر نہ آتا۔ اور جب دوسرے لوگوں نے احرام کھولے ہیں۔ میں بھی احرام کھول دیتا۔

سنہ۱۰ھ میں جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور چند ایک صحابہ کے سوا قربانی کا جانور کسی کے ہمراہ نہیں تھا۔ سب نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضور علیہ السلام کے دل میں خیال آیا۔ کہ اب مشرکین کے ایک جاہلانہ اور باطل خیال کی تردید کا اچھا موقع ہے۔ مشرکین کہتے تھے۔ کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ آپ چونکہ قربانی کے لئے جانور ساتھ لے گئے تھے۔ اور اس وجہ سے اعمال حج بجا لانے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے صحابہ کو حکم دیا۔ کہ وہ حج کا احرام ختم کر دیں۔ اور عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ بجا لائیں۔ اور پھر از سر نو حج کا احرام باندھیں۔

ادھر صحابہ کرام کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ کہ عمرہ بجا لانے کے بعد چونکہ وہ احرام سے باہر ہو جائیں گے۔ اور بیویوں سے استمتاع کی اجازت ہو جائے گی۔ اور اس صورت میں ان کے اجر و ثواب میں کمی ہو جائیگی۔ اور ساتھ ہی ان کی انتہائی خواہش یہ تھی۔ کہ وہ بھی بالکل اسی طرح حج

ادا کریں۔ جس طرح خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لائیں۔ اسلئے آپ کی تجویز پر عمل کرنے میں ان کو قدرے تامل ہوا اس موقعہ پر آپ نے مذکورہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرام نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور حج کا احرام کھول کر پہلے عمرہ ادا کیا۔

ان دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جو بات آپکے قلب مبارک پر مکہ معظمہ پہنچ کر اور صحابہ کرام کا طرزِ عمل دیکھ کر منکشف ہوئی تھی۔ اس کا آپ کو مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت علم نہیں تھا جیسا کہ خود آپ کے الفاظ میں اسکی صراحت موجود ہے۔ اگر مدینہ سے روانگی کے وقت یہ بات آپکے ذہن میں ہوتی تو آپ وہیں سے تمتع کی نیت فرما لیتے۔ چنانچہ حافظ بدرالدین عینی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

ای لو عرفت فی اول الحال ما عرفت آخرا من جواز العمرۃ فی اشہر الحج لما اہدیت) انما کنت متمتعا لارادۃ مخالفۃ اہل الجاہلیۃ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۵۳)

حج کے مہینوں میں جواز عمرہ کے بارے میں جو بات بعد میں مجھے معلوم ہوئی ہے۔ اگر وہ شروع ہی میں معلوم ہو جاتی تو میں ھدی ساتھ نہ لاتا۔ اور مشرکین کی مخالفت کے لیے تمتع کے ارادہ سے آتا۔

تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبیات کا کلی اور تفصیلی علم حاصل نہیں اور آپ جمیع ماکان و مایکون کے عالم نہ تھے۔

تیسویں حدیث۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَقُولُ اللهُ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۰، ج ۲ ص ۷۰۵ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں ذخیرہ (بطور انعام) تیار کر رکھی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سنا۔ اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اسکا خیال گذرا (اور یہ چیزیں) ان کے علاوہ ہیں جنکی (اے میرے بندو) تم کو اطلاع دی جا چکی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فلا تعلم نفس

اکتیسویں حدیث۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔

شَهِدْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيهِ الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ فِيهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَ

ایک دفعہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا جس میں آپ نے جنت کا پورا حال بیان فرمایا اور گفتگو کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ

وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ خَطَرَ الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۸)

اس (جنت) میں ایسی چیزیں ہونگی جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا کبھی خیال آیا۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں جو جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ وہ اس قدر پوشیدہ ہیں۔ کہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہیں۔ ان کا تفصیلی علم اللہ تعالٰی نے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں ما موصولہ یا موصوفہ ہے۔ اور عینٌ۔ اُذُنٌ اور بَشَرٌ نکرے ہیں جو نفی کے تحت داخل ہیں۔ اور نکرہ تحت نفی مفید استغراق ہوتا ہے۔ تو مطلب ہوگا۔ کہ تمام آنکھوں نے ان کو نہیں دیکھا اور تمام کانوں نے ان کو نہیں سنا۔ اور تمام انسانوں کے دل میں ان کا خیال تک نہیں گزرا اس استغراق کی وجہ سے کوئی آنکھ کوئی کان اور کوئی انسان اس نفی سے مستثنے نہیں۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ جنت کی ان پوشیدہ نعمتوں کو نہ کوئی برگزیدہ نبی جانتا ہے۔ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی جن۔

چنانچہ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں،

ما ھٰھنا اما موصولة او موصوفة وعین وقعت فی سیاق النفی فافاد الاستغراق

ما یہاں موصولہ ہے یا موصوفہ اور لفظ عین سیاق نفی میں واقع ہے اور مفید استغراق ہے۔ اور

والمعنی ما رأت العیون کلھن ولا عین واحدۃ منھن (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱۵ صـ۱۵۳)

معنی یہ ہیں کہ نہ تمام آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے۔ اور نہ ہی کسی ایک آنکھ نے۔

اور علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔

و ما فی ما اخفی موصولۃ ونفس نکرۃ فی سیاق النفی فتعم جمیع الانفس ای لا یعلم الذی اخفاہ اللہ لھم لا ملک مقرب ولا نبی مرسل الخ (ارشاد الساری شرح بخاری ج ۷ صـ۲۹۰)

اور ما۔ ما اخفی میں موصولہ ہے اور نفس نکرہ سیاق نفی میں واقع ہے۔ اسلئے وہ تمام نفوس کو شامل ہو جائے گا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے ان نیک بندوں کے لئے جو کچھ چھپا رکھا ہے۔ اسے نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ پیغمبر۔

اور روایت میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ آخر میں ان الفاظ کا اضافہ بھی موجود ہے۔

ولا یعلمہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (فتح الباری ج ۸ صـ۴۱۹۔ عمدۃ القاری ج ۱۹ صـ۱۲۱۔ ارشاد الساری ج ۷ صـ۲۸۱)

اور اس کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے۔ اور نہ کوئی برگزیدہ پیغمبر۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ جنت کی نعمتوں کا تفصیلی علم نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو حاصل ہے۔ اور نہ ہی کسی مقرب فرشتے کو۔ اور اللہ کے سوا کوئی جمیع ماکان و مایکون کا عالم نہیں

بتیسویں حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب میں ایک رات کو جس میں سخت سردی پڑ رہی تھی۔ اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

أَلَا رَجُلٌ يَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ ثُمَّ قَالَ أَلَا رَجُلٌ يَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ ثُمَّ قَالَ أَلَا رَجُلٌ يَأْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ فَقَالَ قُمْ يَا حُذَيْفَةُ فَأْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ (رواہ مسلم)

کیا کوئی ایسا مرد ہے جو میرے پاس کفار کے لشکر کی خبر لائے اللہ اسکو قیامت کے دن میری معیت نصیب فرمائے گا پر ہم سب خاموش رہے اور کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے پھر یہی الفاظ اعادہ فرمایا۔ پھر بھی ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کوئی بھی نہ بولا۔ اس کے بعد تیسری بار بھی آپ نے وہی الفاظ دہرائے اور کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا حذیفہ! اٹھو اور دشمن کی فوج

کی خبر میرے پاس لاؤ۔

تینتیسویں حدیث۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوۂ احزاب میں ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا الحدیث

(صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۵۹)

ہمیں دشمن قوم کی خبر کون لا دے گا۔ تو زبیرؓ نے عرض کیا۔ "میں"۔ آپ نے پھر فرمایا کہ قوم کی خبر ہمارے پاس کون لائے گا۔؟ زبیر نے کہا میں۔ آپ نے پھر فرمایا۔ دشمن قوم کی خبر ہمارے پاس کون لائے گا۔؟ زبیر نے کہا۔ میں۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات اور ما کان وما یکون کا کلی اور تفصیلی علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو تمام غیوب معلوم ہوتے اور آپ کا علم محیط ہوتا تو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے آپ کو جاسوس بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ یاد رہے۔ کہ غزوہ احزاب ۵ھ میں واقع ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس وقت تک آپ کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔

چونتیسویں حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو ہتھیار اتار ڈالے اور غسل فرمایا۔ تو اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا۔

قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰہِ مَا وَضَعْنَاہُ اُخْرُجْ اِلَیْہِمْ قَالَ فَاِلٰی اَیْنَ قَالَ ھٰھُنَا وَاَشَارَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِمْ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۵)

آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں خدا کی قسم ہم نے تو ابھی نہیں اتارے چلیے اب ان کی طرف چلیے۔ آپ نے فرمایا کس کی طرف تو جبرئیل نے عرض کیا۔ ادھر اور بنی قریظہ کی آبادی کی طرف اشارہ کیا چنانچہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکل کر روانہ ہو گئے۔

یہ حدیث بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کل غیب نہیں جانتے تھے۔ اگر آپ غیب دان ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ ابھی تو مجھے بنی قریظہ کی طرف جانا ہے۔ اسلئے آپ ہتھیار اتار کر غسل نہ فرماتے اور نہ ہی آپ جبرئیل علیہ السلام سے سوال کرتے کہ اب اللہ کی طرف سے کس سمت

کو جانے کا حکم ہے۔

پینتیسویں حدیث۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جس سال صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ اس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تقریباً چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر بارادہ عمرہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مقام ذو الحلیفہ میں پہنچ کر آپ نے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور ہدی کے اونٹوں کو قلادے ڈالے اور اشعار کیا۔ اور مشرکین کے حالات اور ان کی جنگی تیاریوں اور سرگرمیوں کا علم حاصل کرنے کے لئے آپ نے خزاعہ قبیلہ کا ایک آدمی بطور جاسوس کے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔

فَلَمَّا اَتیٰ ذَا الْحُلَیْفَۃِ قَلَّدَ الْھَدْیَ وَاَشْعَرَہٗ وَاَحْرَمَ مِنْھَا بِعُمْرَۃٍ وَبَعَثَ عَیْنًا لَہٗ مِنْ خُزَاعَۃَ وَسَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِغَدِیْرِ الْاَشْطَاطِ اَتَاہُ عَیْنُہٗ قَالَ اِنَّ قُرَیْشًا جَمَعُوْا لَکَ جُمُوْعًا وَقَدْ جَمَعُوْا

جب آپ مقام ذی الحلیفہ میں پہنچے تو ہدی کے جانوروں کے قلادے ڈالے۔ اور اشعار کیا۔ اور عمرہ کا احرام باندھا۔ اور قبیلہ خزاعہ سے ایک جاسوس (دشمن کی خبریں معلوم کرنے کیلئے مکہ) بھیجا اور وہاں سے کوچ فرمایا جب آپ مقام غدیر الاشطاط میں پہنچے۔ تو آپ کے

لَكَ الْأَحَابِيشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوكَ (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶)

جاسوس نے آکر آپ کو بتایا کہ مشرکین قریش نے آپ کے لئے بہت سی فوجیں جمع کر رکھی ہیں اور مختلف قبائل سے لوگ جمع کر لئے ہیں اور وہ آپ سے لڑنے پر آمادہ ہیں۔ اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

اس حدیث سے بھی یہ دعوے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو ماکان و مایکون کا کلی اور تفصیلی علم ہوتا تو آپ کو قریش کے منصوبے بھی معلوم ہوتے۔ اور ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے آپ کو جاسوس بھیجنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

چھتیسویں حدیث

جب سورہ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الآیۃ) تو حضرت ثابت بن قیس جن کی آواز بہت بلند تھی۔ اور باتوں میں اکثر ان کی آواز حضور علیہ السلام سے اونچی ہو جاتی تھی۔ اس لئے وہ اس آیت کی وعید سے ڈر گئے۔ اور گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ فَقَالَ لَهُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ

(الحدیث صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۰ و ج ۲ ص ۷۱۸)

وسلم نے ثابت بن قیس کو غائب پایا۔ (اور اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا) تو ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں انکی خبر آپکے پاس لاتا ہوں چنانچہ شخص اس کے گھر پہنچا۔ تو اسے سر جھکائے بیٹھا پایا۔ پوچھا کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا بہت برا۔ کیونکہ وہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند کیا کرتا تھا۔ اسلئے اس کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں اور وہ جہنمی ہو گیا ہے۔

جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تم دوزخی نہیں ہو۔ بلکہ تم جنتی ہو۔ اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح اور آشکار ہو گیا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اور آپ کو اپنے صحابہ کے احوال کا ذاتی کوئی علم نہیں ہوتا تھا۔ اگر آپ کو

پوشیدہ بات معلوم ہوئی۔ اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم آپ کو حاصل ہوتا۔ تو حضرت ثابت بن قیس کی غیر حاضری کا سبب بھی آپ کو معلوم ہوتا۔

چھبیسویں حدیث۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں حسب ذیل کلمات کہا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ الخ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)	اے اللہ میں اس علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جو بے فائدہ ہو۔ اور اس دل سے بھی پناہ مانگتا ہوں جس میں خشوع نہ ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ تمام علوم جو غیر نافعہ ہیں یعنی بے فائدہ ہیں۔ وہ آپ کو عطا نہیں کیے گئے تھے کیونکہ آپ ان سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ اور چونکہ علوم غیر نافعہ بھی ما کان و ما یکون میں داخل ہیں۔ اسلئے ثابت ہوا کہ آپ کو ما کان و ما یکون کا کلی علم عطا نہیں کیا گیا تھا۔

بریلوی جواب مولوی محمد عمر صاحب اچھروی اور مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے مقیاس حنفیت صفحہ ۱۹۱ اور جاء الحق صفحہ ۱۳۳ میں اسکا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں ایسا کوئی علم نہیں جو بالکل ہی غیر نافع ہو۔ جب دنیا میں

غیر نافع علم کا وجود ہی نہیں تو اس حدیث سے ماکان وما یکون کے علم کی نفی بھی نہ ہوئی۔

جواب الجواب: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر نافع سے پناہ مانگنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا میں علم غیر نافع موجود ہے۔ ورنہ ایک چیز جو معدوم محض ہے اس سے پناہ مانگنا لازم آئے گا۔ جو لا طائل ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی شان سے بعید ہے۔

نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ — اور وہ سیکھتے ہیں وہ چیز جو
وَلَا يَنْفَعُهُمْ (سورۃ البقرہ ع ۱۲) — ان کو نقصان دیتی ہے اور
ان کو نفع نہیں دیتی۔

قرآن مجید کی اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں ایسے علوم بھی موجود ہیں، جو سراسر نقصان دہ ہیں۔ ان میں کوئی نفع نہیں۔ ان علوم میں ایک جادو کا علم بھی ہے۔ اور اس آیت میں یہی مراد ہے۔

دنیا میں بہت سے ایسے علوم ہیں جن کا سیکھنا سکھانا حرام ہے جس سے ظاہر ہے۔ کہ کم از کم ایسے علوم دینی معاملات میں سراسر نقصان دہ اور غیر نافع ہیں۔ مثلاً جادو، علم نجوم، طلسمات، نیرنج۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔

وادخل صاحب الدر فی العلم الحرام علم الفلسفة والشعبذة والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعیین والسحر والکہانة۔ (انجاز الحاجة علی سنن ابن ماجة)

اور صاحب الدر نے علم فلسفہ، شعبدہ بازی، تنجیم، رمل، طبیعات، جادو اور کہانت سب کو علم حرام میں داخل کیا ہے۔ (یعنی ان علوم کا سیکھنا سکھانا شرعاً حرام ہے)

اور فن تاریخ کے مجدد علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔

فجعلت الشریعة باب السحر والطلسمات والشعوذة بابًا واحدًا لما فیہا من الضرر وخصتہ بالحظر والتحریم (مقدمہ ابن خلدون)

شریعت نے جادو، طلسمات، اور شعبدہ بازی کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے کیونکہ نقصان دہ ہونے میں یہ سب علوم برابر ہیں اور ان کو خصوصیت سے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ یہ علوم جن کو سیکھنا سکھانا شریعت میں ممنوع اور حرام ہے آپ کو عطا نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آپ جمیع ما کان وما یکون کے عالم نہ تھے۔

اکتیسویں حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹ ، ج ۲ ص ۵۸۴)

شہداء احد میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کفن میں جمع کرتے پھر فرماتے کہ ان دونوں میں قرآن کو زیادہ عالم کون تھا۔ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا، تو آپ لحد میں اسکو قبلہ کی جانب مقدم فرما دیتے۔

جنگ اُحد میں مسلمانوں کے پاس اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ شہیدوں کے لیے الگ الگ کفنوں کا انتظام کر سکتے۔ اسلئے دو دو آدمیوں کو ایک ایک کفن میں دفن کیا گیا اور قبلہ کی طرف اس شخص کو مقدم کیا گیا جو قرآن کا زیادہ عالم تھا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہداء کرام کے بارے میں تفصیلی طور پر معلوم نہیں تھا کہ ان میں ہر ایک کا علم کسقدر ہے۔ اسلئے آپ دونوں آدمیوں کے بارے میں ان صحابہ سے دریافت فرماتے جن کو ان کے علم کا حال معلوم ہوتا تھا۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہیں تھا۔ ورنہ آپ ان کے علم قرآن کے بارے میں دوسرے لوگوں سے تحقیق نہ فرماتے۔

انتالیسویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی خبر

اور اُن کی جنگی تیاریوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے چند مخلصین صحابہ کی ایک جماعت کو حضرت عاصم بن ثابت کی سرکردگی میں جاسوسی کے لئے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ جب یہ لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے، تو قبیلہ بنی لحیان کے لوگوں کو اس کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ ان کے ایک سو تیر انداز ان کی تلاش میں چل نکلے۔ آخر ایک مقام پر ان لوگوں نے صحابہ کرام کو جا لیا۔ اور حضرت عاصم اور ان کے سات ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ اور حضرت خبیب اور ان کے ساتھ دو اور آدمیوں کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بھی نہایت بیدردی سے شہید کر ڈالا۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ .... فَانْطَلَقُوا حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ .... فَأَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (چھوٹا سا دستہ) جاسوسی کے لئے عاصم بن ثابت کی کمان میں روانہ فرمایا۔ جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے۔ تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کو ان کی اطلاع ہو گئی۔ اور وہ ان کے پیچھے ہو لئے۔ ..... کافروں نے ان کو

إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَلَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَكَ فَقَاتَلُوْهُمْ وَرَمَوْهُمْ حَتّٰى قَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ

(الحدیث صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۵)

گھیر لیا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم نیچے اتر آؤ (کیونکہ وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تھے) تو تم کو امان دی جائے گی۔ اور ہم عہد کرتے ہیں۔ کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم نے کہا۔ کہ میں تو ایک کافر کے ذمہ میں نہیں اتروں گا پھر انہوں نے دعا کی) اے اللہ ہمارے حال کی اپنے رسول کو اطلاع دیدے۔ چنانچہ کفار ان سے لڑے۔ تیر اندازی کی۔ اور عاصم کو سات ساتھیوں سمیت تیروں سے شہید کر ڈالا۔

یہ صحیح واقعہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرتا ہے۔ اگر آپ جمیع ماکان وما یکون کے عالم ہوتے۔ تو آپ کو دشمنوں کی خبریں خود بخود معلوم ہوتیں۔ جاسوس بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز آپ کو ان صحابیوں کے کافروں میں اس طرح گھر جانے اور شہید ہو جانے کا بھی علم ہوتا۔ اور آپ ان کے بچنے کے لئے ان کو کوئی تدبیر ارشاد فرماتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان صحابیوں کا بھی یہ عقیدہ تھا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی

تھی۔ کہ اے اللہ! ہمارے حال سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرنا۔

چالیسویں حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِضَبٍّ فَاَبٰی اَنْ یَّاکُلَ مِنْہُ وَقَالَ لَا اَدْرِیْ لَعَلَّہٗ مِنَ الْقُرُوْنِ الَّتِیْ مُسِخَتْ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۱)	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوہ لائی گئی۔ تو آپ نے اسے کھانے سے انکار فرما دیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں شاید یہ ان امتوں میں سے ہے جو مسخ کردی گئیں۔

اکتالیسویں حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک اعرابی نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

یَا اَعْرَابِیُّ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَ اَوْ غَضِبَ عَلٰی سِبْطٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَمَسَخَہُمْ دَوَابَّ یَدِبُّوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا اَدْرِیْ لَعَلَّ ھٰذَا مِنْہَا (الحدیث صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲)	اے اعرابی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کو ملعون فرمایا یا مغضوب کیا۔ اور ان کو مسخ کرکے زمین پر رینگنے والے جانور بنا دیا۔ اب مجھے معلوم نہیں شاید یہ بھی ان ہی میں سے ہو

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو اس کا علم نہیں تھا کہ گوہ مسخ شدہ جانور ہے، یا نہیں۔ اور یہ علم بھی ماکان ومایکون سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس کی نفی سے کلی غیب کے علم کی نفی ہوگئی۔

بیالیسویں حدیث حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کے سامنے گوہ کا گوشت رکھا۔ اور جب آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا:-

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُوْرِ اَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَدَّمْتُنَّ لَهُ قُلْنَ هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ	تو جو عورتیں وہاں موجود تھیں ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ حضور علیہ السلام کو بتا دو۔ کہ تم نے کیا چیز آپ کو پیش کی ہے۔ تو عورتوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ گوہ (کا گوشت) ہے۔ تو آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا (اور اسے تناول نہ فرمایا)
الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۱، واللفظ لہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۰)	

اگر آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا۔ کہ یہ گوہ ہے۔ تو آپ کھانے کے لئے اسکی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے۔ جب تک عورتوں

نے بتایا نہیں۔ اس وقت تک آپ کو معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ یہ [illegible]
اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت میمونہ اور [illegible] موجود دوسری
صحابیات کا بھی یہ عقیدہ تھا۔ کہ آپ عالم الغیب نہیں ہیں اور
بتائے بغیر آپ کو پتہ نہیں چلے گا۔ کہ یہ کیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت
خالد بن ولید کی موجودگی میں پیش آیا۔ جیسا کہ اس روایت کے آخری
حصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت خالد نے سنہ [illegible]
میں اسلام قبول کیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اپنی
عمر شریف کے اس آخری حصہ میں بھی جمیع ماکان و مایکون کا
علم حاصل نہیں ہوا تھا۔

تینتالیسویں حدیث۔ جنگ حنین میں قبیلہ ہوازن کے جو
مال و اسباب اور جنگی قیدی جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ وہ فوج
میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اسکے بعد ہوازن نے اسلام قبول کر لیا۔ اور
اپنے مال و متاع اور قیدی واپس لینے کے لئے ایک وفد حضور
علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں بھیجا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا
کہ اب تو سب کچھ تقسیم ہو چکا ہے۔ اسلئے یا تو اپنا مال و اسباب واپس
لے لو یا قیدیوں کو آزاد کرا لو۔ انہوں نے دوسری بات منظور
کر لی۔ تو حضور علیہ السلام نے یہ معاملہ مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے
ان سے مشورہ لیا۔ تو سب نے عرض کیا کہ ہم اسیر دینے کو [illegible]
یہ بات چونکہ عام مجمع میں تھی۔ اور اس طرح ہر مرد و زن کی رائے

معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلئے آپ نے فرمایا۔

اِنِّی لَا اَدْرِی مَنْ اَذِنَ مِنْکُمْ مِمَّنْ لَمْ یَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰی یَرْفَعَ اِلَیْنَا عُرَفَاؤُکُمْ اَمْرَکُمْ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۷۴)	مجھے معلوم نہیں۔ کہ تم میں سے کون اس پر خوش ہے۔ اور کون ناخوش تم واپس جاؤ۔ اور ہر قبیلے کا چودھری اپنے اپنے قبیلے کی طرف سے
روایت حضرت مسور بن مخرمہ	رپورٹ پیش کرے۔

چنانچہ سب لوگ چلے گئے۔ اور ہر قبیلے کے سردار نے اپنے آدمیوں سے مشورہ کیا۔ تو سب نے اس بات سے اتفاق کیا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرداً فرداً ان لوگوں کے ارادوں کا علم نہیں تھا۔ اسی لئے فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ کی رپورٹ پیش کرے۔ یہ واقعہ آپ سے ماکان وما یکون کے تفصیلی اور کلی علم کی نفی پر واضح اور بین دلیل ہے۔

چوالیسویں حدیث۔ غزوۂ خیبر کے وقت ایک یہودی عورت نے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ ایک لقمہ کھا لینے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ اس میں زہر ہے آپ کے ساتھ کچھ صحابہ بھی کھانے میں شریک تھے۔ جب زہر کا انکشاف ہو گیا تو سب نے کھانا چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اگرچہ زہر کا شدید رد عمل فوری طور پر شروع نہ ہوا۔ تاہم بعض صحابہ ان زہر آلود لقموں کی وجہ سے جان بحق ہو گئے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے۔ فتوفی

اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ (ج ۲ ص ۵۴۲) آپ کے وہ صحابہ جنہوں نے اس بکری کا زہر آلود گوشت کھایا۔ وہ جاں بحق ہوگئے اور خود حضور علیہ السلام کا یہ حال تھا۔ کہ تین سال تک آپ زہر کی تکلیف محسوس فرماتے رہے۔ اور وفات کے وقت تو اسقدر تکلیف بڑھ گئی تھی۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اس زہر کی وجہ سے مجھے اپنی رگ جان کٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔

لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ	جب خیبر فتح ہوا اس وقت
لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ	کی خدمت میں بکری کا زہر آلود
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰)	گوشت پیش کیا گیا۔

اور ج ۲ ص ۶۳۷ پر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ مرض وفات میں آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

يَا عَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ	اے عائشہ میں ہمیشہ اس (زہر
الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ	آلود) کھانے کی تکلیف محسوس
فَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ	کرتا ہوں۔ جو میں نے خیبر میں کھایا
اَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ	تھا۔ اور اس وقت تو اس زہر

کی وجہ سے مجھے اپنی رگِ جان کٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

یہ واقعہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی پر بہترین دلیل ہے۔ اگر آپ کو ما کان وما یکون کا علم ہوتا۔ تو آپ

آپ نہ خوردہ زہر آلود کھانا تناول فرماتے۔ اور نہ اپنے صحابہ کو کھانے دیتے جسکی وجہ سے بعض صحابہ کی موت واقع ہو گئی۔

بریلویوں کے مفتی اور ان کے حکیم الامت

بریلوی جواب مفتی احمد یار خاں صاحب اس حدیث کا جواب دیتے ہیں :-

اسوقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا۔ کہ اسمیں زہر ہے۔ اور یہ بھی خبر تھی۔ کہ زہر ہم پہ بحکم الٰہی اثر نہ کرے گا۔ اور یہ بھی خبر تھی۔ کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی ہے۔ کہ ہم اسے کھالیں۔ تاکہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جائے۔ راضی برضائے۔

(جاء الحق صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵)

یہ جواب سراسر تلبیس اور دھوکا ہے۔ اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ زہر اثر نہ کرے گا۔ حالانکہ اسوقت سے لیکر تین سال تک اس زہر کی تکلیف محسوس فرماتے رہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن صحابہ کرام پر زہر نے فوری اثر کیا تھا۔ اور وہ جاں بحق ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تو اس سے روک دیتے مفتی صاحب کی منطق کے مطابق آپ کو معلوم تھا۔ کہ یہ صحابہ زہر آلود کھانا کھا کر موت کی آغوش میں چلے جائیں گے مگر اس کے باوجود آپ نے ان کو نہ بتایا مگر جناب مفتی احمد یار

ہے یہ استفسار کیا جائے۔ کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے۔ تو کیا اس کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر اس کے سامنے کچھ اور لوگ وہ کھانا کھا رہے ہوں لیکن وہ ان کو نہ بتائے۔ تو شرعاً از روئے فتویٰ وہ شخص مجرم ہے یا نہیں۔ حکیم الامت صاحب ذرا سوچ کر جواب دیں۔

پینتالیسویں حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز [illegible] پڑھائی۔ تو نماز میں ایک رکعت کم پڑھائی یا ایک رکعت زائد (راوی کو شک ہے) جب آپ نے سلام پھیرا۔ تو کسی نمازی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کیا بات ہے۔ نمازیوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اتنی رکعت نماز ادا فرمائی ہے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:۔

لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ أَنْبَأْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ ۔ الحدیث

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲)

اگر نماز میں نیا حکم نازل ہوتا تو تم کو بتا دیتا۔ لیکن میں بھی بشر ہوں اور تمہاری طرح بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولا کرتے ہو۔ اس لئے اگر میں بھول جاؤں کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

چھیالیسویں حدیث ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیْنِ فَقَامَ ذُو الْیَدَیْنِ فَقَالَ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَمْ نَسِیْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ فَقَالَ قَدْ کَانَ بَعْضُ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ أَصَدَقَ ذُو الْیَدَیْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الحدیث (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۳)

کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ تو ذوالیدین نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نماز آدھی ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں باتیں نہیں ہوئیں۔ تو اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا ذوالیدین ٹھیک کہتا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ ٹھیک کہتا ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھول گئے۔ اور اصل تعداد رکعات کی بجائے آپ نے کم و بیش رکعات ادا فرمائیں۔ تو اس میں بھی آپ سے تیجیج

ماکان وما یکون کے علم کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ بھول جانا البشر کا خاصہ ہے۔ جو عالم الغیب نہیں ہوسکتا اور جو ذات اقدس عالم جمیع ماکان وما یکون ہے۔ اس پر نسیان کبھی طاری نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعلان ملاحظہ ہو۔

لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی (طٰہٰ) میرا رب غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے

مزید برآں نمبر پہلی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جب آپ سے نماز میں نئی بات کے بارے میں عرض کیا گیا۔ اس وقت بھی آپ کو معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ نئی بات کیا ہے اور دوسری حدیث میں اس امر کی تصریح ہے۔ کہ جب ذوالیدین نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ نماز کم ہو گئی ہے۔ یا آپ بھول گئے ہیں۔ تو آپ نے صاف فرما دیا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوئی۔ پھر ذوالیدین کے اصرار پر آپ نے دوسرے نمازیوں سے ان کے قول کی تصدیق طلب فرمائی۔ یہ تمام باتیں اس امر کی تردید کرتی ہیں۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیبیات اور جمیع ماکان وما یکون کا علم تھا۔

ستائیسویں حدیث۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔ تو میں نے آپ کے وضو کے لئے پانی رکھ دیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ یہ پانی

کس نے رکھا ہے۔ جب آپ کو بتایا گیا۔ تو آپ نے مجھے دعا دی حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶) (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۸)

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔ تو میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ پانی کس نے رکھا ہے۔ آپ کو بتایا گیا۔ (کہ ابن عباس نے رکھا ہے) تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔

یہ حدیث ہمارے مدعا کی صداقت پر واضح دلیل ہے۔ اگر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کلی غیب ہوتا۔ تو آپ کو معلوم ہوتا کہ پانی کس نے رکھا ہے۔ اور آپ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے ہی ابن عباس کو اسکے نام سے پکار کر اسکے لئے دعا فرماتے اور آپ کو لوگوں سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ کہ پانی کس نے رکھا ہے۔ پس یہ حدیث بھی آپ سے کلی اور تفصیلی علم غیب کی نفی پر برہان قاطع ہے۔

اڑتالیسویں حدیث۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ:۔

ان میمونۃ بنت الحارث
اخبرتہ انہا اعتقت
ولیدۃ ولم تستأذن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما کان یومہا الذی
یدور علیہا فیہ قالت
اشعرت یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انی اعتقت
ولیدتی قال او فعلت
قالت نعم قال اما انک
لو اعطیتہا اخوالک
کان اعظم لاجرک
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۰)

حضرت میمونہ بنت حارث نے
ان کو بتایا کہ انہوں نے (اپنی)
ایک باندی آزاد کر دی لیکن
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسکی اجازت نہ لی۔ تو جب
ان کی باری کا دن آیا۔ تو انہوں
نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا
آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں نے اپنی
لونڈی آزاد کر دی ہے۔ تو آپ
نے فرمایا۔ کیا (واقعی) تم نے
ایسا کر ڈالا ہے۔ تو انہوں نے کہا
ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اگر تم
وہ لونڈی اپنے ننھیال کو دیدیتی
تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا۔

یہ حدیث نہایت صفائی سے ہمارا مدعا بیان کر رہی ہے۔ کہ
حضور علیہ السلام کو کوئی علم غیب نہیں تھا۔ اور حضرت میمونہ رضی اللہ
عنہا کے بتانے سے پہلے آپ کو معلوم نہیں تھا۔ کہ انہوں نے اپنی
لونڈی آزاد کر دی ہے۔ اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا۔ تو آپ کو حضرت
میمونہ کا ارادہ معلوم ہوجاتا۔ اور پہلے ہی آپ ان کو مشورہ دیتے

کہ وہ اسے آزاد کرنے کی بجائے اپنے رشتہ داروں کو دیدیں۔
انچاسویں حدیث۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کی کمان میں ایک فوجی دستہ بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ اَسْلَمْنَا (ہم اسلام لائے) تو نہ کہہ سکے لیکن انہوں نے صبأنا صبأنا کہنا شروع کر دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے دین تبدیل کر دیا یعنی پہلا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت خالد بن ولید نے سمجھا کہ یہ لوگ از راہ شرارت اور تمسخر یہ لفظ کہہ رہے ہیں۔ اسلئے انہوں نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ لیکن میں نے اور میرے چند ساتھیوں نے اس سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آگے حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶۲۲)

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا۔ کہ اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا ہے۔ میں اس سے بری ہوں۔ دو دفعہ فرمایا۔

یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔
اس حدیث سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ اس وقت

بیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی اور تفصیلی علم غیب نہیں تھا۔ اور آنے والے واقعات کو قبل وحی نہیں جانتے تھے۔ اگر آپ کو حضرت خالد کے قتل کا قبل از وقت علم ہوتا۔ تو روانہ کرتے وقت ان کو اس بارے میں ضروری ہدایات ارشاد فرما دیتے۔

پچاسویں حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّ تَحَلَّلْتُهَا۔

اللہ کی قسم اگر میں کسی کام پر قسم کھا لوں پھر دیکھوں کہ اس کے خلاف میں بہتری ہے۔ تو انشاء اللہ میں وہی کام کروں گا۔ جو بہتر ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا کردوں گا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۰ صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۸)

اس حدیث سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع مغیبات کو محیط نہیں تھا۔ اگر آپ کو یہ بات معلوم ہوتی اور آپ کا علم جمیع ماکان وما یکون کو محیط ہوتا۔ تو آپ کو ہر کام کے بارے میں بہتری اور برائی کا علم بھی ہوتا۔ اور آپ کسی ایسے کام کے بارے میں کبھی حلف نہ اٹھاتے۔ جس کے بارے میں آپ کو بعد میں پتہ چلے کہ بہتری اسکے خلاف میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ آئندہ کے ہر کام کے بارے میں آپ کو یہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ کہ بہتری اس کام میں ہے۔ یا اس کے خلاف میں ہے۔

استدراک

متعلقہ حصہ اول باب سوم ص۱۱۷

بریلوی استدلال بریلوی حضرات کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کے کلی غیب پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم ما کان و ما یکون عطا فرما دیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرۃ ع ۴) اور اللہ نے آدم کو سارے نام سکھا دئیے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کلی غیب حاصل تھا۔

دیوبندی جواب اس آیت کریمہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے کلی غیب پر استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہاں لفظ کل استغراق حقیقی کے لئے نہیں ہے ورنہ یہی یہاں الاسماء کلہا سے تمام ما کان و ما یکون مراد ہے۔ (لفظ کل کی مفصل بحث آخری حصہ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ) اگر کل استغراق حقیقی کے لئے ہوتا اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو کلی غیب حاصل ہو چکا ہوتا۔ تو وہ شیطان کے فریب میں آ کر

شجر ممنوعہ کو نہ کھاتے اور نہ ہی جنت سے نکالے جاتے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہاں الاسماء کلہا سے تمام ماکان و مایکون مراد نہیں ہے۔ نیز مفسرین حضرات سے اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ مثلاً تفسیر خازن ج ۱ صفحہ ۱۰۲ میں ہے

فقال یا آدم ھذا البعیر وھذا فرس وھذہ شاۃ حتی اتی علی آخرھا وقیل علم آدم اسماء الملائکۃ وقیل اسماء الذریۃ وقیل علم اللغات کلھا۔

اللہ نے فرمایا۔ اے آدم یہ اونٹ ہے۔ یہ گھوڑا ہے اور یہ بکری ہے یہاں تک کہ تمام چوپاؤں کے نام بتائے۔ بعض نے کہا ہے اس سے مراد فرشتوں کے نام ہیں۔ بعض نے کہا۔ کہ اولاد آدم کے نام مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ اللہ نے ان کو تمام زبانیں سکھا دیں۔

اور بعض مفسرین سے منقول ہے۔ کہ الاسماء کلھا سے گھریلو ضرورت کی چیزوں کے نام مراد ہیں۔ مثلاً پیالہ، رکابی چمچہ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک ج ۱ صفحہ ۱۰ مفسرین کی آراء کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ الاسماء کلھا سے وہ چیزیں مراد ہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے مناسب حال تھیں۔ اور جن کی ان کو اور انکی اولاد کو آنیوالی زندگی میں ضرورت پیش آنے کا امکان تھا جیسا کہ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے

نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ چیونٹیو اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ
کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔
پیغمبر کے ساتھی اور ہم نشیں چونکہ براہِ راست پیغمبر سے روحانی
فیض حاصل کرتے ہیں۔ اور پیغمبر کی صحبت سے فیضیاب ہوتے
ہیں۔ اسلیئے وہ اپنے پیغمبر کی امت کے تمام اولیاء اللہ سے افضل
ہوتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی جو ان کی امت کے
تمام ولیوں سے افضل و اعلےٰ تھے۔ ان کے بارے میں اور خود
حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں چیونٹیوں کی ملکہ کے
مذکورہ بالا الفاظ دیکھئے۔ وہ چیونٹیوں سے کہتی ہے کہ اپنے بلوں
میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے
ساتھی لاعلمی میں تمہیں پاؤں تلے کچل دیں۔ تو اس سے معلوم ہوا
کہ چیونٹیوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ نہ حضرت سلیمان علیہ السلام
غیب جانتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے صحابی جو اولیاء اللہ تھے
وہ غیب داں ہیں۔ کیونکہ اس چیونٹی نے مذکورہ بالا الفاظ اس
لیے کہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ
السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہمارے یہاں موجود ہونے کا
علم نہ ہو۔ اور وہ لاعلمی میں ہمیں روند ڈالیں یہ تصور صرف
انہی لوگوں کے بارے میں ہو سکتا ہے۔ جو غیب داں
نہ ہوں۔

حضرت مریم صدیقہ کا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مطہرہ حضرت مریم علیہا السلام اگرچہ نبی نہیں تھیں۔ لیکن ان کا ولیہ اور صدیقہ ہونا تو خود قرآن سے ثابت ہے۔ جب روح القدس انسانی شکل میں ان کے پاس آیا۔ تو انہوں نے اسے آدمی اور بشر سمجھ کر اس سے اللہ کی پناہ مانگی۔ پھر جب فرشتے نے بتایا۔ تو انہیں پتہ چلا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا قَالَتْ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ الخ

(سورہ مریم ع ۲)

پس ہم نے اسکے پاس اپنے فرشتے جبرئیل کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ کہنے لگیں۔ کہ میں تجھ سے (نیے خدا کے) رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں۔ تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح پیدا ہوگا حالانکہ مجھے کسی

بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا کہ یونہی ہوگا۔ تیرے رب نے فرمایا۔ یہ بات میرے لئے آسان ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مریم باوجود ولیہ اور صاحب تقدیر ہونے کے غیب دان نہ تھیں۔ جب فرشتہ انسانی شکل میں ان کے سامنے رونما ہوا۔ تو وہ انہیں سچ مچ ہی انسان سمجھیں اور اس سے اللہ کی پناہ مانگنے لگیں پھر جب فرشتے نے بتایا کہ وہ فرشتہ ہے اور اللہ کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری دینے آیا ہے تو فرمانے لگیں۔ میرے کس طرح بیٹا ہو سکتا ہے۔ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ اس سے بھی ان کے غیب دان ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا۔ تو انہیں معلوم ہوتا کہ بیٹا محض خدا کی قدرت سے پیدا ہوگا۔ اور وہ فرشتے کی باتوں پر حیرت و استعجاب کا اظہار نہ فرماتیں۔

حضرت مریم کی والدہ

قرآن مجید کی سورہ آل عمران سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مریم کی والدہ بہت ہی نیک اور اللہ کی فرمانبردار بندی تھیں۔ وہ صرف ایک اللہ کی پوجا کرنے والی اور اللہ کے نام کی نذر و منت ماننے والی عابدہ اور زاہدہ بی بی تھیں۔ سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جس سے ان کے غیب دان ہونے

کی صاف نفی ہوتی ہے۔ جب وہ امید سے ہوئیں۔ تو انھوں نے نذر مانی۔ کہ ان کے یہاں جو لڑکا پیدا ہوگا۔ وہ اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ اور اس سے دنیا کا کوئی کام نہیں لیا جائیگا۔ یہ نذر انھوں نے اس توقع پر مانی تھی۔ کہ ان کے بیٹا پیدا ہوگا کیونکہ اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے بیٹوں ہی کو وقف کیا جاتا تھا۔ لیکن اللہ کی مشیت سے لڑکے کی بجائے ان کے لڑکی پیدا ہوئی جس پر انھیں بہت افسوس اور غم لاحق ہوا۔ اور نہایت زاری سے اپنی حسرت و یاس کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی (آل عمران ع ۴)	پس جب لڑکی جنی۔ تو حسرت سے کہنے لگیں۔ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مریم کی والدہ کو اسقدر عابدہ اور بلند مرتبہ ہونے کے باوجود غیب کا علم نہیں تھا۔ اور ان کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ کہ ان کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اگر وہ غیب دان ہوتیں۔ تو ان کو پہلے سے ہی معلوم ہوتا کہ ان کے تو لڑکی پیدا ہونے والی ہے۔ اسلئے وہ متوقع بچہ کو وقف کرنے کی نذر ہی نہ مانتیں۔ اور پھر نہ ہی لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں حسرت اور افسوس کے اظہار کی نوبت آتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی نہایت مقبول بندی تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی معرفت نہایت ہی عزت واحترام اور شفقت ورحمت سے خطاب فرمایا۔

أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ	کیا تعجب کرتی ہو۔ خدا کے
رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ	حکم سے رلے گھروالو تم پر
عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ	اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں ہیں

(ہود ع ۷)

بایں شان و رتبہ وہ بھی غیب داں نہ تھیں جس کا ثبوت خود قرآن میں موجود ہے۔ اول یہ کہ جب فرشتے انسانی بھیس میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے ان کو صحیح انسان سمجھا اور فوراً گھر جاکر ان کی مہمانی کا بندوبست کیا۔ اور ان کے لئے ایک بچھڑا بھون کر لے آئے ظاہر ہے کہ بچھڑا تلنے اور کھانا پکانے کا کام حضرت سارہ نے ہی کیا ہوگا۔ یا کم از کم یہ چیز ان کے نوٹس میں ضرور ہوگی۔ کہ مہمانوں کے لئے کھانا تیار ہو رہا ہے۔ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو یہ چیز انکے علم میں ہوتی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن مہمانوں کو انسان سمجھ کر ان کے لئے کھانا پکوا رہے ہیں۔ وہ تو فرشتے ہیں۔ انسان ہی نہیں

اور وہ کھانا نہیں کھائینگے۔ تو وہ فوراً کھانا لیکانے سے منع فرما دیتیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ وہ فرشتے ہیں اسی طرح ان کو بھی معلوم نہیں تھا۔

دہم۔ جب فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دی اسوقت حضرت سارہ بھی پاس کھڑی تھیں۔ جب انہوں نے یہ بات سنی۔ تو انتہائی تعجب سے کہنے لگیں۔

یٰوَیْلَتٰیٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ	ہائے وائے مجھ پر اب میں بچہ
وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ	جنوں گی۔ بڑھیا ہوں اور یہ
اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ	میرے میاں بالکل بوڑھے۔ یہ
(ھود ع ۷)	تو عجیب بات ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو غیب کا علم نہیں تھا۔ اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ بڑھاپے میں ان کے بیٹا ہوگا۔ اگر ان کو یہ بات معلوم ہوتی۔ تو وہ اس خوشخبری پر اس قدر حیرت و استعجاب کا اظہار نہ فرماتیں۔

حصہ سوم

پہلے دو حصوں میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے روز روشن کی طرح واضح کیا جا چکا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں نہ ذاتی طور پر اور نہ عطائی طور پر۔ اب اس حصہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، اتباع تابعین اور فقہائے امت کے ارشادات سے واضح کیا جاتا ہے کہ ان تمام بزرگان دین نے قرآن و سنت سے یہی عقیدہ سمجھا ہے۔ اور ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ ماکان و مایکون کا کلی غیب صرف اللہ ہی کو ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ کوئی ملک مقرب، نہ نبی مرسل اور نہ کوئی ولی مخلص۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۸)

جو شخص تیرے سامنے یہ بیان کرے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو وہ یقیناً جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

۲- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول

شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر درد و الم اور رنج و غم سے بھرپور مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

وَرَاحُوا بِحُزْنٍ لَيْسَ فِيهِمْ نَبِيُّهُمْ
وَقَدْ وَهَنَتْ مِنْهُمْ ظُهُورٌ وَّاَعْضُدُ

(دیوان حسان رضی اللہ عنہ ص۹۱)

ترجمہ: اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میت مبارک کو مرقد انور میں دفن کر کے) اس غم و اندوہ کے ساتھ واپس لوٹے کہ اب ان کے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) ان میں موجود نہیں ہیں اور (مارے غم کے) ان کی کمریں اور ان کے بازو کمزور ہو گئے۔

اگر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں اور حاضر و ناظر ہوتے۔ تو حضرت حسان یہ کیوں فرماتے کہ اب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں موجود نہیں ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ شعر کہا۔ مگر کسی نے ان پر انکار نہ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد بھی نہ ما کان و ما یکون کا کلی علم حاصل تھا۔ اور نہ ہی آپ وفات کے بعد حاضر و ناظر تھے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتح الغیب کا علم نہیں دیا گیا۔

لم یکتم علی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم الا الخمس من سرائر الغیب ہذہ الآیۃ فی آخر لقمان (در منثور ج ۵ صفحہ ۱۶۷)

تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں، جو اسرار غیب میں سے ہیں، جو سورہ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔

۴۔ نیز حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملک حبشہ میں ایک نبی مبعوث فرمایا۔ اور وہ بھی منجملہ ان پیغمبروں کے ہے جن کا تفصیلی تذکرہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کیا گیا۔

بعث اللہ عبدا حبشیا نبیا فہو ممن لم یقص علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (در منثور ج ۲ صفحہ ۲۴۴)

اللہ تعالیٰ نے ایک حبشی بندے کو نبی بنایا۔ اور وہ بھی انبیاء میں سے ہے، جن کا ذکر آں حضرت صلی اللہ علیہ (وسلم) پر نہیں کیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بحوالہ نہج البلاغہ حصہ اول کے پہلے باب میں منقول ہو چکا ہے۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیوب خمسہ کا علم عطا نہیں کیا گیا۔

اعطی نبیکم صلی اللہ علیہ

تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو

مفاتیح الغیب الا الخمس	غیب کے خزانے عطا کیے گئے۔
ان اللہ عندہ علم	مگر سورہ لقمان کی اس آیت
الساعۃ (مسند احمد ج ۲	ان اللہ عندہ علم الساعۃ
ص ۳۸۶)	الآیۃ میں مذکور پانچ باتوں کا

علم آپ کو نہیں دیا گیا۔

۴۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کل شیئ اوتی نبیکم	ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم	کو تمام علوم دیئے گئے مگر
غیر خمس (ابن جریر ج ۲	ان پانچ چیزوں (یعنی مفاتح
ص ۱۲۶ ، البحر المحیط ج ۲ ص ۱۴۵	الغیب) کا علم آپ کو نہیں
قرطبی و الفاظ ، ج ۱۴ ص ۸۲)	دیا گیا۔

اس حدیث سے تمام علوم سے وہ علوم مراد ہیں جن کا تعلق امور شریعت سے ہے۔ کیونکہ خدا کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تکمیل شریعت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

۵۔ حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے مخصوص وقت کا علم اللہ تعالیٰ نے نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو عطا فرمایا ہے۔ اور نہ کسی مقرب فرشتے کو۔

لما سأل الناس محمدا	جب لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن الساعۃ	وسلم سے قیامت کے بارے میں

سألوه سؤال قوم كأنهم يرون ان محمدا حفي بهم فاوحى اليه انما علمها عنده استأثر بعلمها فلم يطلع عليها ملكا ولا رسولا (ابن جریر ج ۹ ص ۹۹)

سوال کیا۔ تو ان کا سوال ان لوگوں جیسا تھا۔ جو یہ سمجھتے ہوں۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مہربان ہیں (اور ان کو ضرور بتائیں گے) تو آپ کی طرف وحی بھیجی گئی۔ کہ اس (قیامت) کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس نے اس کا علم اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔ اور اسکی اطلاع نہ کسی فرشتے کو دی ہے۔ اور نہ کسی رسول کو۔

۸۔ حضرت قتادہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اور تمام ملائکہ مقربین سے پوشیدہ کر رکھا ہے۔

ولعمری لقد اخفاها الله من الملائكة المقربين ومن الانبياء المرسلين (تفسیر ابن جریر ج ۱۶ ص ۹۹)

مجھے اپنی زندگانی کی قسم اللہ تعالیٰ نے اس (قیامت کے مخصوص وقت) کو تمام مقرب فرشتوں اور تمام برگزیدہ پیغمبروں سے (بھی) چھپا رکھا ہے۔

۹۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔

ما كان في القرآن وما ادراك

قرآن مجید میں جس چیز کے بارے

فقد اعلمه وما قال و ما يدريك فانه لم يعلمه. (صحیح بخاری ج ا ص ٢٧)

ہیں وما ادراک وارد ہوا ہے اس کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دیدی. لیکن جس کے بارے میں وما یدریک فرمایا۔ اسکی اطلاع نہیں دی۔

١١۔ اس قول کی شرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی زبان مبارک سے سنیئے۔ وہ فرماتے ہیں۔

فكل ما فی القرآن وما ادراك فقد اعلمه الله اياه وما فيه و ما يدريك فلم يدره ولم يطلعه عليه كقوله عزوجل وما يدريك لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وما بين له وقتها (غنیۃ الطالبین ص ٤٧٦)

قرآن میں جہاں کہیں (کسی چیز کے بارے میں) وما ادراک وارد ہوا ہے اسکی اطلاع اللہ نے آپ کو دیدی ہے۔ اور جن چیزوں کے بارے میں وما یدریک آیا ہے اسکی اطلاع اللہ نے آپ کو نہیں دی اور وہ چیز آپ کو نہیں بتائی مثلاً قیامت کے بارے میں فرمایا۔ وما یدریک الآیہ اور اس کا معین وقت آپ پر ظاہر نہیں ہوا۔

١٢۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ روح کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے نہ کسی رسول کو مطلع فرمایا ہے اور نہ کسی فرشتے کو۔

ان اللہ تعالیٰ لم یطلع علی الروح ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً (المرام ج۲ ص۱۰۸ الامام لقاسم بن قطلوبغا الحنفی)

اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت پر نہ کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا ہے نہ کسی نبی مرسل کو۔

۱۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لقد مضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یعلم الروح (تفسیر مظہری ج۵ ص۳۱۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ روح کی حقیقت نہیں جانتے تھے۔

۱۳۔ امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا علم باری تعالیٰ سے مختص ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم حاصل نہیں ہے۔

الروح استأثر اللہ بعلمہ ولم یطلع علیہ احداً من خلقہ (شرح صحیح البخاری ج۸ ص۳۰۶)

روح کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص فرمایا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو اس کی اطلاع نہیں دی۔

۱۴۔ امام ابوجعفر طحاوی حنفی کا فیصلہ: جس بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں امامت کرانے کے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے بیماری میں تخفیف محسوس کی۔ تو ارادہ فرما لیا کہ مسجد میں جا کر نماز ادا کروں۔ چنانچہ جب آپ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان چل کر

مسجد میں پہنچے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کرا رہے تھے جب ان کو آپ کی آمد کا احساس ہوا تو پیچھے ہٹ گئے۔ اور بقیہ نماز میں حضور علیہ السلام نے امامت فرمائی۔ اور جہاں حضرت ابوبکر رض نے قرات چھوڑی تھی۔ وہیں سے آپ نے قرات شروع فرمائی

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز جہری (جس میں بلند آواز سے قرات کی جائے) تھی۔ اور پھر اس کے جہری ہونے پر بطریق ذیل استدلال فرماتے ہیں۔

تلك الصلوٰة كانت صلاة يجهر فيها بالقرأة ولولا ذالك لما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم الموضع الذى انتهى اليه ابوبكر من القرأة لا علمه من خلف ابى بكر (شرح معانى الآثار ج صفحہ ۱۹۸)	یہ نماز وہ نماز تھی جس میں بلند آواز سے قرات کی جاتی ہے کیونکہ اگر وہ نماز جہری نہ ہوتی تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام کا نہ چلتا جہاں حضرت ابوبکر صدیق قرات میں پہنچے تھے۔ اور نہ ہی مقتدیوں کو اس کا پتہ چلتا۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر واضح فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ اگر وہ نماز جہری نہ ہوتی۔ تو حضور علیہ السلام کو مقام قرات کا پتہ نہ چلتا۔ اس سے امام موصوف کا

عقیدہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ حضور علیہ السلام کے کلی غیب کے معتقد
نہ تھے، اگر وہ حضور علیہ السلام کے جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہونے
کا عقیدہ رکھتے ہوتے تو پھر آپ کے مقام قراءت معلوم کرنے
پر نماز کے جہری ہونے سے استدلال نہ کرتے۔

(۳) لعان کا فیصلہ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک
شخص کو اپنی بیوی کے چال چلن پر شبہ ہو گیا تو اس نے حضور علیہ
السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس معاملے کا شرعی فیصلہ دریافت
کیا، آپ نے میاں بیوی کو ملاعنت کا حکم فرمایا۔ (ملاعنت یہ ہے
کہ جب خاوند اپنی بیوی کو بدکاری کی حالت میں دیکھے اور چار گواہ
نہ ہوں، تو خاوند حاکم شرع کے سامنے چار دفعہ قسم کھائے
کہ میں سچا ہوں اور پانچویں دفعہ یوں کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں
تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح بیوی بھی کرے۔ اس لعنت
کے بعد خاوند بیوی کے درمیان تفریق کر دی جاتی ہے۔) چنانچہ
ملاعنت کے بعد حضور علیہ السلام نے اس جوڑے کے درمیان
تفریق فرما دی۔ اس واقعہ سے امام طحاوی یہ مسئلہ استنباط کرتے
ہیں کہ تحلیل و تحریم اور نکاح و طلاق کے معاملات میں قضائے قاضی
ظاہر پر مبنی ہوگی اور اس کا نفاذ ظاہر و باطن ہوگا۔ چنانچہ
مذکورہ بالا واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

(۱) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ　　　اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لو علم الكاذب منهما بعينه لم يفرق بينهما ولم يلاعن ولو علم ان المرأة صادقة لحد الزوج لها بقذفه اياها ولو علم ان الزوج صادق لحدت المرأة بالزنا الذي كان منها فلما خفي الصادق منهما على الحاكم وجب حكم آخر الخ (شرح معاني الآثار ج ۲ ص ۲۳۹)

...وسلم کو علم الغیب ہوتا کہ ان دونوں میں سے کون جھوٹا ہے۔ تو آپ دونوں کے درمیان تفریق نہ فرماتے اور نہ لعان کا حکم دیتے۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ عورت سچی ہے تو آپ خاوند پر حد قذف کا حکم فرماتے اور اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ خاوند سچا ہے تو آپ عورت پر حد زنا کا حکم فرماتے۔ لیکن جب دونوں میں سے جو سچا ہے اس کی پہچان آپ پر مخفی رہی تو ایک دوسرے حکم کا نفاذ فرمایا۔

دیکھئے یہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی کی دو صریح عبارتیں ملاحظہ فرما لیجئے۔ امام عالی مقام نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ خاوند بیوی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ اسلئے دونوں کے سچا ہونے کی صورت میں جو حکم نافذ ہوتا تھا۔ اسکی بجائے آپ نے ایک تیسرا حکم نافذ فرمایا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم جمیع ما کان وما یکون اور عالم الغیب ہونے کے معتقد نہ تھے۔

۱۶۔ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا فیصلہ :-

۔ امام ابوجعفر طحاوی حنفی فرماتے ہیں کہ تقدیر کی حقیقت ایک ایسا بھید ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی نہ کسی فرشتے کو نہ کسی پیغمبر کو۔

واصل القدر سر الله فی خلقه لم یطلع علی ذالک ملک مقرب ولا نبی مرسل (عقیدۃ الطحاوی ص)

اور تقدیر کی حقیقت اللہ کا ایک بھید ہے۔ اس کی مخلوق میں اس کی نہ کسی مقرب فرشتے کو اطلاع ہے۔ اور نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو خبر۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مختصر سے رسالے میں وہ عقائد جمع کئے ہیں جن پر حضرات امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد متفق ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی تھا کہ اللہ کے سوا جمیع ماکان وما یکون کا عالم نہیں۔

۱۷۔ امام محی الدین نووی شافعی نے بھی اسی کے قریب قریب ہی فرمایا ہے۔

وقد طوی الله تعالیٰ علم القدر عن العالم فلم یعلمه نبی مرسل ولا ملک مقرب (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۲ ص)

اور اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم سارے عالم سے پوشیدہ کر رکھا ہے اور اسے کوئی برگزیدہ پیغمبر اور کوئی مقرب فرشتہ بھی نہیں جانتا۔

اعتقد ان الرسول والملک عالمین بالغیب. (خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۸۵)

کہ کیونکہ اس نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو عالم الغیب سمجھا۔

۲۹۔ امام ولوالجی حنفی رقمطراز ہیں۔

تزوج امرأۃ ولم یحضر شاھد فقال تزوجتک بشھادۃ اللہ ورسولہ یکفر لانہ یعتقد بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اذ لا شھادۃ لمن لا علم لہ بہ ومن اعتقد ھذا کفر

ایک آدمی نے گواہوں کے بغیر نکاح کیا۔ اور عورت سے کہا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کی شہادت سے تیرے ساتھ نکاح کیا۔ تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں کیونکہ جسے واقعہ کا علم نہ ہو۔ وہ گواہی نہیں دے سکتا اور جو یہ اعتقاد رکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے۔

۳۰۔ فقیہ النفس علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں۔

وفی الخانیۃ والخلاصۃ لو تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب

فتاوی قاضی خان اور خلاصۃ الفتاوی میں ہے اگر کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی گواہی سے نکاح کیا تو وہ نکاح منعقد

نہیں ہوگا اور ایسا کرنے والا کافر ہے۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں (البحر الرائق ج ۳ صفحہ ۸۸)

۴۲۔ فتح القدیر، بحر الرائق، الحلبی میں ہے:

ان قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب یکفر عند الظن البعض

اگر کسی نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ کسی وجہ سے شخص کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنے والا تو لامحالہ کافر ہوگا۔

۴۳۔ اور فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب تاتارخانیہ میں ہے:

رجل تزوج امرأة ولم یحضر الشهود فقال خدا و رسول را با فرشتگان را گواه کردم لا ینعقد النکاح ویکفر الناکح لاعتقاده ان الرسول والملائکة تعلم الغیب وتسمع الندا بلا ریب (فتاوی تاتارخانیه بحواله مجموعة الفتاوی مولانا عبد الحی رحمة اللہ علیہ ج ۳ صفحہ ۷۲)

ایک آدمی نے گواہوں کے بغیر ایک عورت سے نکاح کیا۔ اور اس نے خدا اور رسول کو اور فرشتوں کو گواہ کیا تو نکاح نہیں ہوگا اور نکاح کرنے والا بلاشبہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور فرشتے غیب جانتے ہیں اور دور سے ندا سنتے ہیں۔

والسلام المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالى احيانا وذكروا الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله۔ (كذا في المسايرة ص ۱۲۹، شرح شفاء قاضی عیاض ص [illegible]، شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵)

کو غیب کی صرف اتنی ہی باتیں معلوم ہیں جتنی وقتاً فوقتاً اللہ نے ان کو بتا دیں۔ اور علماء حنفیہ نے اس شخص کے کفر کی تصریح فرمائی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، کیونکہ اس نے اللہ کے اس ارشاد قل لا یعلم الآیہ کا مقابلہ کیا۔ (آیہ یہ ہے) کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

۳۶۔ امام محمد بن شہاب بزازی، علامہ ابن نجیم، علامہ عبد الرحمن آفندی اور مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر (فتاوى بزازيہ ص ۳۲۶، البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴، مجمع الانہر ج ۲ ص ۶۹۹، مجموعۃ الفتاوی ج ۳ ص ۵)

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۳۷۔ حضرت مولانا قاضی [illegible] [illegible] خواجہ قطب الدین [illegible]

کا کی فرماتے ہیں۔

ومنھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذالک شرک قبیح وجھل صریح (توشیح ص)

اور (ان مشرکین) میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی روحیں حاضر ہیں۔ پکار سن رہی ہیں اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے۔

۲۴۰۔ ملا حسین خباز فرماتے ہیں۔

واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبان را بگمان آنکہ حاضراند مثل یا رسول اللہ و یا عبد القادر و مانند آں۔ (مفتاح القلوب از ملا حسین خباز ص)

اور فوت شدہ بزرگوں کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ حاضر ہیں (اور دیکھ رہے ہیں) مثلاً (یوں کہنا) یا رسول اللہ اور یا عبد القادر وغیرہ یہ کلمات کفر میں سے ہے۔

۲۴۱۔ بیہقی الوقت حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔

اگر کسے بدوں شہود نکاح کرد و گفت

اگر کسی نے گواہوں کے بغیر نکاح

کہ خدا و رسولِ خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود (مالابد منہ صـ۱۶۳)

کہا اور کہا کہ میں نے خدا اور رسولِ خدا کو گواہ کیا۔ یا کہا کہ میں نے (خدا اور) فرشتہ کو گواہ کیا۔ تو کافر ہو جائے گا۔

۴۰۔ نیز قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

اگر کسے گوید کہ خدا و رسول ما عمل گواہ اند کافر شود۔ (ارشاد الطالبین صـ۳۸)

اگر کوئی کہے کہ خدا و رسول اس کام پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۴۱۔ نیز قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

اولیاء را علم غیب نباشد مگر از بعض غیبیات بطریق خرق عادت یا بالہام آنہا را علم دہند و علم غیب در اولیاء ز گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی بگو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نگویم من شما را کہ نزد من خزانہ رحمت خدا است ہر گاہ خواہم بدہم و نگویم کہ من غیب دانم (ارشاد الطالبین صـ۲۷)

۴۲۔ ترجمہ از مولوی فصیح الدین انصاری۔

اولیاء علم غیب نہیں جانتے ہیں۔ گو بعض امور کا حال خرق عادت کے طریق سے بذریعہ کشف و الہام معلوم کر لیتے ہیں۔ یا در اولیاء کو علم غیب کا حامل کہنا سراسر کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

۷- قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں۔ (کہ جس کو چاہوں دے دوں) اور نہ یہ کہتا کہ مجھ کو غیب کا علم ہے۔

(ترجمہ اردو ارشاد الطالبین صفحہ ۲۶)

۴۳- حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں۔

انبیاء و مرسلین علیہم السلام را بلوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔ (تفسیر عزیزی ص۲)	اور وہ (مشرکین) انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لئے صفات الوہیت ثابت کرتے ہیں مثلاً علم غیب، دور و

نزدیک سے ہر کسی کی فریاد سننا اور تمام کاموں پر قدرت کا حاصل ہونا۔

۴۴- حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رح فرماتے ہیں:
شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے۔ یا وہ جو چاہے کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ الخ (حاشیہ موضح قرآن بر آیت وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ پ ۲ سورہ بقرہ ع ۲۷)

۴۵۔ حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی رح فرماتے ہیں۔

فی الواقع ہمچو اعتقاد کہ حضرات
انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر
و ناظر اند و ہمہ حال بر ندائے ما
مطلع میشوند۔ اگرچہ از بعید
باشد شرک است چہ این صفت
از مختصات حق جل جلالہ
است کسے را دراں شرکت
نیست (مجموعۃ الفتاوی
ج ۱ ص ۴۵۳)

ایسا اعتقاد رکھنا کہ حضرات
انبیاء علیہم السلام اور اولیاء
کرام ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے
ہیں۔ اور ہماری پکار کو ہر حال
میں جانتے ہیں۔ اگرچہ ان کو
دور سے پکارا جائے۔ یہ فی
الواقع شرک ہے۔ کیونکہ یہ اللہ
کی صفات مخصوصہ میں سے
ہے۔ اور اسمیں کوئی اس کا
شریک نہیں ہے۔

۴۶۔ نیز مولانا عبد الحی لکھنوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

سوال:۔ اگر کسے اعتقاد دارد
کہ ارواح مشائخ حاضر اند
و ہر چیز میدانند بجز او چہ
حکم است۔

جواب:۔ او کافر است فی
البزازیۃ من قال ارواح
المشائخ حاضرۃ تعلم

سوال:۔ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد
رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر
و ناظر ہیں اور سب کچھ جانتی
ہیں۔ تو اس کے حق میں کیا حکم ہے

جواب:۔ وہ کافر ہے۔ فتاوی
بزازیہ میں ہے جو شخص یہ اعتقاد
رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر

بکفر ۔ منتہی المجموعۃ الفتاوی ج ۵ ص) و ناظر ہیں۔ اور سب کچھ جانتے ہیں وہ کافر ہے۔

۲۴ ۔ اور فتاوی مجموعہ خانی میں ہے ۔

مردے زنے را می گوید کہ خدا را و رسول خدا را گواہ کردم این نکاح روا نیست امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ میگوید کہ این محض کفر ست و این کافر شود زیرا کہ او را این اعتقاد است کہ رسول علیہ السلام این نکاح را میداند و غیب جز خدائے تعالی کسے نداند ۔ الخ (فتاوی مجموعہ خانی ج ۲ ص ۱)

ایک شخص ایک عورت سے کہتا ہے کہ میں نے خدا اور رسول خدا کو گواہ کیا۔ یہ نکاح جائز نہیں۔ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ صریح کفر ہے۔ اور وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو اعتقاد ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح کو جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

۲۵ ۔ اور فتاوی برہنہ میں ہے :۔

اگر گوید خدائے و رسول خدائے و ملائکہ را بر این نکاح گواہ کردم ۔ کافر شود ۔ (فتاوی برہنہ ج ۱ ص ۱۲۱)

یا اگر وہ کہے کہ میں نے خدا اور رسول خدا اور فرشتوں کو اس نکاح پر گواہ کیا۔ (تو کافر ہو جائے گا)

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے :۔

لانہ اعتقد ان الرسول

کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ

عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب الآیہ پس جو زید کہتا ہے حق ہے اور عمرو جو کہتا ہے۔ (یعنی علم دائمی کل شی کا حضرت کو حاصل ہے۔ اللہ کا بخشا ہوا اور حضرت ہمیشہ ہر جگہ حاضر و ناظر اور ہر چیز کا احوال ہر وقت حضرت جانتے ہیں) باطل ہے فقط

حررہ المسکین

محمد صدر الدین دہلوی

[مہر: ۱۳۳۰ محمد صدر الدین ...]

از حضرت مولانا نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی کا فتویٰ۔

الجواب صحیح۔ بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں کل علم غیب عنایت فرمائے ہیں سو یہ بات محض غلط ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی امت کو تین نشانیوں سے پہچانیں گے۔ ایک تو نورانیت اعضائے وضو سے دوسرے داہنے ہاتھ میں ہونا نامۂ اعمال اور تیسرے آگے دوڑنا اولاد کا اور قیامت کے دن بعضے شخصوں کو حضرت پہچانیں گے۔ اور فرشتے ان کو دور کرینگے۔ حضرت فرماویں گے یہ لوگ میرے ہیں۔ فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے ہو۔ کہ انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ چنانچہ پھر حضرت بھی ان سے بیزار ہوں گے۔ مفصل یہ مضمون دریافت کرنا چاہئے تو مشکوٰۃ شریف سے بیچ کتاب الطہارت اور باب الحوض والشفاعت کے ہے۔ غرض حدیثوں سے اچھی طرح ثابت ہے کہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ

سوال کئے گئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم روح سے لیکر چپ رہے
تاکہ اتری آیت۔

۲۔ حضرت امام بخاری کا قول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر باب باندھا ہے
فرماتے ہیں۔ باب ماکان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یسئل
مما لم ینزل علیہ الوحی فیقول لا ادری ولم یقل
برای ولا بقیاس لقولہ تعالیٰ بما اراک اللہ ترجمہ: باب
اس میں کہ سوال کئے گئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس چیز سے کہ نہ
نازل ہوا تھا۔ اس کے بارے میں ان پر وحی پس فرماتے تھے نہیں
جانتا ہیں تاکہ نازل ہوتا ان پر وحی اور نہیں کہا اپنی رائے سے
اور نہ قیاس سے واسطے فرمان الٰہی کے ساتھ فاحکم پس حکم
کر ساتھ اس کے جو دکھایا اللہ تعالیٰ نے۔

۳۔ امام قاضی خان کا قول

رجل قال انا اعلم المسروقات قال بعض مشائخنا الامام
محمد بن فضل اللہ ومن صدقہ یکون کافرا قیل لہ
فان قال ھذا القائل انا اخبر باخبار الجن ایای قال
قال ھو ومن صدقہ کافر لان اللہ تعالیٰ لہ علیہ السلام
من اتی کاھنا فصدقہ فیما قال فقد کفر بما انزل
علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا یعلم الغیب الا اللہ

لا یعلمون ذٰلک الا اللہ ۔ ترجمہ: شخص نے کہا میں جانتا ہوں
چوری ہوئی چیز کو۔ فرمایا شیخ الامام محمد بن فضل نے ہو گیا یہ کہنے
والا اور اس کو سچا جاننے والا۔ کافر ہو گیا۔ ان کو محمد بن فضل
سے اگر کہا۔ اس قائل نے کہ میں خبر دیتا ہوں جن کے خبر دینے
سے مجھ کو ساتھ ان چیز کے فرمایا۔ وہ اور جو سچا جانے اس کو کافر
ہے ساتھ اللہ کے [illegible] واسطے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیا
نجومی کو اور سچا جانا اس کو کافر ہے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیا کاہن کو پس سچا سمجھا اس کو
اس کے کہنے میں پس تحقیق کفر کیا اس نے ساتھ اس کے جو اتارا
گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں جانتا غیب سوائے اللہ کے کوئی نہ
جن اور نہ انسان۔

۴۔ نیز فرماتے ہیں۔

بعورۃ قالت لزوجہا تو سر خود الٰی تعالیٰ نعم
تعالیٰ شیخ الاسلام ابوبکر ابن الفضل بکفر الرجل
لان السر والغیب واحد ترجمہ: عورت نے کہا اپنے خاوند کو
کہ اللہ تعالیٰ کے بھید جانتا ہے پس کہا ہاں پس کہا شیخ الاسلام
ابوبکر ابن فضل نے کافر ہو گیا کیونکہ بھید اور غیب ایک معنی میں

۵۔ نیز لکھتے ہیں۔

من ادعی علم الغیب کان کافرا۔ ترجمہ جس نے دعویٰ

نسجا۔ ترجمہ۔ علم غیب کا دعویٰ کرنا نص قرآن کا مقابلہ کرنا ہے اسلئے اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

۲۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

استفتاء۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ دریں مسئلہ که عادت عوام ایں دیار است که در مصیبت و حاجت از دور و قریب انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام را بطریق استمداد مے خوانند و اعتقاد مے دارند که ایشاں حاضر و ناظر اند در ہمہ حال ہر وقت که با ہر دم ایشاں را ہمی خوانیم مطلع گشته بدا نجاح مقاصد مدد میکنند ایں صورت جائز است یا نه بینوا و توجروا۔ الجواب:۔ صورت مذکورہ حرام بلکه شرک صریح است چه ایں صورت متضمن اعتقاد علم غیب است برائے غیر اللہ تعالیٰ و اعتقاد مذکور شرک صریح است بیانش آنکه شرک در شرع عبارت است از شریک گردانیدن غیر اللہ تعالیٰ را در ذات یا صفات مختصه باری تعالیٰ عز و جل و علم غیب از صفات مختصه باری تعالیٰ کما هو مصرح فی کتب العقائد

(فتاویٰ مولانا عبدالحی ج ۱ صفحہ ۴۰) ترجمہ استفتاء اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس بارے میں آپکا کیا خیال ہے اس ملک کے عوام کی عادت ہے کہ مصیبت و حاجت میں دور و نزدیک سے انبیاء علیہم السلام یا اولیائے کرام کو بطریق استمداد پکارتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حاضر ناظر ہیں ہر حال میں ہر وقت جب ہم لوگ ان کو پکاریں وہ مطلع ہو کر ہماری مقاصد برآری کے لئے دعا کرتے

ہیں کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں (جواب) صورت مذکورہ
حرام بالکل صریح شرک ہے۔ کیونکہ یہ صورت غیر اللہ کے لئے
علم غیب کو متضمن ہے۔ اور یہ اعتقاد کھلا ہوا شرک ہے۔ اس کی
تفصیل یہ ہے کہ شرک شریعت میں غیر خدا کو خدا کی ذات
یا اسکی صفات مختصہ میں خدا کا شریک بنالینے کو کہتے ہیں
اور علم غیب اللہ تعالے کی صفات مختصہ میں سے ہے جیسا
کہ کتب عقائد میں صراحت سے مذکور ہے۔

۹۔ نیز فرماتے ہیں۔

استفتاء ماقولکم فی ھذہ المسئلۃ اگر کوئی یہ عقیدہ
رکھے کہ حضرت غوث اعظم کو یہ قوت حاصل ہے کہ جس مقام سے
کوئی ان کو پکارے۔ اسکی ندا کو سنتے ہیں۔ اور اس کے حال کی طرف
متوجہ ہوتے ہیں۔ تو موافق قواعد شرعیہ کے یہ عقیدہ کیسا ہے۔
الجواب: یہ عقیدہ خلاف اہل اسلام بلکہ منجر الی الشرک ہے۔
ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ ہر وقت سننا خاص ہے پروردگار عالم کے
ساتھ کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں۔

۱۰۔ خواجہ دوست محمد قندھاری فرماتے ہیں۔

اولیاء را علم غیب نباشد۔ مگر آنچہ از مغیبات بطریق خرق
یا الہام آنہا را خدا تعالیٰ اعلام دہد۔ علم غیب اولیاء را گفتن کفر
است انتہی کلامہ۔ وعبارۃ ارشاد الطالبین قاضی ثناء اللہ پانی پتی

من عمل فجعلنٰه هباءً منثورًا ترجمہ اور متوجہ ہوئے ہم طرف اس کے جو کیا انہوں نے عمل سے بس کیا ہم نے ان کے عملوں کو خاکستر پراگندہ ہوا میں اڑنے والی۔ یعنی حبط کیا ہم نے اور وہ شرط جس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔ وہ ایمان ہے قولہ تعالیٰ۔ من یعمل من الصّٰلحٰت وهو مؤمن ترجمہ جو عمل کرے اچھے اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو۔ وقولہ تعالیٰ من عمل صالحًا من ذکرٍ او انثیٰ وهو مومن سورۃ نحل وغیرہ جیسے اور اعمال صالح کے لئے ایمان کا ہونا شرط ہے۔ ویسے ہی ایمان کے لئے بھی شرائط ہیں۔ بغیر شرائط کے ایمان درست نہیں اور ایمان کی دوسری شرط ہے۔ کہ علم غیب کا خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہ مسئلہ کلام فقہا میں مذکور ہے۔ اور قرآن شریف کے سورہ بقرہ سے لے کر آخر حوامیم تک ہر سورۃ میں مذکور ہے سورۃ بقر قولہ تعالیٰ لا یحیطون بشیءٍ من علمه الا بما شاء وغیر ذالک نہیں گھیرتے کسی شے کو علم اللہ سے مگر جتنا وہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ۔ اب علم غیب سمجھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ غالب علی الغیب کوئی نہیں یعنی اگر کوئی کہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص ہر چیز جانتا ہے۔ وہ بھی کافر ہے اگر حق تعالیٰ کسی وقت بتلا دے تو جتلا دیتا ہے۔ یہ صحیح ہے

لیک این در اختیار عبد نیست   بادرا جز بحر دیگر بیت نیست

فلا یظهر علیٰ غیبه احدًا غالب نمیکند بر غیب خویش کسی۔

لیکن اپنے رسولوں کیلئے فرشتے مقرر کئے ہیں۔ واسطے پہنچانے وحی
کے اور دفع کرنے شیطان کے اور ہر چیز وحی نہیں، بلکہ بعض چیز جو
خدا تعالے چاہے۔ ما کان لی من علم بالملاء الاعلیٰ اذ
یختصمون الآیۃ ترجمہ نہیں ہے مجھے کچھ علم ساتھ اس جماعت
بلند قدر فرشتوں والی کے جب جھگڑتے تھے۔ آپس میں بطور سوال و
جواب کے نہیں، وحی کیا جاتا میری طرف مگر اس امر کا کہ میں ڈرانے
والا ہوں ظاہر یعنی ہر ایک بات کے متعلق مجھے وحی نہیں ہوتا۔
(مولوی حسین علی بقلم خود ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی)

علماء دیوبند کے فتاویٰ

شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند حضرت مولانا
محمود الحسن، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن،
حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری
شارح سنن ابی داؤد اور دیگر اکابر علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ملاحظہ ہو

۱۔ جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے
اور اللہ تعالے کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے اسکی
امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہیں۔ فقط
(والله تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۳ سعید کمپنی ہیوب)

۲ - اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام سنتے ہیں وہ کافر ہے خواہ السلام علیک کہے۔ یا السلام علی النبی کہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ سعیدی محبوب صفحہ ۹۲)

۳ - حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ فقط والسلام

رشید احمد

(فتاویٰ رشیدیہ سعیدی صفحہ ۹۶)

۴ - از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ...... جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ محرم ۱۳۱۸ھ

(فتاویٰ رشیدیہ سعیدی صفحہ ۲۹۹) اس پر حاشیہ میں لکھا ہے۔ لانہ کفر فلا یصلح الاقتداء بہ اصلاً کذا فی الدر المختار (کیونکہ یہ کفر ہے۔ اسلئے اس کی اقتداء بالکل درست نہیں۔ در مختار میں اسی طرح ہے)

۵ - جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ صاحب ر

کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کے شاہد حق
اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے۔ اور شرک تو اس
کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی صفت
ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے اسلئے
کہ اشتراک فی الذات یعنی تعدد الٰہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہوگا۔
شامی نے رد المحتار کی کتاب الارتداد میں صاف طور سے الصفۃ
رکھنے والی کی تکفیر ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیاء آں
حضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا ہوا ہے سو محض باطل اور
خرافات میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محشر میں بعض
حالات میں قائل نہیں ان کے مرتد ہونے کا احتمال نہ ہوگا۔ اور باری تعالیٰ
کی طرف سے ارشاد ہوگا۔ انک لا تدری ما احدثوا بعدک
اخرج البخاری الحدیث فقط

وتوکل علی العزیز الرحمن

الجواب صحیح۔ اصاب المجیب عزیز الرحمان عفی عنہ
مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند

محمد ریاض الدین

اصاب من اجاب محمد ریاض الدین عفی عنہ
مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

محمد ناظر حسن

ناظر حسن دیوبندی

الہی عافیت محمود گردان

بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ
مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم
سہارنپور

خلیل احمد

الجواب صواب
عبد المومن مدرس
مدرسہ میرٹھ

عبد المومن

ہٰذا ہو الحق وماذا بعد الحق
الا الضلال احمد حسن الامروہی
غفرلہٗ

اسمہ احمد

الجواب صحیح
محمد اسحاق عفی عنہ
مدرس میرٹھ

محمد اسحاق

الجواب صحیح خاکسار سراج احمد
عفی عنہ میرٹھ

سراج احمد

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر
اطلاق کرنا ابہام شرک سے خالی نہیں
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

۶ - علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے پاس علم غیب کا ہے کہ کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے۔ وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے۔ تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ علم جنت اور دوزخ

اور رضاء غیرہا کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا۔ اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی۔ چنانچہ اس آیت سورہ جن سے معلوم ہوا۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا۔ کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے۔ تو اسکی خبر اسکو ہو جاتی ہے۔ نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو منکشف ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہوویں۔ کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے۔ تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے۔ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (ترجمہ) کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا۔ مگر جو خدا تعالےٰ چاہے۔ اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا۔ تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا۔ اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔ پس صاف روشن ہو گیا۔ کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا ضرر اور نفع بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا۔ خود دوسری آیت میں موجود ہے۔ لَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ (ترجمہ) میں نہیں جانتا۔ کہ کیا کیا جاویگا۔ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔ پس جب صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں۔ مگر جسقدر اطلاع دی جاوے۔ اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں۔ تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں۔ شرک قبیح جلی ہو وے گا۔

معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسد سے نجات دیوے
آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ کو علم غیب نہیں، تو یا رسول اللہ کہنا
بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب
علم غیب کے تو خود کفر ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں، مگر
کلمہ مشابہ کفر ہے۔ البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور
یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں
تو درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود امت
مومنین کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ اور ایک صنف ملائکہ اسی
خدمت پر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ
مدرس دوم مدرسہ عالیہ دیوبند

(مہر: سید احمد)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ
مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

(مہر: محمد یعقوب)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ احمد ہزاروی عفی عنہ

(مہر: احمد)

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ عزیز الرحمٰن الدیوبندی
کان اللہ لہٗ

(مہر: وتوکلی علی العزیز الرحمٰن)

الاجوبۃ صحیحۃ
عبداللہ الانصاری عفی عنہ

عبداللہ الانصاری

الاجوبۃ صحیحۃ
بندہ محمود عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

الہی عاقبت محمود گرداں

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ
ابو المکارم محمد اسحاق فرخ آبادی عفی عنہ

محمد اسحاق

(فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صـ۷ تا ۹)

۷۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کا فتویٰ

العجب کل العجب ممن یتسم بسمۃ اہل العلم و یتزی بزیہم کیف یتردد فی تکفیر مثل ہذا الشخص و کیف لا یقطع بکفرہ ومن یقول من اہل العلم انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یعلم بعض الاشیاء و یا خبار اللہ ایضاً بل ہو صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الانبیاء بما للنبوۃ کمال علمی کما سطر فی الکلام فنہا اللہ اجنۃ اللہ ہباء لمن یشیع الفاحشۃ علی المنابر و یزلع الباطل فوق المنابر من انہ ادنی علم کل الاشیاء بعضہا و تخصیصہا فانہ اشراک صحیح المقت کما تہجم علی تکفیر مثل ذالک والتعجب کیف یستنصر ہذا القائل وہو مخالف للسنۃ عن اعنہ ہداہ اللہ۔

دلی اکادمی دلی ۔ انور شاہ کشمیری مدرس اول مدرسہ امینیہ

قل الحق و لا تخف سکت

راٴیت ھذا الجواب فوجدتہ صحیحاً — الجواب صحیح

عبدالرحمان عفی عنہ جانشین — محمد ضیاء الحق عفی عنہ

مولوی عبدالرب مرحوم — مدرس مدرسہ امینیہ

(ترجمہ) بڑا تعجب ہے اس شخص سے جو زمرۂ علماء میں ہو کہ ایسے شخص کی تکفیر میں تردد کرے اور قطعاً اس کو کافر نہ کہے۔ بھلا کوئی عالم یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کے تبلانے سے بھی بعض چیزوں کی خبر نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپؐ تو تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ عالم تھے۔ اور نبوت تو نام ہی کمال علمی کا ہے جیسا کہ علم کلام میں مسطور ہے۔ بڑا فتور تو وہ شخص برپا کر رہا ہے۔ جو ہر جگہ یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ آپؐ کو جمیع اشیاء کا علم دیدیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ صریح شرک ہے۔ اور تمام فقہا متفق الالفاظ ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ یہ شخص کس دلیل سے حجت پکڑتا ہے حالانکہ یہ تمام احادیث کے مخالف ہے۔ (مجموعہ تقویۃ الایمان مطبوعہ صفحہ)

۸۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ۔

حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات مخصوصہ میں سے ہے۔ کسی نبی ...

ولی کے حاضر و ناظر ہونے کا اعتقاد رکھنا کفر ہے نصوص صریح کے خلاف ہے۔ کلام اللہ میں ہے۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہٗ

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفی عنہ نائب مفتی دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۹۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ۔

(۱) یہ اعتقاد کفر ہے نصوص صریح کے خلاف ہے کلام پاک میں ہے۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے تمام جگہ کوئی حاضر و ناظر نہیں۔

۲۔ علم غیب باری تعالیٰ کا خاصہ ہے غیر کا دخل نہیں ہے۔ اولیائے کرام و انبیائے عظام کو عالم بجمیع الاشیاء سمجھنا اور اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ اس سے توبہ کرے۔ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۳ صفحہ مطبوعہ عزیزیہ دیوبند)

۱۰۔ فتویٰ دارالعلوم دیوبند

صاحب بحرالرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں:

کہ جو کوئی نکاح کے شاہدین اور اس کے گواہ رسول کو مقرر کرے اور یہ اعتقاد کرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو سنتے ہیں اور یہاں موجود ہیں۔ یا وہ عالم الغیب ہیں تو وہ شخص کافر ہے۔ پس یہ اعتقاد کرنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں اور ہماری آواز سنتے ہیں بلاشبہ شرک ہے اور وہ شخص مشرک ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز ہے۔

سید احمد علی

(دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

نائب مفتی دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح محمد اعزاز علی (صدر مفتی دار العلوم دیوبند)

(رسالہ تعلیم القرآن بابت ماہ جنوری ۱۹۵۸ء ص ۲۱)

۱۱۔ مولانا ابو الوفا محمد اسحاق صاحب خطیب ہزارہ کا فتویٰ

ایسا عقیدہ رکھنے والا کوئی خطیب ہو۔ یا کوئی پیر ہو۔ تو وجہ اس عقیدہ کے وہ بجائے پیر اور خطیب ہونے کے مشرک اور کافر ہو جاتا ہے۔ یہی عقیدہ تمام محققین اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اور فقہ حنفیہ میں مفصل ایسے شخص کا مشرک ہونا اور کافر ہونا مذکور ہے۔

ابو الوفا محمد اسحق خطیب ایبٹ آباد (حوالہ مذکور بالا)

حصہ چہارم

اس حصہ میں بریلوی حضرات کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے جسمیں دو باب ہیں پہلے باب میں قرآنی دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔ اور دوسرے باب میں حدیثی دلائل کا۔

پہلا باب

پہلی دلیل۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ ع ۱۷)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک بہترین امت بنایا۔ تاکہ تم گواہ رہو۔ لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ یہاں شہید کے معنی گواہ کے ہیں اور گواہ صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو موقع پر موجود ہو۔ اور واقع کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر گواہ فرمایا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر امتی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اور اس کی تمام حرکات وسکنات کو دیکھتے ہیں۔ ورنہ گواہ نہیں بن سکتے۔ تو اس سے ثابت ہوا

کہ آپ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ جوابات سے پہلے آیت کا صحیح مفہوم بیان کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے خطاب کر کے فرمایا کہ یہ مرکزیت تمہیں اسلئے عطا کی ہے۔ تاکہ میرا پیغمبر تم کو میری توحید بتائے اور میرے احکام سے تم کو آگاہ کرے اور تم دوسرے لوگوں کو توحید بتاؤ۔ اور ان تک میرے احکام پہنچاؤ۔ اس آیت میں خطاب صحابہ کرام سے ہے۔ اور شہداء شہید کی جمع ہے۔ جو شہادۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں بیان کرنا۔ اس لئے شہید اور اسی طرح شاہد کے معنی ہوں گے۔ اللہ کی توحید بیان کرنیوالا اور راہ حق بتانے والا۔ جیسا کہ علامہ ابن صفی حنفی نے لکھا ہے۔ انا ارسلناک شاھدا للہ بالواحدانیۃ (جامع ص ۲۸۳) یعنی ہم نے آپ کو توحید بیان کرنے والا بنا کر بھیجا اسی طرح سورۃ مائدہ میں وکانوا علیہ شہداء کے تحت علامہ موصوف لکھتے ہیں رقباء لئلا یبدل (جامع ص ۱۰۱) یعنی علماء یہود تورات کے محافظ تھے۔ کہ اسمیں تبدیلی نہ ہونے پائے۔ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے سورہ مزمل میں شاہد کا ترجمہ بتانیوالا کیا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانیوالا تمہارا۔ شاہ عبدالقادر پہلا جواب۔ لفظ شہید یہاں بمعنی گواہ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ پہلے جامع البیان اور ترجمہ موضح قرآن کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔

یہاں شہید کے معنی بیان کرنے والے اور بتانے والے کے ہیں۔ اور سیاق
وسباق کے اعتبار سے بھی یہی معنی موزوں ہیں۔ کیونکہ اسی آیت میں
صحابہ کیلئے بھی لفظ شہداء استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ لفظ بعینہٖ وہی
مفہوم ادا کر رہا ہے۔ جو سورہ آل عمران ع ۱۲ میں ایک پوری آیت میں
بیان کیا گیا ہے۔ یعنی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس
تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ
دوسرا جواب یہ ہے کہ شہید کے معنی یہاں نگہبان اور رقیب کے
ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ خدا کا رسول تم پر یعنی صحابہ کرام پر
نگہبان ہو تاکہ تم دین اسلام سے نہ ہٹنے پاؤ۔ اور دین میں تحریف
نہ ہونے پائے اور تم ان لوگوں پر نگہبان ہو جو تم سے دین سیکھیں
جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
کہ قیامت کے دن میں دیکھوں گا کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے
جارہے ہوں گے لیکن قبل اسکے کہ وہ مجھ تک حوض کوثر پر پہنچیں
انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے
امتی ہیں۔ تو مجھے جواب ملے گا۔ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا
ہے۔ آپ کو معلوم نہیں تو۔

فاقول کما قال العبد الصالح
وکنت علیہم شہیداً ما دمت
فیہم فلما توفیتنی کنت انت

میں اسکے جواب میں وہی کچھ
کہوں گا۔ جو اللہ کا نیک بندہ
عیسیٰ علیہ السلام کہے گا۔ کہ جب

الرقیب علیہم (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۵)

میں انہیں موجود تھا۔ ان نگران رہا۔ اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے خود ہی بیان فرما دیا کہ جب تک میں انہیں موجود رہا۔ ان کے حالات سے آگاہ رہا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا گواہ ہونا صحابہ کیلئے ہے۔ اور ہر امتی پر آپ گواہ نہیں ہیں اور نہ ہر جگہ حاظر ناظر ہیں۔

تیسرا جواب۔ اگر مان لیا جائے کہ اس آیت میں شہید بمعنی گواہ ہی ہے لیکن یہ دعویٰ غلط ہے۔ کہ گواہ صرف وہی شخص بن سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کیونکہ فقہائے حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گواہی کے لئے واقعہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا ضروری نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وشہد شاھد من اھلہا ان کان قمیصہ قد من قبل الآیۃ ہر اس بچے کو شاہد فرمایا جس نے زلیخا کی دست اندازی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ محض علامات کی بنیاد پر گواہی دی تو معلوم ہوا کہ گواہی کے لئے مشاہدہ ضروری نہیں اسی طرح اگر ایک شخص موقعہ پر موجود نہ ہو لیکن واقعہ کی خبر اس تک کسی ایسے معتبر اور باوثوق ذریعہ سے پہنچ جائے جس سے اسکو واقعہ کی صداقت کا یقین ہو جائے تو اس کے لئے گواہی دینی جائز ہے۔ چنانچہ ھدایہ ج ۳ ص ۱۵۵ پر ہے

إنّما يجوز للشاهد ان يشهد بالاستشهار وذالك بالمتواتر او اخبار من يثق به

چوتھا جواب ۔ یا گواہ سے مراد یہ ہے کہ جب قیامت کے دن آپ کی امت پہلی امتوں پر گواہی دیگی کہ ان کے پیغمبروں نے ان کو اللہ کے احکام پہنچا دئے ہیں۔ اور آپ اپنی امت پر تبلیغ رسالت کی گواہی دینگے جیسا کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں

لتكونوا شهداء على الناس لتكون هذه الامة شهداء على الناس ان الرسل قد ابلغتكم ويكون الرسول على هذه الامة شهيدا ان قد بلغ ما ارسل به (ابن جرير ج ۲ ص ۶) جیسا کہ حدیث میں ہے۔ يجاء بنوح عليه السلام يوم القيامة فيقال له هل بلغت فيقول بلغت يعني نعم يارب فيسئل امته هل بلغكم فيقولون ما جاءنا من نذير فيقال من شهودك فيقول محمد وامته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيجاء بكم فتشهدون (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)

یعنی قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام سے سوال ہوگا۔ کہ کیا تو نے میرے احکام اپنی قوم تک پہنچا دئے۔ تو وہ جواب دیں گے۔ کہ اے میرے رب میں نے پہنچا دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی امت سے سوال فرمائے گا۔ کیا اس نے تم کو میرے احکام پہنچائے۔

تو وہ کہیں گے۔ کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ تو حضرت نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا۔ تیرے گواہ کون ہیں تو وہ جواب دیں گے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جنانچہ تمہیں بلایا جائے گا۔ اور تم گواہی دو گے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ تو قوم نوح امت محمدیہ پر اعتراض کرے گی۔ کہ تم کس طرح گواہی دے سکتے ہو۔ تم اس وقت موجود ہی نہیں تھے۔ تو امت محمدیہ جواب دے گی۔ ان اللہ تعالیٰ بعث الینا رسولا وانزل علیہ الکتب فکان فیما انزل الینا خبرکم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا اور اس پر کتاب نازل فرمائی۔ اور اس میں تمہارا ذکر بھی فرمایا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید اور رسالت کے احکام کما حقہ پہنچائے تھے۔

پانچواں جواب۔ اگر بالفرض مان لیا جائے۔ کہ تمام دلائل قطعیہ اور نصوص صریحہ کے خلاف یہاں لفظ شہید کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں۔ اور اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ تو پھر حضور علیہ السلام ہی کو نہیں۔ بلکہ ساری امت محمدیہ کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اسی آیت میں امت محمدیہ کے لیے لفظ شہداء استعمال کیا گیا ہے۔ جو شہید کی جمع ہے۔ بلکہ اس صورت میں تو امت کا رتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ

جائے گا کیونکہ آپ تو صرف اپنی امت پر گواہ ہیں۔ اور یہ امت پہلی تمام امتوں پر گواہ ہے۔ جیسا کہ لتکونوا شہداء علی الناس سے ظاہر ہے۔

چھٹا جواب۔ اگر شہید کے وہی معنی تسلیم کر لئے جائیں۔ جو مبتدعین کہتے ہیں تو اس آیت اور قرآن مجید کی دوسری آیت متعدد آیات کے درمیان ایسا اختلاف اور تضاد رونما ہوگا جس کو اٹھانا ممکن نہیں ہوگا۔ مثلاً سورہ بقرہ جس میں یہ آیت ہے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اسکے بعد تقریباً ۱۶/۱۷ سورتیں اور نازل ہوئیں اور ان کے بعد سورہ منافقون نازل ہوئی جس کا شان نزول صحیح روایتوں کے مطابق یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے موقع پا کر اپنے ساتھی منافقین سے کہا۔ کہ اس پیغمبر اور ان کے ساتھیوں نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے۔ ان کی وجہ سے ہمیں بہت تکلیف ہے جب ہم مدینہ واپس پہنچیں گے۔ تو (معاذاً باللہ) ان کمینوں کو شہر سے نکال دینگے۔ عبداللہ کی یہ باتیں ایک کم سن صحابی حضرت زید بن ارقم نے سن لیں اور اپنے چچا سے کہہ دیں۔ انہوں نے سارا ماجرا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ تو آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر اس سے پوچھا۔ تو اس نے قسمیں کھا کر حضور علیہ السلام کو یہ باور کرا دیا۔ کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی چنانچہ آپ نے

زید بن ارقم کو جھٹلا دیا۔ اور عبداللہ بن ابی کو سچا مان لیا۔ تو اس پر
سورہ منافقون نازل ہوئی۔ جس سے آپ پر حقیقت حال
منکشف ہوئی۔

اگر آپ حاضر ناظر ہوتے۔ تو یقیناً آپ کو عبداللہ بن ابی
کی باتیں معلوم ہو جاتیں۔ اور آپ زید بن ارقم کی تصدیق فرماتے
اور عبداللہ کی قسموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو جھٹلا دیتے۔
اسلئے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شہید کے معنی یہاں حاضر و ناظر
کے نہیں ہیں۔ جیسا کہ فریق مخالف کا زعم ہے۔

ایک شبہ۔ بعض معترضین یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس
سرہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس سے حضور علیہ السلام کو حاضر
ناظر ہوتا ثابت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ شاہ صاحب نے اس
آیت کی تفسیر میں لکھا ہے "یعنی و باشد رسول شما گواہ زیرا کہ او
مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ
از دین من رسیدہ الخ" (تفسیر عزیزی ج ا ص ۶۳۶) یعنی اور ہو
رسول تمہارا تم پر گواہ کیونکہ آپ نور نبوت سے اپنے ہر امتی کا رتبہ
جانتے ہیں۔ کہ وہ کس درجہ پر پہنچا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ
آپ ہر امتی کے تفصیلی حالات سے آگاہ ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

جواب۔ یہ عبارت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ
مندرج ہے۔ بعد میں کسی نے بڑھائی ہے۔ کیونکہ اسکے بعد آگے چل

کہ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "شہادت دریں جا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از جادہ حق بیرون نروند چنانچہ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ و در مقولہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ الخ (تفسیر عزیزی ص ۶۴۱) یعنی اس آیت میں شہادت کے معنی گواہی کے نہیں، بلکہ اطلاع اور نگہبانی کے ہیں، تاکہ وہ راہ حق سے باہر نہ جا سکیں۔ جیسا کہ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا میں شہید بمعنی گواہ نہیں بلکہ اسکے معنی نگران اور نگہبان کے ہیں۔ یہ بات اس بات کی کھلا ہوا قرینہ ہے۔ کہ پہلی عبارت حضرت شاہ صاحب کی نہیں ہے کیونکہ دوسری عبارت میں انہوں نے لفظ شہید کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے، وہ پہلی عبارت کے بالکل منافی ہے۔

دوسری دلیل وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَاءُ (آل عمران ع ۱۸)	اور اللہ تعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کرنے کا۔ البتہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

بریلوی حضرات اس آیت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے

کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں الغیب میں الف لام استغراق
کے لئے ہے۔ اس آیت میں غیر انبیاء سے الغیب یعنی کلی غیب کی
نفی کی گئی ہے۔ اور پھر لکن سے برگزیدہ رسولوں کے لئے الغیب یعنی کلی
غیب کو ثابت کیا گیا ہے لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔
اوّلاً اسلئے کہ الف لام بلاشبہ استغراق کے لئے بھی آتا ہے لیکن
یہ اس کا حقیقی معنی نہیں۔ بلکہ مجازی ہے۔ اور الف لام عہد
خارجی میں اصل اور حقیقت ہے چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے
ہیں التعریف لایلزم ان یکون للاستغراق بل العہد
ھوالاصل (التلویح ص ۱۶) یعنی لام تعریف کے لئے ضروری
نہیں۔ کہ وہ استغراق کے لئے ہو۔ بلکہ اصل تو عہد خارجی ہے۔
اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں۔ انما الفرق بان الجنس
لایحتاج الی مؤنۃ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق
(حاشیہ عبدالغفور ص ۲) یعنی جنس اور استغراق میں فرق بایں طور ہے
کہ جنس کے لئے مقام خطابی کے قرینہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن استغراق
قرینہ کا محتاج ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ استغراق میں الف
لام کا استعمال مجازی ہے۔ کیونکہ اہل علم خوب جانتے ہیں۔ کہ
قرینہ کے محتاج ہمیشہ مجازی معنی ہوتے ہیں اور حقیقی معنی محتاج
قرینہ نہیں ہوتے۔ اور فاضل مفتی مولانا نور محمد لکھتے ہیں۔ قال العلامہ
التفتازانی فی بعض تصانیفہ انہم اختلفوا فی اللام الخ

لبعد تفرع الاسم بالامتزاج کما فی سلام علیک فذھب بعضھم الی انھا لتعریف الجنس لا للعھد ھھنا و لا تالث لمعنی اللام باتفاق ائمۃ اللغۃ اس کے بعد صاحب لباب الاعراب سے نقل کیا ہے ۔ اللام لا یفید الا التعریف والاسم لا یدل الا علی الجنس فاذن لا یکون ثمہ استغراق تمہ بیان الیہ لقرینۃ المقام لا ان یکون من مدلول اللام (حاشیہ عبد الغفور ص۳) دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ الف لام باتفاق ائمہ لغت عہد خارجی اور جنس میں اصل اور حقیقت ہے اور استغراق میں اس کا استعمال مجازی اور محتاج قرینہ ہے ۔ وھکذا فی المتون المتین وغیرہ جب یہ ثابت ہو گیا ۔ کہ استغراق الف لام کا مجازی استعمال ہے ۔ تو بلا قرینہ صارفہ حقیقت یعنی عہد خارجی کو چھوڑ کر استغراق مراد لینا ہرگز جائز نہیں ۔ لان المجاز فرع الحقیقۃ اور مجازی معنی صرف اسی وقت مراد لئے جاتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو ۔ متی تعذر الحقیقۃ اریدت المجاز ۔ لیکن یہاں تو حقیقی معنی متعذر نہیں ہیں ۔ بلکہ ممکن اور عین مراد ہیں ۔ کما سیاتی ۔

ثانیاً اس آیت میں الف لام کو استغراق پر محمول کرنا ویسے بھی مقام کے مناسب نہیں ۔ کیونکہ مقام تو عہد خارجی کا مقتضی ہے ۔ کیونکہ سوال تو غیب کے ایک خاص معاملہ کے بارے میں تھا یعنی اللہ تعالیٰ

ہمیں صاف صاف بتا دے۔ کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے۔ یعنی ان کے دلوں میں نفاق ہے۔ اسلئے اسکے جواب میں فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس غیب کی بات پر مطلع فرمائے البتہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ رسولؐ کو اس غیب کی اطلاع دیدے۔ اسلئے الغیب میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے وہ مخصوص غیب مراد ہے۔ یعنی منافقوں کی نشاندھی بذریعہ وحی الٰہی

ثالثاً تمام مفسرین حضراتؒ نے یہاں الغیب سے بعض علم غیب مراد لیا ہے۔ ماکان وما یکون اور جمیع مغیبات کا کلی اور تفصیلی علم کسی نے بھی مراد نہیں لیا۔ تو یہ بھی اسبات کی دلیل ہے۔ کہ الف لام استغراق کے لئے نہیں۔ چنانچہ علامہ قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات۔ (بیضاوی ج ا ص۲۶۵) لیکن اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ تو اسکی طرف وحی کرتا ہے اور اسے بعض مغیبات کی خبر دیتا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں۔ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی بعض علم الغیب (معالم ج ا ص۳۷۶) لیکن اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے۔ تو اسے بعض علم غیب پر مطلع فرما دیتا ہے۔ علامہ خازن لکھتے

یعنی ولکن اللہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی ما یشاء من غیبہ (خازن ج ۱ ص ۳۲۲) مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اپنے جس بعض غیب کو چاہتا ہے اس کو اطلاع دے دیتا ہے۔ اور علامہ ابن صفی لکھتے ہیں۔ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیخبرہ ببعض المغیبات (جامع البیان ص ۶۲) اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔ فیطلعہ علی البعض من علوم الغیب احیاناً (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۵) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو رسول منتخب کرتا ہے۔ اسے بعض غیوب کی اطلاع دیتا ہے اور وہ بھی احیاناً یعنی کبھی کبھی۔

الحاصل اگر یہاں تمام قواعد عربیت اور اصول تفسیر کے خلاف الف لام استغراق کے لیے مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا کلی اور تفصیلی علم غیب تھا تو اس سے مذکورہ بالا اصولوں کے علاوہ قرآن مجید کی ان بیسیوں آیتوں کی تکذیب لازم آئے گی جن میں کہا گیا ہے صراحت سے حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے کلی علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔

ومِمَّن حولکم من الاعراب منافقون ومن	اور کچھ تمہارے گرد وپیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں

اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (توبہ ع ١٣)

ایسے منافق ہیں جو نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ بھی ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔

٢۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ ع ٧)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو کر دیا لیکن آپ نے ان کو ایسی جلدی اجازت کیوں دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔

٣۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (تحریم ع ١)

اے نبی کیوں حرام کرتا ہے تو اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لئے حلال کی ہے۔ اور وہ بھی اپنی بیویوں کی رضا جوئی کے لئے

٤۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

اور جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچائیں۔ اور اس میں بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں۔ اور ایمان والوں میں تفریق ڈالیں اور ان لوگوں کو گھات کی جگہ مہیا کریں۔ جو

لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا (توبہ ع ۱۳)

پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور وہ قسمیں کھا جائینگے۔ کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کوئی نیت نہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اسمیں کبھی (نماز کیلئے) کھڑے نہ ہوں۔ پہلی تینوں آیتوں کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ چوتھی آیت کا شان (نزول)

ابو عامر ایک نہایت ہی خبیث اور مکار پادری تھا۔ جو خود تو قیصر روم کے پاس پہنچا تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کر سکے۔ اور مدینہ کے منافقین کو لکھا۔ وہ مسجد کے نام پر ایک عمارت بنائیں۔ اور نماز کے بہانے اسمیں جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کیا کریں۔ اور اس کے خفیہ خطوط بھی ان کو اسی جگہ ملا کرینگے۔ نیز اگر کبھی وہ مدینہ آیا۔ تو اس کا قیام بھی یہیں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کیلئے ایک مسجد تیار کر لی اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر لگے قسمیں کھانے۔ کہ حضرت ہمارا ارادہ نیک ہے ہم صرف یہ چاہتے تھے۔ کہ مسجد قبا ہم سے دور ہے اور بوڑھے، بچوں اور عورتوں کا وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ اسلئے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے۔ تاکہ یہ لوگ آئیں آسانی سے نماز ادا کر سکیں اور ہماری دلی خواہش ہے کہ اس مسجد کا افتتاح آپ کی نماز سے ہو۔ اسلئے آپ اسمیں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے چلیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام غزوہ تبوک کی مہم پر جا رہے تھے۔ اسلئے آپ نے ان سے وعدہ فرما لیا۔ کہ تبوک سے واپسی پر میں تمہاری مسجد میں آؤں گا۔

اور اس میں نماز بھی پڑھوں گا چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ولد
فن منا انشاء اللہ تعالیٰ اتینا کم فصلینا لکم فیہ
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۹) یعنی اگر انشاء اللہ ہم سے بخیریت واپس
آ گئے۔ تو تمہاری مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے۔ جب آپ غزوۂ تبوک
سے بخیریت واپس تشریف لے آئے۔ تو دل میں ایفائے عہد کا خیال
آ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اصل حقیقت حال سے
آگاہ فرما دیا۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کو جمیع مغیبات کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا۔ تو
ان منافقین کی مکاری اور عیاری کا بھی آپ کو علم ہوتا۔ اور آپ
مسجد ضرار میں تشریف لے جا کر نماز پڑھنے کا وعدہ نہ فرماتے۔

مندرجہ بالا چار آیتیں سورہ آل عمران کے بعد نازل شدہ سورتوں
کی ہیں۔ اور ان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کلی علم غیب کی
صراحت سے نفی ہوتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ آل عمران کی اس آیت
میں الغیب کا الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہاں
الغیب سے ماکان و مایکون کا کلی علم غیب مراد ہے۔ بلکہ الف لام یہاں
عہد کیلئے ہے۔ اور الغیب سے مخلصین بے وفائی کرنے والے منافقین
کی پہچان مراد ہے۔ حاصل یہ کہ اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کرنا سراسر غلط اور باطل ہے۔

تیسری دلیل وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے

تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (نساء ع ۱۷) ترجمہ: اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت کے تحت مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں:

"اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گذشتہ واقعات کی خبر دیدی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے۔ تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمان، حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا۔ اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں، اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ (جاء الحق ص ۴۹)"

جواب: اس آیت سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی پر استدلال کئی وجوہ سے غلط اور باطل ہے۔

اولاً اسلئے کہ یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ ما اس آیت میں عموم اور استغراق کیلئے ہے۔ حالانکہ ما ہر جگہ عموم اور استغراق حقیقی کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اسمیں خصوص کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابوالبرکات نسفی فرماتے ہیں۔

وَمَا یحتمل العموم — اور ما اور من میں عموم اور خصوص

والخصوص واصلہا العموم دونوں کا احتمال ہے۔ اگرچہ اصل
(رسالہ المنار مع شرح نور الانوار ص۷۹) دونوں میں عموم ہے۔

اسکی شرح میں ملا جیون فرماتے ہیں۔

یعنی انہما فی اصل الوضع للعموم ولیستعملان فی الخصوص ایضاً بالقرائن — یعنی من اور ما اصل میں وضع تو عموم کے لئے کئے گئے ہیں لیکن اگر کوئی قرینہ موجود ہو۔ تو خصوص کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ایسی مثالیں خود قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں جن میں کلمہ ما عموم کے لئے نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے۔

ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ (بقرہ ع ۱۸) — اور وہ تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

اس آیت میں خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے اور ان کی وساطت سے ساری امت تا قیامت اس آیت کی مخاطب ہے۔ اگر یہاں کلمہ ما کو عموم اور استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ بریلوی حضرات کا خیال ہے۔ تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام بلکہ امت محمدیہ کا ہر فرد غیب داں ہے۔ اور اسے ماکان ومایکون کا کلی علم غیب حاصل ہے۔ حالاں کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا۔

وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ (انعام ع ۱۱)

اور سکھایا گیا تم کو وہ کچھ جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا

اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں خطاب یہود سے ہے۔ چنانچہ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں۔ اور اگر خطاب مسلمانوں سے ہو۔ تو بھی اگر یہاں ما کو استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے۔ تو اس سے ان تمام یہودیوں کو یا تمام مسلمانوں کو عیب داں ماننا پڑے گا۔ جو اس آیت کے مخاطب ہیں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ ما ہر جگہ عموم کے لئے نہیں ہوتا ثانیاً مفسرین حضرات نے بھی اس آیت میں ما سے مخصوص امور مراد لئے ہیں اور استغراق حقیقی پر اسے کسی نے بھی محمول نہیں کیا چنانچہ مفسر قرطبی رقمطراز ہیں۔

وعلمک ما لم تکن تعلم یعنی من الشرائع والاحکام (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۲)

اور سکھایا آپ کو وہ کچھ جو آپ نہیں جانتے تھے۔ ما سے مراد احکام اور مسائل شریعت ہیں۔

امام نسفی فرماتے ہیں۔

من امور الدین والشرائع (مدارک ج ۱ ص ۱۹۵)

یعنی یہاں مراد امور دین اور احکام شریعت ہیں۔

امام بغوی اور علامہ خازن لکھتے ہیں۔

یعنی من الاحکام الشرع و

یعنی مراد احکام شریعت اور امور

امور الدین (معالم و خازن   دین ہیں۔
و اللفظ لہ، ج ۱ صفحہ ۲۹۶)

حضرت عبداللہ بن عباس اور مقاتل فرماتے ہیں کہ مآ سے یہاں شریعت مراد ہے۔

قال ابن عباس و مقاتل   ابن عباس اور مقاتل نے کہا
ھو الشرع (البحر المحیط   کہ اس سے مراد شریعت
ج ۳ صفحہ ۳۴۷)   ہے۔

اور امام ماوردی کہتے ہیں۔ الکتاب والحکمۃ (العینی) یعنی اس سے مراد کتاب اور حکمت ہے۔ ان حوالوں سے امید ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب کو یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ مآ یہاں عموم کے لئے نہیں ہے۔ نیز احکام شریعت کی قید ہم اپنی طرف سے نہیں لگاتے۔ بلکہ خود مفسرین امت فرما رہے ہیں کہ مآ سے یہاں امور دینیہ اور احکام شریعت مراد ہیں۔ اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مآ سے مراد علم غیب ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جن مفسرین نے علم غیب لکھا ہے۔ انہوں نے پہلے صحیح اور مختار قول یعنی امور دین اور احکام شرع کا ذکر کر کے اس کے بعد کلمۂ تمریض قیل سے اس قول کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے ضعیف اور غیر معتبر ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اس ضعیف قول میں بھی کلی علم غیب کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ اس سے بعض علم غیب مراد ہے۔

ثالثاً۔ ما کو یہاں عموم اور استغراق پر محمول کرنا آیت کے سیاق وسباق کے بالکل منافی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ الخ سے حکم سلطانی بیان فرمایا کہ اللہ کے احکام اور اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق فیصلہ کیا کرو۔ اسکے بعد جھوٹی گواہی دینے والوں کو زجر کیں اور پھر فرمایا۔ وعلمک ما لم تکن تعلم لہٰذا یہاں ما سے وہی کچھ مراد ہے۔ جو حضرات مفسرین نے بیان کیا ہے۔ یعنی احکام شرعیہ لہٰذا علم غیب کی مراد لینا سراسر غلط ہے۔ نیز اس آیت سے تھوڑا سا پہلے فرمایا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَہَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْہُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ الخ یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ تو ان منافقوں کی ایک جماعت آپ کو صحیح فیصلہ سے بھٹکا دیتی۔ اگر آپ کو کلی علم غیب حاصل تھا تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح ولا تکن للخائنین خصیما سے تنبیہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔

رابعاً۔ سورہ نساء جس میں زیر بحث آیت ہے۔ اسکے بعد تقریباً ۴۲ سورتیں اور نازل ہوئیں جن میں سے سورہ نور، منافقون، تحریم، توبہ وغیرہ ہیں۔ سورہ نور میں افک عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے جسکی وجہ سے حضور علیہ السلام عرصہ تک پریشان رہے۔ سورہ منافقون میں عبد اللہ بن ابی اور دوسرے منافقین کی سازش کا ذکر ہے جس کا

آپ کو پتہ نہ چل سکا۔ سورہ تحریم میں حضور علیہ السلام کے شہد نہ کھانے کی قسم کا ذکر ہے جس سے اللہ تعالٰے نے آپ کو منع فرمایا۔ اور سورہ توبہ میں مسجد ضرار میں حضور علیہ السلام کو نماز پڑھنے اور آپکے جانے سے منع فرمایا۔ حالانکہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھنے کا وعدہ فرما چکے تھے۔ نیز سورہ توبہ ہی میں وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم اس میں اللہ تعالٰی نے صاف فرمایا۔ کہ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے۔ یہ آیتیں تفصیل سے پہلے مذکور ہو چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا۔ اسلئے اگر زیر بحث آیت سے حضور علیہ السلام کیلئے کلی غیب ثابت کیا جائے۔ تو اس سے بعد میں نازل ہونے والی آیتیں جو علم غیب کی نفی کرتی ہیں۔ ان کی تکذیب کرنی پڑے گی۔

چوتھی دلیل۔ عَالِمُ الغیب فلا یُظھِرُ علٰی غیبہ احدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ (جن ع ۲) — وہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (مفتی احمد یار صاحب)

اس آیت میں بریلویوں کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کلی علم غیب پر استدلال تین امور پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ الغیب میں الف لام

استغراق کے لئے ہے۔ دوم یہ کہ غیبہ میں اضافت بھی استغراق کے لئے ہے۔ سوم یہ کہ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی ما قبل سے مستثنیٰ متصل ہے حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اور وہ اپنے تمام غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو کلی غیب پر مسلط فرما دیتا ہے۔ اور ان کو ماکان و مایکون کا کلی اور تفصیلی علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

جواب۔ یہ استدلال کئی وجوہ سے مخدوش اور باطل ہے۔

اولاً۔ اس بات کی پوری تحقیق گذر چکی ہے۔ کہ الف لام کے حقیقی معنی عہد اور جنس کے ہیں اور استغراق میں اس کا استعمال محتاج قرینہ اور مجازی ہے۔ یہاں آیت کا سیاق اس کا مقتضی ہے۔ کہ الغیب کا الف لام عہد خارجی کے لئے ہے کیونکہ اس سے پہلے فرمایا!

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ فرما دیجئے۔ میں نہیں جانتا۔
مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا
لَہٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا۔ جا رہا ہے (قیامت یا عذاب)

وہ قریب ہے یا میرا رب اسکے لئے کوئی مدت مقرر کر دے۔

اور الغیب سے ما توعدون کا علم مراد ہے۔ یعنی قیامت ہونے یا عذاب نازل ہونے کے وقت کا علم۔ یعنی اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیں۔ مجھے تو معلوم نہیں۔ کہ قیامت یا عذاب قریب ہے۔

یا ابھی اسکی آمد میں دیر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ مخصوص غیب معلوم ہے۔

ثانیاً۔ اضافت کا استغراق کے لئے آنا بہ اضافت کا بالکل ہی نادر استعمال ہے۔ اور وہ بھی مجازی ہے۔ اور غیب سے یہاں مطلق غیب مراد ہے۔ اور استثناء کے ذریعے برگزیدہ رسولوں کے لئے جو غیب ثابت کیا گیا ہے اس سے مراد بعض غیب ہے۔ چنانچہ مفسرین کرام نے غیب سے یہاں بعض غیب مراد لیا ہے جیسا علامہ نسفی فرماتے ہیں

الا رسولا قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب لیکون اخبارہ عن الغیب معجزۃ له (مدارک ج ۴ ص ۲۲۲)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ رسول کو بعض علم غیب کی خبر دیدیتا ہے۔ تاکہ یہ اخبار عن الغیب اسکے لئے معجزہ بنے۔

اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

فانه یظهر علی ما یشاء من غیبه لان الرسل مؤیدون بالمعجزات ومنها الاخبار عن بعض الغائبات (قرطبی ج ۱۹ ص ۲۸)

کیونکہ وہ برگزیدہ رسول کو اپنے غیب میں سے جس چیز پر چاہتا ہے۔ مطلع کر دیتا ہے۔ کیونکہ رسولوں کو معجزوں سے مؤید کیا جاتا ہے۔ اور بعض غائب چیزوں کی خبر دینا بھی معجزات میں شامل ہے۔

اور علامہ بیضاوی رقم طراز ہیں۔

إلا من ارتضى لعلمه لبعضه حتى يكون له معجزة (بیضاوی)

مگر جس رسول کو وہ اپنے بعض علم غیب پر مطلع کرنے کے لئے چن لیتا ہے تاکہ وہ اس کیلئے معجزہ ہو جائے۔

اور علامہ ابو السعود حنفی فرماتے ہیں کہ یہاں غیب سے وہ بعض غیب مراد ہے۔ جو رسالت سے متعلق ہو۔ اور پھر اسکے بعد ان غیوب کی تفصیل کرتے ہیں جن کا رسالت سے تعلق ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ غیوب (یعنی امور غیبیہ) تین قسم کے ہیں۔ اول وہ جو رسالت کے مبادی میں سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ غیب کی کوئی بات بطور معجزہ پیغمبر کو بتا دی جائے دوم یہ کہ اس کا تعلق رسالت کے ارکان اور اسکے مقاصد مہمہ سے ہو۔ مثلاً تکالیف شرعیہ، کیفیت اعمال، جزا و سزا، بعث و نشور وغیرہ سوم وہ جن کا مذکورہ دو صورتوں کے ذریعے رسالت سے کوئی تعلق نہیں یعنی نہ وہ صراحتاً سے متعلق ہیں۔ اور نہ قریبیہ رسالت سے۔ تو ان کی اللہ تعالیٰ کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ من جملہ ان کے قیامت قائم ہونے کا مخصوص وقت ہے۔ جس کی اللہ نے کسی کو اطلاع نہیں دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکمت تشریعیہ جس کے تحت اس نے رسولوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قیامت کا علم ہر ایک سے پوشیدہ رہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

ای رسولا ارتضاه لاظهاره علی بعض غیوبه المتعلقة برسالته کما یعرب عنه بیان من ارتضٰی بالرسول تعلقا تاما اما لکونه من مبادی رسالته بان یکون معجزة دالة علی صحتها واما لکونه من ارکانها واحکامها کعامة التکالیف الشرعیة التی امر بها المکلفون وکیفیات اعمالهم واجزیتها المترتبة علیها فی الاخرة وما تتوقف هی علیه من احوال الاخرة التی من جملتها قیام الساعة والبعث وغیر ذلک من الامور الغیبیة التی بیانها من وظائف الرسالة واما ما لا یتعلق بها علی احد الوجهین من الغیوب التی من جملتها وقت قیام الساعة فلا یظهر علیه احدًا ابدًا علی ان بیان وقته مخل بالحکمة التشریعیة التی علیها یدور فلک الرسالة۔ (ابو السعود ج ۸ ص ۳۲۹ و ۳۳۰)

اسی طرح علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

ای لکن الرسول المرتضٰی یظهره جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقة برسالته (روح ج ۲۹ ص ۹۶)

لیکن برگزیدہ رسول کو اللہ تعالیٰ اپنے بعض غیوب پر مطلع فرماتا ہے۔ جو اس کے فریضہ رسالت سے متعلق ہوں۔

اور مفسر صاوی لکھتے ہیں۔

الا رسولا الذی ارتضا لا ظھارہ علی بعض غیبہ (حاشیہ جلالین ص ۴۷۴) — مگر وہ رسول جسے وہ اپنے بعض غیب پر مطلع کرنے کے لیے چن لیتا ہے۔

اور علامہ سلیمان جمل نے بعینہ علامہ ابو السعود کی عبارت نقل کی ہے ملاحظہ ہو الفتوحات الالٰہیہ ج ۴ ص ۴۲۱ مفسرین کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا۔ کہ یہاں غیب سے کلی غیب مراد نہیں۔ بلکہ اس میں صرف وہی بعض غیب مراد ہے۔ جس کا تعلق فریضہ رسالت سے ہے۔

ثالثاً اگر اس آیت سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کلی غیب ثابت کیا جائے۔ تو یہ آیت پہلی آیت سے متصادم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے۔ کہ "میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہ قریب ہے یا بعید" اب اگر زیر بحث آیت سے یہ مطلب لیا جائے۔ کہ حضور علیہ السلام کلی غیب جانتے تھے۔ تو یہ پہلی آیت کی کھلی تکذیب ہوگی اور یہ چیز خدائے علیم و حکیم کے کلام میں ناممکن ہے۔ اسلئے یہاں غیب سے کلی غیب مراد لینا قطعاً غلط اور سراسر باطل ہے۔

رابعاً مستثنیٰ متصل ہونے کی صورت میں غیب سے بعض غیب

مراد ہے جیسا کہ تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی فریق ثانی کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں مستثنیٰ یہاں متصل نہیں۔ بلکہ منقطع ہے۔ اس صورت میں من ارتضیٰ من رسول مبتدا ہے اور فانہ یسلک من بین یدیہ الخ اسکی خبر ہے۔ مبتدا چونکہ اسم موصول ہے۔ اور متضمن معنی شرط ہے۔ اسلئے اسکی خبر پر فاء داخل ہوئی ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ جسے اللہ تعالیٰ رسول چن لیتا ہے۔ اسکے آگے پیچھے نگران اور محافظ فرشتے مقرر فرما دیتا ہے۔ تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس کے رسولوں نے فرائض رسالت ادا کر دیئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں۔

(الا من ارتضیٰ) استثناء منقطع کانہ قال فلا یظہر علیٰ غیبہ المخصوص احدا لکن من ارتضیٰ من رسول فلہ حفظۃ یحفظونہ من شر مردۃ الانس والجن

(البحر المحیط ج ۸، ص ۳۵۶)

الا من ارتضیٰ میں یہ استثنا منقطع ہے۔ گویا کہ فرمایا تو وہ اپنے مخصوص غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ مگر جس کو رسول چن لیتا ہے۔ اس پر محافظ فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو سرکش انسانوں اور جنوں کے شر سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور علامہ سلیمان جمل رقمطراز ہیں۔

وهو من الاستثناء المنقطع ايضاً اى لكن والمعنى لكن من ارتضاه من الرسل فانه يجعل له ملئكة رصداً يحفظونه من المقوعات الالهية (ج ۴ ص ۳۲۵)

اور وہ بھی استثنا منقطع کے قبیل سے ہے یعنی بمعنی لکن اور مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالے رسول چن لیتا ہے اس کے لئے فرشتوں سے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے جو اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

اور اظہار کے معنی ظاہر کرنے اور غالب کرنے کے ہیں جیسا کہ صراح میں۔ اس کے معنی "چیرہ گردانیدن" (غالب کرنا) اور پیدا کردن (ظاہر کرنا) لکھے ہیں۔ یہاں استثنا منقطع ہونے کی صورت میں پہلے معنی مراد ہیں۔ یعنی وہ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا اور کسی کو اس پر ایسا قابو نہیں دیتا کہ وہ جب چاہے امور غیبیہ جان لے۔

فائدہ: سورۂ جن جس میں یہ آیت ہے۔ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور بعض مکی سورتیں اور تمام مدنی سورتیں اسکے بعد نازل ہوئیں۔ اور پہلے بالتفصیل مذکور ہو چکا ہے کہ بہت سی مدنی سورتوں میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کلی کی صاف صاف نفی کی گئی ہے۔ اسلئے اگر سورۂ جن کی آیت سے حضور علیہ السلام کو کلی علم غیب ثابت ہونا مان لیا جائے۔ تو اسکے بعد نازل ہونے والی ان تمام

آیتوں کی تکذیب کرنی پڑے گی ۔ جو آپ سے علم غیب کلی کی نفی پر نص صریح ہیں ۔ تفصیل بالا سے ظاہر ہو گیا کہ اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی غیب پر استدلال سراسر بے بنیاد ہے ۔

پانچویں دلیل ۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (نحل ع ۱۲)

اور اتاری ہم نے آپ پر کتاب جو بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری سنانے والی ہے مسلمانوں کیلئے ۔

چھٹی دلیل ۔ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ (سورہ یوسف ع ۱۲)

اور تفصیل ہے ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے ۔

ان آیتوں سے ان کے استدلال کی بنیاد لفظ کل پر ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ لفظ "کل" تو ایسا عام ہے ۔ کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا ۔ اور یہ عام افراد کے استغراق میں قطعی ہے ۔ ملاحظہ ہو انبار ص ۳ جب لفظ کل عام اور استغراق کیلئے ہے ۔ اور قرآن ہر چیز کی تفصیل ہے اور ذرہ ذرہ کا بیان ہے ۔ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے

اور آپ ہر چیز کو بالتفصیل جانتے ہیں۔

جواب۔ مگر یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اولاً جس بنیاد پر انہوں نے اپنے استدلال کی عمارت کھڑی کی ہے۔ وہ بنیاد ہی بالکل کمزور اور واہی ہے۔ اور یہ کہنا کہ "لفظ کل ایسا عام ہے کہ کبھی خاص پر مستعمل نہیں ہوتا" عربیت اور علم اصول سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ ائمہ لغت اور ائمہ اصول نے تصریح کی ہے۔ کہ کلمہ کل میں خصوص کا احتمال موجود ہے۔ چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں۔

وکلمۃ کل وھی تحتمل الخصوص کلمۃ من (اصول سرخسی ج ۱ ص۱۵۱)

اور کلمہ کل اور اس میں خصوص کا بھی احتمال ہے۔ جیسا کہ کلمہ من میں ہے۔

اور علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں۔

ولفظ جاء بمعنی لبعض ضد (قاموس ج ۴ ص۴۵)

اور لفظ کل اضداد میں سے ہے اور بمعنی لبعض مستعمل ہے۔

اور علامہ ابن الکمال ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

ان (کل) للتکثیر والتفخیم لا للاحاطۃ والتعمیم (روح المعانی ج ۱۳ ص۷۳)

کلمہ کل کثرت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ احاطہ اور تعمیم کے لئے۔

حضرت امام ولی اللہ رح کا ارشاد بھی سن لیجیے۔

والاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب (تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۲۵)

اور اصل تمام عمومات میں موقع و محل کے مناسب تخصیص ہے۔

ثانیاً ائمہ فن کی ان تصریحات کے علاوہ قرآن میں لفظ کل بکثرت خصوص میں مستعمل ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (انعام ع ۵)

تو جب انہوں نے اس چیز کو بھلا دیا جسکی ان کو نصیحت کی گئی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے

یہ ذکر تو منکرین توحید کا ہے۔ تو کیا ان پر اللہ نے اپنی رحمت و مغفرت، نبوت و رسالت اور اپنی رضامندی کے دروازے بھی کھول دئے تھے۔ ہرگز نہیں مراد صرف دنیوی عیش و عشرت ہے اور کلمہ کل یہاں استغراق حقیقی کے لئے نہیں ہے۔

(۲) وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (کہف ع ۱۰)

اور ان کے ورے ایک بادشاہ جو ہر کشتی غصب کر لیتا ہے۔

یہاں بھی کل استغراق کے لئے نہیں۔ کیونکہ بادشاہ نے ان مسکینوں کی کشتی غصب نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ صرف صحیح سالم کشتیاں غصب کرتا تھا۔

(۳) اسی طرح تورات کے متعلق وارد ہے۔ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

(انعام ع ۱۹) حالاں کہ تورات میں ہر چیز کی تفصیل موجود نہیں تھی۔ اس میں تو صرف دین موسوی کے ضروری اور اہم احکام کی تفصیل تھی۔ تو یہاں بھی کلمہ کل عموم اور استغراق کے لئے نہیں ہے۔

(۴) وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (نمل ع ۲) اور اسے (بلقیس کو) ہر چیز دی گئی ہے۔

یہ الفاظ ملکہ سبا بلقیس کے متعلق ہیں۔ اگر یہاں کل استغراق حقیقی کے لئے مانا جائے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ بلقیس کو نبوت بھی دی گئی تھی۔ اور اسے خصوصیات مردانہ بھی دی گئی تھیں۔ وغیرہ حالاں کہ ایسا نہیں۔ بلکہ یہاں کل سے بعض چیزیں مراد ہیں یعنی سلطنت سے متعلقہ ساز و سامان۔

(۵) ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (البقرہ ع ۳۵) پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دے

ظاہر ہے۔ کہ یہاں یہ مطلب نہیں۔ کہ تمام روئے زمین کے پہاڑوں پر ان پرندوں کے اجزا رکھ دے۔ بلکہ لامحالہ یہاں صرف قرب و جوار کے بعض پہاڑ ہی مراد ہیں۔

(۶) وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور ہم کو ہر چیز دی گئی ہے۔ (نمل ع ۲)

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔ جو انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر کہے تھے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام

کو بہت کچھ عطا فرمایا گفتار، نبوت، سلطنت، جنوں پر حکومت پرندوں کی بولیاں وغیرہ۔ مگر اسکے باوجود ان کے پاس نہ ہوائی جہاز تھے، نہ مشین گنیں اور توپیں۔ نہ ایٹم بم نہ ہائیڈروجن بم وغیرہ نیز یہی شان وعزت ان کو حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم وعلیہم کا رتبہ بھی عطا نہیں ہوا تھا۔ اسلئے یہاں کل استغراق حقیقی کے لئے نہیں، بلکہ خصوص کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ کل ایسا عام ہے جو کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔

ثالثاً، مفسرین کرام میں سے کسی ایک مفسر نے بھی ان آیتوں میں لفظ کل کو استغراق حقیقی پر محمول نہیں کیا بلکہ تمام متقدمین اور متاخرین اسبات پر متفق ہیں۔ کہ یہاں کل خصوص کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد امور شریعت اور احکام دین ہیں۔ مفسرین کی تصریحات ملاحظہ ہوں علامہ نسفی حنفی فرماتے ہیں:۔

تبیاناً بلیغاً لکل شیء من امور الدین (مدارک ج ۲ ص ۳۲۹) — واضح بیان ہر چیز کا امور دین میں سے

علامہ معین بن صفی حنفی لکھتے ہیں۔

بیاناً بلیغاً لکل شیء یحتاج الیہ من امور الدین (جامع البیان ص ۲۳۱) — ہر اس چیز کا واضح بیان جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔ امور دین میں سے۔

امام بغوی لکھتے ہیں۔

تبیاناً لکل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی والحلال والحرام والحدود والاحکام (معالم ج ۴ صفحہ ۹)

واضح بیان ہر اس چیز کا جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔ یعنی امر و نہی، حلال و حرام اور حدود و احکام میں سے۔

علامہ خازن لکھتے ہیں۔ تبیاناً لکل شیء یعنی من امور الدین (خازن ج ۴ صفحہ ۹) علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ تبیاناً لکل شیء یحتاجون الیہ من امر الشریعۃ (جلالین صفحہ ۲۲۲) قاضی بیضاوی رقمطراز ہیں۔ تبیاناً لکل شیء من امور الدین (بیضاوی ج صفحہ) حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔ تبیاناً للحلال والحرام (قرطبی ج ۱۰ صفحہ ۱۶۴) علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ والمراد من کل شیء علی ما ذہب الیہ جمع ما یتعلق بامور الدین (روح المعانی ج ۱۴ صفحہ ۲۱۴) علامہ ابوالسعود رقمطراز ہیں۔ بیاناً بلیغاً لکل شیء یتعلق بامور الدین (ابوالسعود ج ۵ صفحہ ۲۰)

ان تمام مستند مفسرین حضرات نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ تبیاناً لکل شیء میں کلمہ کل استغراق حقیقی کے لئے نہیں بلکہ خصوص کے لئے ہے۔ اسی طرح تفصیل کل شیء کے تحت بھی مفسرین حضرات نے کلمہ کل کو خصوص پر محمول کیا ہے، اور اس سے بھی امور دین، حلال و حرام، امر و نہی وغیرہ احکام

شریعت ہی مراد لئے ہیں (چنانچہ امام بغوی اور علامہ خازن فرماتے
ہیں۔ و تفصیل کل شیء مما یحتاج العباد الیہ من
الحلال والحرام والامر والنہی (معالم وخازن ج ۳ ص ۲۶۳)
اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ و تفصیل کل شیء مما یحتاج
العباد الیہ من الحلال والحرام والشرائع والاحکام
(قرطبی ج ۹ ص ۲۷۷) بطور نمونہ مشتے از خروارے اسی پر اکتفا کیا
جاتا ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مفسرین حضرات کلمہ کل کو احکام
شریعت اور امور دین سے مخصوص فرما رہے ہیں۔ لہذا اسے
استغراق حقیقی پر محمول کرنا قطعاً غلط اور قرآن کی صریح تحریف
(العیاذ باللہ) ان حضرات نے قرآن کے تبیاناً لکل شیء اور
تفصیل کل شیء ہونے کا مفہوم ہی غلط سمجھا ہے۔ اگر
ان کے زعم کے مطابق قرآن مجید میں ہر ہر چیز کا ذکر موجود ہے
تو ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ کونسی آیت ہے جس میں پنجگانہ
نمازوں کی یہ مروجہ ترتیب مذکور ہے۔ یا جس میں زکوٰۃ کے نصاب
کا تفصیلی ذکر ہے۔ یا ابتدائے آفرینش سے لے کر نزول قرآن
تک اور نزول قرآن سے لیکر ابد الآباد تک کے تمام احوال و واقعات
اپنی جزئی تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ کیا قرآن مجید میں بریلویت
کے مجدد اعظم، ان کے مناظرین و مبلغین، ان کی پارٹی اور ان کی
سرگرمیوں کا بھی تفصیلی ذکر اور تبیان موجود ہے۔؟ اور کیا نام

علوم و فنون کی کتابوں مثلاً صغریٰ، کبریٰ، حمداللہ، ھدایہ وغیرہ کے نام بھی قرآن میں درج ہیں۔ الیٰ غیر ذالک۔ حالانکہ ان آیتوں کا یہ مطلب ہے ہی نہیں کہ قرآن میں ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک کی ساری تفصیلی تاریخ، درختوں کے پتوں، ریت کے ذرّوں، دریاؤں اور سمندروں کے پانی کے قطروں اور تمام جن و انس، حجر و شجر کی تعداد و گنتی بھی موجود ہے۔ اس کا مفہوم تو صرف اسقدر ہے کہ قرآن میں تمام اہم اور ضروری امور دین بیان کر دیئے گئے ہیں جن سے بنی آدم کو چارہ نہیں۔ ان آیتوں کا منشا تو یہ بھی نہیں کہ اسمیں شریعت اور دین کے تمام جزئی احکام بھی تفصیل سے مذکور ہیں۔ قرآن میں زیادہ تر احکام دین کے اصول و قوانین بیان کئے گئے ہیں جزئیات کا ذکر بہت کم ہے۔ علامہ نسفی تفصیل کل شیٔ کے تحت لکھتے ہیں۔

یحتاج الیہ فی الدین لانہ القانون الذی تستند الیہ السنۃ والاجماع والقیاس (مدارک ج ۲ ص۱۸۵)	یعنی کل شیٔ سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی دین میں ضرورت ہے کیونکہ قرآن ایک ایسا قانون ہے جس پر سنت، اجماع اور قیاس کی بنیاد ہے۔

لہذا اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی علم غیب پر استدلال کرنا سراسر مردود اور انتہائی جہالت ہے۔

ساتویں دلیل ۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (توبہ ع ۱۳) — اور کہہ دیجئے عمل کرلو۔ پس عنقریب دیکھ لے گا اللہ تمہارے اعمال کو اور اس کا رسول اور مومنین۔

اس میں خطاب عام ہے۔ اور مومنین سے مومنین کاملین یعنی اولیاء اللہ مراد ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص کے اعمال کا علم ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کو بھی ہے۔

جواب ۔ یہ استدلال سراسر جہالت اور قرآن مجید کی کھلی تحریف ہے۔ اولاً۔ یہاں رؤیت سے رؤیت دوامی مراد ہے ہی نہیں۔ اور نہ المومنون سے تمام اولیاء امت مراد ہیں بلکہ اس سے مراد صرف صحابہ کرام ہیں اور آیت کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کے ذریعے تمہارا حال ظاہر کردے گا جسے اللہ کا رسول اور صحابہ کرام دیکھ لینگے۔ اسلئے رؤیت حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی زندگی سے مختص ہے۔ نہ کہ ہمیشہ کیلئے۔ ثانیاً قرآن مجید کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعملوا کا خطاب یا تو ان منافقین سے ہے۔ جو بلا عذر غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ تو جب حضور علیہ السلام مع مجاہدین جہاد سے مدینہ واپس آئے۔ تو وہ منافقین آپ کی خدمت میں

حاضر ہو کر جھوٹے بہانے بنانے لگے۔ لیکن دل میں وہی نفاق کی بیماری باقی تھی۔ اور نہ انہوں نے سچے دل سے اپنے جرم سے توبہ نہیں کی تھی۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ترغیب توبہ اور بصورت عدم توبہ وعید و تخویف کے طور پر فرمایا۔ اچھا تم اپنے برُے اعمال کو جاری رکھو۔ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تمہارے برُے اعمال کا نتیجہ اپنے رسول اور مومنوں پر ظاہر کر دے گا۔ ادغیرالذامین ترغیباً لھم فی التوبۃ ..... وقولہ فسیری اللہ وعید لھم وتحذیر من عاقبۃ الاصرار والذھول عن التوبۃ (مدارک ج ۲ ص ۱۱) جب خطاب صرف توبہ نہ کرنے والے منافقین سے ہے۔ تو اس سے سب کے اعمال کو جان لینا اور کلی علم غیب کس طرح ثابت ہوا۔ اور اگر خطاب ان مسلمانوں سے ہے جن سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ اور انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور اپنے کئے پر نادم ہوئے تھے۔ اور جھوٹے بہانے نہیں بنائے تھے۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ اب تم اعمال خیر کی کوشش کرو۔ تمہارے تمام اعمال خواہ نیک ہوں یا بد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں نیز تمہارے اعمال سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو بھی تمہارے اخلاص اور سچائی کا پتہ چل جائے گا۔ تو اس صورت میں صرف ان چند مومنوں کے اعمال مراد ہوں گے۔ جو غزوۂ تبوک

میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ نہ کہ تمام دنیا کے انسانوں کے اعمال، اسلئے اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے لئے کلی علم غیب کے ثبوت پر استدلال سراسر باطل ہے۔

مبتدعین اس آیت کے تحت عرض اعمال کا مسئلہ بھی بیان کرتے ہیں، اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وفات کے بعد بھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ساری امت کے تمام اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور اس طرح آپ ہر امتی کے ہر عمل سے باخبر ہیں۔ اسکی تائید میں ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اس کا جواب اگلے باب میں آرہا ہے۔

دوسرا باب

اس باب میں ان حدیثوں کا جواب دیا گیا ہے جن سے بریلوی حضرات آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی غیب ثابت کرتے ہیں۔

پہلی حدیث: فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص۷۰)

تو اللہ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا جس سے مجھے ان میں اسکی ٹھنڈک محسوس ہوئی اور جو کچھ آسمانوں اور زمین

ہیں ہے۔ میں نے اس کو جان لیا۔

دوسری حدیث وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ (الحدیث رمشکوٰۃ شریف ص ۷۰)

تو اللہ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ تو میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی۔ اور میں نے پہچان لیا۔

تیسری حدیث فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (تفسیر روح البیان)

تو میں نے اگلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا۔

چوتھی حدیث فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

تو میں نے جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان تھا سب جان لیا۔

پہلی حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے زمین و آسمان میں جو کچھ تھا سب جان لیا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ مجھ پر سب کچھ منکشف ہو گیا۔ تیسری حدیث میں فرمایا کہ میں نے اگلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا۔ اور چوتھی میں فرمایا کہ مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ تھا میں نے جان لیا۔

جواب۔ ان چاروں حدیثوں سے مخالفین کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ اولاً تو یہ مختلف حدیثیں نہیں ہیں بلکہ اصل میں یہ ایک ہی واقعہ کے

متعلق حضور علیہ السلام کے ایک ہی ارشاد کی مختلف تعبیریں ہیں۔ اصل واقعہ اجمالاً یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ آج میں نے پروردگار عالم کو دیکھا تو فرمایا اے محمد کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ ملائکہ مقربین کس معاملہ میں جھگڑ رہے ہیں۔ عرض کیا نہیں (یہ سوال وجواب تین بار ہوا) پھر اللہ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس سے میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی۔ اسکے بعد حضور علیہ السلام کے ارشاد کو راویوں نے مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ کے علاوہ کتب حدیث میں اور بھی کئی طرح کے الفاظ موجود ہیں۔ اسکے بعد پھر اللہ تعالےٰ نے وہی سوال فرمایا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ ملائکہ مقربین ان نیک اعمال کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ جن سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان اعمال کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ فَمَا سَأَلَنِی عَنْ شَیْءٍ اِلَّا عَلِمْتُہٗ۔ یعنی اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو سوال بھی کیا۔ مجھے اس کا جواب معلوم ہو گیا۔ لیکن یہ الفاظ مدعیان علم غیب کے لئے مفید نہیں ہیں۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس جس چیز کا آپ سے سوال کیا گیا اس کا آپ کو جواب معلوم ہو گیا اور سوال صرف ملاءِ اعلےٰ (ملائکہ مقربین) کے موضوع بحث کے بارے میں تھا۔ نہ کہ جمیع ماکان و مایکون اور تمام غیبیات ارض وسماء سے۔

اور حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ فَتَفَهَّمْتُ الَّذِي سَأَلَنِي
عَنْهُ یعنی جو کچھ اس نے مجھ سے پوچھا۔ اس کا جواب میری سمجھ میں آ
گیا اس کا مفہوم بھی بالکل واضح ہے اور غرض کے مفید مطلب نہیں
کیونکہ سوال صرف ملائکہ مقربین کے موضوع بحث یعنی کفارات ذنوب سے
تھا۔ اور حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے۔ فَعَلِمْتُ مَا سَأَلَنِي
عَنْهُ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یعنی امور دنیا اور آخرت میں سے
جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا۔ میں نے اس کا جواب جان لیا۔
اس میں بھی دنیا اور آخرت کے صرف انہی امور کے علم کا ذکر ہے جن
سے سوال تھا جمیع امور غیبیہ کے علم کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں

ان تمام الفاظ کو سامنے رکھنے اور روایت کے سیاق وسباق میں
غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اصل الفاظ وہی ہیں
جو حضرت ابوہریرہ کی روایت سے منقول ہیں۔ باقی پچھلے ضعیف الفاظ
راویوں کے تصرفات میں سے ہے۔

ثانیاً۔ عَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ میں کلمہ ما عموم
کے لئے نہیں ہے۔ اسی طرح فَتَجَلّٰى لِي كُلُّ شَيْءٍ میں کلمہ
کل استغراق حقیقی کے لئے نہیں۔ ما اور کل کی مفصل بحث پہلے
گزر چکی ہے بلکہ ما اور کل سے مراد وہی چیزیں ہیں جن کے
بارے میں سوال تھا اور جو ملائکہ کے موضوع گفتگو بنی ہوئی
تھیں یعنی کفارات ذنوب۔

ثالثاً: علمت ما فی السمٰوٰت والارض اور تجلّٰی لی کل شیٍٔ ہے اور دیگر ایسے الفاظ کا راوی عبدالرحمٰن بن عائش ہے جس کے متعلق محدثین فرماتے ہیں۔

قال البخاری عبد الرحمٰن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد الا انهم یضطربون فیه وهو حدیث الرؤیة

امام بخاری نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی کی صرف ایک حدیث ہے لیکن اس میں بھی مضطرب ہے اور وہی حدیث رؤیت ہے۔

قال البیهقی وقد روی من طرق کلها ضعاف وفی ثبوته نظر الخ (تفسیر خازن ج ۶ ص ۵۲)

امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے لیکن تمام سندیں ضعیف ہیں اور اس حدیث کا ثبوت محل نظر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث تمام سندوں سے ضعیف ہے تو کیا اس ضعیف حدیث کے مقابلہ میں کتاب وسنت کی نصوص صریحہ قطعیہ کو ترک کر دیا جائے گا۔ جو غیر اللہ سے کلی علم غیب کی نفی کرتی ہیں۔ ضعیف روایت سے تو کسی عمل کا وجوب بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ اس پر ایک عقیدے کی بنیاد رکھ دی جائے۔

باقی رہے فعلمت علم الاولین والآخرین کے الفاظ تو اس روایت میں ان کا حدیث کی کسی کتاب میں وجود نہیں روح البیان کے مؤلف کا ان کو ذکر کر دینا استدلال کے لئے کافی نہیں جب سے

سے اصل روایت ہی ضعیف اور ناقابل استناد ہے۔

رابعًا۔ اس روایت کے مختلف طرق جمع کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ واقعہ بیداری کا نہیں۔ بلکہ عالم خواب کا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ احسبہ قال فی المنام یعنی میرا خیال ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ خواب میں۔ یعنی مذکورہ واقعہ بحالت خواب پیش آیا۔ اور حضرت معاذ کی روایت میں تو اسکی صراحت موجود ہے

انی قمت من اللیل فتوضأت وصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالی الخ (مشکوٰۃ ص ۷۲) آپ نے فرمایا کہ میں صبح اٹھا، وضو کیا اور جتنی توفیق ملی نماز پڑھی اور نماز ہی میں اونگھ آگئی اور آنکھ لگ (نیند کا بوجھ سا آگیا) اسوقت مجھے اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

خامسًا۔ اگر اس حدیث کا وہی مفہوم لیا جائے جو بریلوی حضرات کہتے ہیں۔ تو یہ حدیث قرآن کے صریح خلاف ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن میں ہے۔

ما کان لی من علم بالملأ الاعلی اذ یختصمون (ص) مجھے ملائکہ مقربین کے بارے میں کچھ علم نہیں، جبکہ وہ جھگڑ رہے تھے۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ملأ اعلیٰ کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ کہ وہ کس موضوع پر بحث کر رہے ہیں۔ لیکن اس حدیث

سے ان کے مزعومہ مطلب کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو سب کچھ معلوم تھا۔ اسلئے بصورت تحریر حدیث اس کا صحیح مطلب دی ہے جو اوپر ہم نے بیان کر دیا ہے۔

پانچویں حدیث۔ قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا ذَکَرَہٗ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ۔

حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عصر کے بعد ہم کو خطاب فرمایا جس میں آپ نے کوئی چیز نہ چھوڑی جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر اسے ذکر فرما دیا۔ یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا، بھلانے والوں نے بھلا دیا۔

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام کو ما کان وما یکون کا کلی علم غیب تھا۔

جواب۔ اس حدیث سے حضور علیہ السلام کے کلی علم غیب پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ اولاً اسلئے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام [illegible] کے جمیع [illegible] و واقعات بیان فرما دیا تھا بلکہ [illegible] تو آخر [illegible] کی مختصر ہے جیسا کہ کوئی [illegible] ظاہر ہے۔

تمامی آئندہ حالات سے بھی بالاستیعاب تمام حالات مراد نہیں بلکہ اس سے صرف قیامت تک ہونے والے بڑے بڑے فتنے مراد ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے آئندہ رونما ہونے والے بڑے بڑے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ اس روایت کے بعض طرق میں اسکی صراحت موجود ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں

والله ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من قائد فتنة الى ان تنقضي الدنيا يبلغ من معه ثلث مائة فصاعدا الا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص۴۶۳)

خدا کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے کسی فتنہ کے سرغنہ کا ذکر نہیں چھوڑا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک پہنچتی ہو۔ مگر اس کا نام مع ولدیت اور خاندان ہمیں بتا دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث سے تمام چیزوں کا ذکر مراد نہیں بلکہ صرف فتنے مراد ہیں۔ اور وہ بھی سارے نہیں صرف بڑے بڑے فتنے مراد ہیں۔ اس حدیث سے تمام چیزیں مراد نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ثلاث لان يكون النبي صلى الله

تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر حضور

بینیتہمن لنا احب الی من الدنیا وما فیہا الخلافۃ والکلالۃ والربا (حاکم بخاری بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۵۹۵)

علیہ السلام نے ان کا واضح بیان فرمایا ہوتا۔ یہ مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ پسند تھا۔ مسئلہ خلافت کلالہ اور سود۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے ان تینوں چیزوں کا واضح بیان نہیں فرمایا تھا لہٰذا ہر چیز کے بیان کا دعویٰ باطل ہے نیز حضور علیہ السلام نے یقیناً اپنے اس خطاب میں ان کتابوں کا ذکر بھی نہیں فرمایا تھا۔ جو آپ کے بعد معرض وجود میں آئیں علاوہ ازیں قیامت تک تمام احوال کو دن کے تھوڑے سے حصے میں بالاستیعاب بیان کر دینا ویسے بھی عقلاً اور عادۃً ناممکن اور محال ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا آپ کے کلی غیب سے کوئی تعلق نہیں۔

چھٹی حدیث ان اللہ رفع لی الدنیا فانظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ (طبرانی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا سامنے کی۔ تو میں اس کی طرف اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے بالکل اسی طرح جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

جب ساری دنیا آپ کے سامنے اس طرح ہے جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ دنیا کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ

نہیں اور آپ کو ہر چیز کا علم ہے۔

جواب :- یہ روایت طبرانی کی ہے سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے چنانچہ علامہ علی متقی نے اسکے بارے میں لکھا ہے۔ سندہٗ ضعیف (کنز العمال ج ۶ ص ۹) یہ اسکی سند کمزور ہے۔ اور یہ ایک طے شدہ اور مسلمہ اصول ہے کہ ضعیف حدیث سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

ساتویں حدیث حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم

میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور موت بھی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ نیک عمل پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور برے عمل پر تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تم لوگوں کے اعمال کا علم ہے۔ اور آپ تفصیلی طور پر سب کچھ جانتے ہیں۔

جواب :- یہ حدیث کسی طرح سے ان کے مفید مطلب نہیں اور اس حدیث سے حضور علیہ السلام کا کلی علم غیب ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

اول :- تو یہ حدیث صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے

کہ کتاب و سنت کی نصوص قطعیہ صریحہ سے اس کا مقابلہ کیا جا سکے جو حضور علیہ السلام سے کلی علم غیب کی نفی کرتی ہیں۔

دوم۔ عرض اعمال سے یہاں تفصیلی عرض اعمال مراد نہیں۔ کہ آپ نے ہر امتی کا ہر ہر عمل ہر آن میں آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک موقع پر تمام نیک و بد اعمال کی جزاء و سزا آپ پر پیش کی گئی۔ اور آپ کو یہ بتایا گیا۔ کہ فلاں فلاں نیک کام کا ثواب اسقدر ہے اور فلاں فلاں برے اعمال کی سزا یہ ہے جیسا کہ امام ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجہا الرجل من المسجد و عرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ القرآن او آیۃ اوتیہا رجل ثم نسیہا

(ابوداؤد ج ۱ ص ۶۶)

مجھ پر امت کے نیک اعمال کی جزائیں پیش کی گئیں۔ حتی کہ مسجد سے خس و خاشاک اٹھانے کا ثواب بھی اسی طرح امت کے برے اعمال کی سزائیں بھی تو میں نے سب سے بڑا جرم یہ دیکھا کہ ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورت یا ایک آیت کا علم حاصل ہو جائے

اور پھر وہ اسے بھلا دے۔

اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ عرض اعمال سے تفصیلی

پیش نہیں بلکہ اجمالی پیش مراد ہے۔ یہ تفصیلی عرض اعمال کا عقیدہ تو اصل میں شیعوں کا ہے۔ اور انہی سے بریلویوں نے اخذ کیا ہے جیسا کہ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے۔ باب عرض الاعمال علی النبی والائمہ علیہم السلام اور پھر اس میں ایک حدیث ہے۔ جو شیعہ راویوں نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔

قال تعرض الاعمال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعمال العباد کل صباح ابرارها وفجارها فاحذروها وهو قول اللہ تعالیٰ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ وسکت (اصول کافی طبع ایران ج ۱ ص ۲۱۹)

فرمایا بندوں کے اعمال خواہ نیک ہوں یا بدکردار سب کے اعمال ہر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الخ

اس سے ایک طرف تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تفصیلی عرض اعمال کا عقیدہ اصل میں شیعوں کا ہے اور دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کی اس آیت سے عرض اعمال پر سب سے پہلے شیعہ نے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا عرض اعمال سے

کوئی تعلق نہیں۔

سوم۔ اس حدیث کو تفصیل عرض اعمال پر محمول کرنا مسلمات کے خلاف ہے۔ کیونکہ اعمال کی پیشی دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہوئی تھی۔ یا بعد الموت ہوتی ہے۔ پہلی صورت کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر آدمی جب کوئی کام کرتا تھا۔ آپ کو فوراً اسکے فعل کا علم ہو جاتا تھا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام کی زندگی کے سینکڑوں واقعات اسکو جھٹلاتے ہیں۔ اگر ایسا تھا۔ تو ازواج مطہرات کی باہمی میٹنگ کا آپ کو پتہ چل جاتا جسمیں انہوں نے طے کیا تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کو شہد سے نفرت دلانے کے لئے آپ سے کہا جائے۔ کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ کا آپ کو علم ہو جاتا کہ وہ تہمت سے بری ہیں۔ سیاہ فام مسجد کی خادمہ فوت ہوگئی۔ تو صحابہ نے آپ کو اطلاع دئے بغیر دفن کر دیا۔ اسکی آپ کو اطلاع ہو جاتی۔ طعمہ بن ابیرق اور اسکی قوم کی سازش۔ عبداللہ بن ابی کی تمام باتیں اور سکیمیں آپ پر منکشف ہو جاتیں۔ جن کا ذکر سورہ منافقون میں ہے وغیرہ۔ لیکن ان چیزوں میں سے کسی کا بھی آپ کو ان کے وقوع کے وقت علم نہ ہو سکا۔ اور دوسری صورت یعنی اعمال کی پیشی وفات کے بعد یہ بھی غلط ہے۔ اگر ہر امتی کے نیک و بد اعمال آپ پر پیش ہوتے ہیں۔ تو قیامت کے دن جب آپکی امت کے

کچھ لوگوں کو محض اس بنا پر کہ وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے حوض کوثر
کا پانی پینے کے مستحق نہیں ہوں گے۔ حوض کوثر سے ہٹا کر
دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ تو آپ کیوں یہ فرمائینگے۔ کہ
اے اللہ یہ تو میرے امتی ہیں۔ اگر آپ پر ان کے بُرے اعمال
پیش کیے گئے ہوئے تھے۔ تو آپ کو اس بات کا علم تھا۔ کہ
وہ اپنے ان بُرے اعمال کی وجہ سے آبِ کوثر کے مستحق نہیں
ہیں اور آپ ان کو اپنی طرف نہ بلاتے۔ تو معلوم ہوا کہ اعمال کی
تفصیلی پیشی بہر صورت باطل اور ناقابل تسلیم ہے۔

آٹھویں حدیث۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی دوران سفر
میں راستہ بھول جائے تو وہ اس طرح دعا کرے اعینونی یا
عباد اللہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو (حصن حصین)
عباد اللہ سے اولیاء اللہ مراد ہیں۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ
اولیاء اللہ کو بھی علم غیب ہے اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں کیونکہ
بوقت ضرورت ان کو پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر وہ پکار سنتے
نہیں۔ تو پکارنے کا حکم بے معنی ہے۔

جواب۔ اس حدیث میں عباد اللہ سے اولیاء اللہ مراد نہیں ہیں
بلکہ اس سے مراد وہ موکل فرشتے ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے اسی کام
پر مامور ہیں۔ اور ان کی تعداد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کے
دستے بامرِ الٰہی ہر جگہ چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اور مسافر جہاں راستہ بھول

کھول جاتا ہے۔ وہاں یا اسکے قرب وجوار میں وہ موجود ہوتے ہیں
اسلئے ان کی پکار ان کے عالم الغیب اور مافوق الاسباب حاضر
وناظر ہونے کی بنا پر نہیں۔ بلکہ وہ اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں وہ وہاں موجود
ہوتے ہیں۔ اور ان کا جو دستہ ایک جگہ موجود ہوتا ہے۔ وہ دوسری
جگہ موجود نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی دوسری جگہ کے بارے میں انھیں
کچھ علم ہوتا ہے۔

چنانچہ طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ فان للہ
عبادا لا تراھم یعنی وہاں اللہ کے کچھ بندے موجود ہوتے
ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے اور امام ابویعلی کے یہاں یہ الفاظ ہیں
فان للہ فی الارض حاضرا یحبسہ علیکم کیونکہ زمین میں
اللہ کے کچھ فرشتے موجود ہوتے ہیں جو تم پر مقرر ہوتے ہیں۔ اور ایک
روایت میں فان للہ ملکا حاضرا سیحبسہا کما فی الحزب
الاعظم یعنی اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر موجود ہوتے ہیں
اور ایک جگہ متعین ہوتے ہیں۔ مختلف روایتوں کو جمع کرنے سے
حدیث کا اصل مفہوم واضح ہو گیا اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی۔
کہ اس حدیث کو اولیاء اللہ کے غیب دان اور حاضر و ناظر ہونے
سے کوئی واسطہ نہیں۔

خاتمہ

آخر میں بزرگانِ دین کے بعض اقوال کا جواب دیا جاتا ہے جن
سے مستدعین حضور علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے غیب دان اور حاضر
ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں مثلاً

(۱) شفا میں قاضی عیاض نے عمرو بن دینار کا ایک قول نقل کیا
ہے کہ جب آدمی گھر میں داخل ہو اور گھر میں کوئی آدمی موجود نہ
ہو تو السلام علیکم کی بجائے یوں کہے۔

السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام ہو نبی صلے اللہ علیہ
وسلم پر اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں۔

اس کی شرح سے ملا علی قاری کا حسب ذیل قول نقل کیا جاتا ہے

ای لان روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اہل الاسلام (شرح شفا ج ۲ ص ۱۱۴)
اس لئے کہ آنحضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

لیکن اس عبارت کا ابن دینار کے قول سے کوئی رابطہ جوڑ
نہیں کیونکہ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ جب آدمی گھر میں داخل
ہو اور گھر میں کوئی آدمی موجود نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ حضرت
نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے۔ اسی لئے انہوں نے صیغہ
غیبت استعمال کیا ہے کیونکہ اگر ظاہر و غائب کے حکم میں ہوتے

اگر ان کا مطلب یہ ہوتا کہ حضور علیہ السلام ہر گھر میں موجود ہوتے ہیں۔ تو وہ صیغہ خطاب استعمال کرتے یعنی السّلام علیک أیّها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور نہ ہی ملا علی قاری کا یہ مقصد ہے۔ بلکہ اصل میں عبارت سے لفظ اڑ گیا ہے۔ اور اصل عبارت اس طرح ہے۔ لان روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اهل الاسلام اور وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے وقت حضور علیہ السلام پر سلام بھیجنے کی وجہ یہ نہیں ہے۔ کہ آپ وہاں حاضر ناظر ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ چیز گھر میں داخل ہونے کے آداب میں سے ہے۔ ملا علی قاری تو اپنی اسی کتاب یعنی شرح شفا میں اور شرح فقہ اکبر ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگا چکے ہیں جو حضور علیہ السلام کو غیب دان اور حاضر و ناظر سمجھے (حوالے پہلے گذر چکے ہیں) تو پھر وہ کس طرح یہ لکھ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی روح ہر گھر میں موجود ہے۔

(۳) بہجۃ الاسرار کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان وقعت فی شدۃ فنادنی فانها تنکشف عنک (بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲)	اگر تو کسی سختی میں گھر جائے۔ تو مجھے پکار۔ وہ سختی ہٹ جائے گی۔

تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بعض نسخوں میں فنادنی کی بجائے

فنادونی ہے یعنی تم میرے توسل اور میری حرمت سے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ جیسا کہ قاتہا تنکشف اس پر قرینہ ہے اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہوتا کہ مجھے پکارو۔ تو یوں کہتے کہ میں سختی دور کر دوں گا۔ لیکن بعض راویوں نے اپنے فہم کے مطابق روایت بالمعنی کر کے فنادونی کہہ دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی البلاغ المبین میں فرماتے ہیں:

ان هذه وامثالها من مخترعات الحاسدین لیس من الشیخ ولا من صاحب البهجة ادرجه فی الکتاب بعض الحاسدین المخترعین

یہ بات اور اسی طرح کی دوسری باتیں حاسدوں کی اختراعات ہیں، نہ حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا فرمایا۔ نہ بہجۃ الاسرار کے مصنف نے ایسا لکھا، بلکہ بعض مفتری حاسدوں نے ایسی باتیں کتاب میں درج کر دی ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر بھی فرماتے ہیں، کہ بہجۃ الاسرار میں بہت سی چیزیں نصوص کے خلاف ہیں۔ کما فی کشف الظنون

(۳) سید عبد القادر جیلانی رح کا ایک یہ قول نقل کیا جاتا ہے۔

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی اللّٰه تعالیٰ فی حاجة قضیت له ومن یخطو الی جهة العراق

احدے عشرۃ خطوۃ و یذکر اسمی و یذکر حاجتہ
فانھا تقضی باذن اللہ (ایضاً)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ یہ مجاورین کی طرف سے ادراج ہے۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر سراسر بہتان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کے راویوں کا حال معلوم نہیں لہٰذا یہ روایت حجت نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ نادانی اسمی اور یذکر اسمی کا مطلب وہی ہے۔ جو توسل الی اللہ کا ہے۔ اور حضرت شیخ کی مراد یہ ہے کہ نادی اللہ تعالیٰ بتوسیلی یعنی میرے وسیلہ اور حرمت سے اللہ تعالیٰ کو پکارے تو اللہ کے حکم سے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھ کر ان کو پکارے کہ وہ دور و نزدیک سے اس کی پکار سن سکتے ہیں۔ اور ما فوق الاسباب اس کی حاجت برآری اور مشکل کشائی کر سکتے ہیں تو یہ صریح شرک ہے۔ جیسا کہ بالتفصیل پہلے گزر چکا ہے۔

(۲۰) مصنف بہجۃ الاسرار نے ایک بزرگ علی رحمہ کا قول نقل کیا ہے
لو رأیت نملۃ دھماء فی لیلۃ ظلماء علی صخرۃ سوداء
دون جبل قاف ولم یعلمنی بها ربی حتی الی الآن
لخلعنی علیہا احیانا التخطرت مرا الی آخرہ
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول قرآن و حدیث کے مخالف ہے کیونکہ

قاعدہ

بزرگانِ دین کی وہ عبارتیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں ان کے ردّ و قبول کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ اگر واقعی وہ اللہ کا نیک بندہ اور ولی ہے۔ تو یہ بات قابلِ تسلیم نہیں، کہ اللہ کے اس نیک بندے نے کوئی بات توحید کے خلاف کہی ہو۔ جیسا کہ اللہ نے عیسائیوں کے اس قول کے جواب میں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یہ فرما گئے ہیں کہ مجھے پکارا کرو۔ فرمایا یہ غلط ہے۔ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ الآیہ۔ بلکہ وہ مشرکوں کی طرف سے افترا ہوگا جیسا کہ یہودیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ غیر اللہ کی پکار لگا دی تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا الآیۃ اور اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ کہ وہ قول واقعی اس بزرگ کا ہے۔ تو پھر اس قول کی توجیہ کی جائے گی۔ اور اس کا ایسا مطلب بیان کیا جائے گا جو کتاب و سنت کے عین مطابق ہو۔ لیکن اگر وہ قول ناقابلِ توجیہ ہو اور کتاب و سنت کی تعلیم کے مطابق اس کا کوئی مطلب نہ بن سکے۔ تو صاف کہہ دیا جائے گا۔ کہ وہ بزرگ صاحبِ حال ہے معلوم نہیں کس حال میں اس سے یہ قول سرزد ہوا ہے۔ لہٰذا النصوص

کتاب وسنت کے مقابلہ ان کا قول قابل رد ہے۔

کتاب کو

امام المتکلمین حضرت مولانا شیخ صدر الدین اصفہانی کے قول پر ختم کیا جاتا ہے۔

من ضروریات الدین ان علم الغیب مخصوص باللہ تعالیٰ والنصوص القرآنیۃ والاحادیث فی ذالک کثیرۃ شہیرۃ (ابطال نہج الباطل واہمال کشف العاطل)

یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بارے میں بہت ہیں۔ اور مشہور ہیں۔

اور ضروریات دین کا منکر اور مؤول کافر ہے جیسا کہ فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے۔ ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بوقت ساڑھے دس بجے دن بروز بدھ مورخہ ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۲ھ
مطابق ۶ فروری ۱۹۴۳ء

فہرست مضامین توحیدی پاکٹ بک

حصہ اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ	۳	دوسری آیت وللہ غیب السموات	۲۱
مدار نجات	"	تیسری آیت لہٗ غیب السموات	۲۲
عمل صالح اور شرک	۵	علامہ تفتازانی کا قول	"
شرک معاف نہیں ہوگا۔	۶	" آلوسی " "	۲۳
افراط و تفریط	۷	" ابوحیان اندلسی " "	"
افراط سے شرک تک	۸	" قاضی بیضاوی " "	"
عیسائیوں میں غلو محبت	۱۰	" ابن صفی " "	۲۴
مشرکین مکہ میں غلو محبت	۱۲	" نسفی اور نیشاپوری " "	"
امت محمدیہ میں افراط و تفریط	۱۴	" فخرالدین رازی " "	"
اہل سنت میں افراط	۱۶	" ابوالسعود اور آلوسی " "	"
شرک کا مبدا	۱۹	" ابن جریر طبری کا قول	۲۵
حصہ اول	۲۰	" ابوحیان اندلسی کا قول	"
پہلا باب علم غیب خاصہ خدا ہے	۲۱	چوتھی آیت	
پہلی آیت وللہ غیب السموات الخ	"	قل لا یعلم من فی السموات الخ	۲۶

مضمون	صفحہ
بغوی، قرطبی اور خازن کے اقوال	۲۶
امام رازی کا قول	۲۷
حافظ ابن کثیر کا قول	//
علامہ آلوسی کا قول	//
پانچویں آیت	
وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ الآیۃ	۲۸
چھٹی آیت	
اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الآیۃ	۲۹
حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم	//
حضرت ابن عباس رض کا قول	۳۰
حضرت ابن مسعود رض کا قول	//
حضرت علی رض کا قول	۳۱
" " " "	//
حضرت مجاہد رح "	۳۲
حضرت قتادہ رح "	//
حضرت امام اعظم کا فیصلہ	۳۳
امام رازی کا قول	۳۴

مضمون	صفحہ
علامہ ابوحیان کا قول	۳۴
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا قول	//
علامہ محمود آلوسی کا قول	۳۵
" " "	۳۶
قاضی ثناء اللہ پانی پتی "	//
ساتویں آیت	
وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا الآیۃ	۳۷
حضور علیہ السلام کا ارشاد	//
حضرت ابن مسعود رض کا قول	۳۸
امام ابوحنیفہ و شافعی کا قول	۳۹
علامہ ابوالسعود اور آلوسی کا قول	//
امام ابن کثیر کا قول	//
علامہ قرطبی کا قول	۴۰
آٹھویں آیت	
وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ الآیۃ	//
مفسر قرطبی کا قول	۴۱

مضمون	صفحہ
مفسر ابن کثیر کا قول	۴۲
امام بغوی اور خازن کا قول	״
״ رازی کا قول	״
علامہ ابو السعود کا قول	۴۳
نویں آیت	
اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ	״
امام رازی کا قول	۴۴
״ ابن کثیر ״	۴۵
علامہ خازن ״	۴۶
״ ابن صفی کا قول	״
دسویں آیت	
عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ	۴۷
علامہ آلوسی کا قول	״
״ ابن صفی ״	״
ابن کثیر ״	״
گیارھویں آیت	״
حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ	۴۸
امام رازی کا قول	۴۸
امام بغوی اور خازن کا قول	۴۸
״ ابن کثیر رح کا قول	۴۹
״ ابو السعود رح کا قول	״
ایک سوال اور اس کا جواب	۵۰
امام رازی کا قول	״
بارھویں آیت	
وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ الخ	۵۱
علامہ خازن رح کا قول	״
״ ابن صفی رح ״	۵۲
״ ابو السعود رح ״	״
علامہ ابن کثیر رح ״	״
دوسرا باب	
فرشتوں سے علم غیب کی نفی	۵۳
پہلی آیت	
قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا الآیۃ	״
امام نسفی حنفی کا قول	۵۴
״ ابن کثیر رح ״	۵۴
״ بغوی رح ״	۵۵

مضمون	صفحہ
امام آلوسی رح کا قول	۵۵
دوسری آیت	
قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا الآیۃ	۵۶
علامہ قرطبی رح کا قول	،،
،، رازی رح ،،	،،
،، قرطبی رح ،،	۵۷
ضیفِ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ	،،
علامہ آلوسی کا قول	۵۸
،، ابن جریر رح کا قول	،،
،، قرطبی رح ،،	،،
تیسرا باب	
انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی نفی	۵۹
حضرت آدم علیہ السلام اور علم غیب	۶۰
حضرت قتادہ کا قول	۶۱
امام نسفی رح ،،	۶۲
امام قرطبی رح ،،	۶۲

مضمون	صفحہ
علامہ آلوسی رح کا قول	۶۳
حضرت نوح علیہ السلام اور علم غیب	۶۴
امام رازی کا قول	۶۵
،، آلوسی رح ،،	۶۶
،، قرطبی رح ،،	،،
علامہ خازن رح کا قول	۶۷
امام ابن جریر رح ،،	،،
بریلوی استدلال	۶۸
اس کا جواب	۶۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور علم غیب	۷۰
پہلی آیت	
وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا الآیۃ	۷۱
حضرت قتادہ رح کا قول	۷۲
علامہ خازن رح کا قول	۷۳
،، آلوسی رح ،،	۷۴
،، رازی رح ،،	،،

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دوسری آیت		علامہ نسفی رح کا قول	۸۲
اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ		،، قرطبی رح ،،	۸۳
ھٰذَا الآیۃ	۷۵	حضرت یعقوب علیہ السلام	
بریلوی استدلال پہلی دلیل	۷۶	اور علم غیب	۸۴
پہلی دلیل کا جواب	،،	پہلا واقعہ	
علامہ آلوسی رح اور قرطبی		دوسرا واقعہ	
کا قول	۷۷	تیسرا واقعہ	۸۶
علامہ نیشاپوری رح کا قول	۷۷	چوتھا واقعہ	۸۷
،، ابوحیان اندلسی رح ،،	۷۸	پانچواں واقعہ	۸۸
دوسری دلیل	،،	مخالفین کے دلائل	۸۹
اس کا جواب	۷۹	پہلی دلیل	۹۰
حضرت قتادہ کا قول	۸۰	اس کا جواب	۹۱
علامہ ابن کثیر رح ،،	،،	امام رازی رح کا قول	۹۱
حضرت لوط علیہ السلام		،، ابن جریر رح کا قول	۹۲
اور علم غیب	۸۱	،، آلوسی رح ،،	،،
فرشتوں کی آمد	،،	،، رازی رح ،،	،،
علامہ آلوسی رح کا قول	۸۲	دوسری دلیل	۹۳
،، رازی رح کا ،،	،،	اس کا جواب	۹۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
امام رازی رح کا قول	۹۵	ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۱۱
" آلوسی رح کا قول	"	حضرت سلیمان علیہ السلام اور علم غیب	۱۱۳
حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول	۹۶	حضرت یونس علیہ السلام اور علم غیب	۱۱۵
علامہ آلوسی رح کا قول	"	حضرت عزیر علیہ السلام اور علم غیب	۱۱۶
حضرت ابن عباس رض "	"	علامہ ابو السعود رح اور آلوسی رح کا قول	۱۱۹
حضرت سعید بن جبیر رح "	۹۷	حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی نفی	۱۱۹
تیسری اور چوتھی دلیل	"	علامہ نسفی رح کا قول	۱۲۱
اس کا جواب	۹۸	" خازن رح اور قرطبی رح کا قول	"
امام ابن جریر رح اور ابوحیان رح کا قول	۹۹	قاضی ثناء اللہ پانی پتی "	"
امام نسفی رح کا قول	"	امام ابن جریر "	۱۲۲
" آلوسی رح کا قول	۱۰۰	" ابن کثیر "	۱۲۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور علم غیب	"	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد	"
پہلا واقعہ	۱۰۱		
دوسرا واقعہ	۱۰۳		
تیسرا واقعہ	۱۰۴		
چوتھا واقعہ	۱۰۶		

مضمون	صفحہ
بریلوی دلائل	۱۲۶
بریلوی دلائل کا جواب	۱۲۷
علامہ آلوسی رح کا قول	״
״ قرطبی رح ״ ״	۱۲۸
قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح ״	۱۲۹
امام رازی رح ״	״
״ نسفی رح ״	״
״ ابوالسعود رح ״	۱۳۰
״ ابوحیان رح ״	״
״ رازی رح ״	״
״ ابوالسعود رح ״	۱۳۱
چوتھا باب	
حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی	۱۳۲
پہلی آیت	
قل لا اقول لکم الآیۃ	۱۳۲
بریلوی تاویلات کا جواب	۱۳۳
علامہ نسفی رح کا قول	۱۳۶
قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح کا قول	״

مضمون	صفحہ
امام ابن جریر رح کا قول	۱۳۶
״ ابوحیان رح ״ ״	۱۳۷
״ بغوی رح اور خازن رح ״	״
״ رازی ״	۱۳۸
دوسری آیت	
قل لا املک لنفسی الآیۃ	۱۳۸
بریلوی تاویلات کا جواب	۱۳۹
حضرت ابن زید رح کا قول	۱۴۳
علامہ نسفی رح کا قول	۱۴۴
״ آلوسی رح کی ایک عبارت	״
״ ابوحیان رح کا قول	۱۴۵
״ بغوی رح ״	״
״ خازن ״	״
تیسری آیت	
یسئلونک عن الساعۃ الآیۃ	۱۴۶
حضرت قتادہ کا قول	۱۴۸
امام سدی کبیر کا قول	۱۴۹
امام نسفی رح حنفی ״	״

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
امام بغوی شافعی رح کا قول	۱۴۹	حضرت ابن عباس رضی کی تفسیر	۱۵۵
؍؍ ابوالسعود حنفی رح ؍؍	۱۵۰	علامہ خازن رح کا قول	۱۵۶
چوتھی آیت		امام رازی رح کا قول	؍؍
یسئلک الناس عن الساعۃ	۱۵۰	رضاخانی تاویلات کا جواب	۱۵۷
علامہ ابوالسعود رح اور		ساتویں آیت	
خازن رح کا قول	۱۵۱	قل ما کنت بدعا الآیۃ	۱۶۰
علامہ ابن حصفی حنفی رح کا قول	؍؍	امام رازی رح شافعی کا قول	۱۶۲
؍؍ بیضاوی شافعی رح ؍؍	؍؍	حضرت حسن بصری رح ؍؍	؍؍
پانچویں آیت		امام ابن کثیر رح ؍؍	۱۶۳
ویقولون متی هذا الوعد الآیۃ	۱۵۲	آٹھویں آیت	
قاضی بیضاوی رح اور ابوالسعود رح		ولا تقولن لشیء الآیۃ	؍؍
کا قول	۱۵۳	امام رازی کا قول	۱۶۴
مفسر قرطبی رح کا قول	؍؍	حضرت ابن عباس رض،	
؍؍ آلوسی رح ؍؍	؍؍	مجاھد رح اور حسن کی تفسیر	۱۶۵
؍؍ ابن کثیر رح ؍؍	؍؍	حضرت ابن جبیر رح ؍؍	؍؍
چھٹی آیت		علامہ ابن کثیر رح کا قول	۱۶۶
قل انما یوحی الی الآیۃ	۱۵۴	نویں آیت	
علامہ نسفی رح کا قول	۱۵۵	عفا اللہ عنک الآیۃ	؍؍

مضمون	صفحہ
علامہ معین بن صفی کا قول	۱۶۸
" بغوی شافعی رح "	"
دسویں آیت	
وَمَن اَحْقَل المس نیتر	۱۷۰
امام نسفی رح کا قول	"
علامہ خازن رح "	۱۷۱
مفسر قرطبی رح کی عبارت	۱۷۲
گیارہویں آیت	
اِنَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتَابَ الآیۃ	"
علامہ خازن رح کا قول	۱۷۴
امام بغوی رح "	۱۷۵
امام رازی رح اور ابوالسعود رح کا قول	"
بارہویں آیت	
یَاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ الآیۃ	"
بخاری اور مسلم کی روایت	۱۷۶
تیرہویں آیت	
وَمِنَ النَّاسِ مَن یُعجِبُکَ الآیۃ	۱۷۷
علامہ ابوالسعود حنفی رح کا قول	۱۷۸

مضمون	صفحہ
امام بغوی رح کا قول	۱۷۸
" آلوسی رح "	۱۷۹
" سیوطی رح "	"
چودہویں آیت	
ذالک من انباء الغیب الآیۃ	۱۸۰
پندرھویں آیت	
ذالک من انباء الغیب الآیۃ	۱۸۱
سولہویں آیت	
وما کُنتَ بجانب الغربی الآیۃ	"
سترہویں آیت	
وما کُنتَ بجانب الطور الآیۃ	"
اٹھارہویں آیت	
وَمَا کُنتَ ثَاوِیًا الآیۃ	۱۸۲
چھٹا باب	
ذاتی عطائی کی بحث	۱۸۴
پہلی آیت	
مَا لَھُم مِن دُونِہٖ مِن وَلِیٍّ الآیۃ	۱۸۵
علامہ ابوالسعود رح کا قول	"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
علامہ بغوی رح کا قول	۱۸۵	چوتھی آیت	
" خازن رح "	"	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا الآیۃ	۱۹۳
دوسری آیت		امام ابن جریر رح کا قول	"
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ الآیۃ	۱۸۶	" خازن "	۱۹۴
حضور علیہ السلام کا ارشاد	۱۸۷	" رازی "	"
حضرت ابوبکر صدیق رض "	"	" ابن کثیر رح "	"
امام ابن جریر رح کا قول	۱۸۸	بریلوی جوابات کی حقیقت	۱۹۵
" ابوالسعود رح "	"	**حصہ دوم**	
" خلیل بن احمد رح "	"	احادیث	۱۹۶
" بغوی اور خازن "	۱۸۹	پہلی حدیث	۱۹۷
" ابن کثیر رح "	"	علامہ قسطلانی رح کا قول	۲۰۰
" خازن رح "	"	" ابن حجر رح "	۲۰۱
بریلوی استدلال کا جواب	۱۹۰	" ابوالحسن سندھی رح "	"
شعر کی تعریف	"	" نووی رح "	۲۰۲
علامہ قرطبی رح کا قول	۱۹۱	" عینی رح "	"
" آلوسی رح "	"	" ابن حجر رح "	۲۰۴
بریلوی جوابات کی حقیقت	۱۹۲	سید عبدالقادر جیلانی رح "	"
تیسری آیت وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ الآیۃ	۱۹۳	دوسری حدیث	۲۰۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شیخ عبدالحق رح محدث کا قول	۲۰۶	حافظ ابن حجر رح کا قول	۲۲۲
تیسری حدیث	،،	،، عینی رح ،،	،،
امام زجاج رح کا قول	۲۰۷	،، ابن جریر رح ،،	۲۲۳
چوتھی حدیث	۲۰۸	سولہویں حدیث	۲۲۴
پانچویں حدیث	،،	سترہویں حدیث	۲۲۵
چھٹی حدیث	۲۰۹	اٹھارہویں حدیث	،،
ساتویں حدیث	۲۱۰	انیسویں حدیث	۲۲۶
آٹھویں حدیث	۲۱۱	بیسویں حدیث	۲۲۷
نویں حدیث	،،	اکیسویں حدیث	،،
دسویں حدیث	۲۱۲	بائیسویں حدیث	۲۲۹
ایک شبہ کا ازالہ	۲۱۴	تیئسویں حدیث	۲۳۰
امام نووی رح کا قول	۲۱۵	چوبیسویں حدیث	۲۳۱
حضرت قتیبہ رح ،،	،،	پچیسویں حدیث	،،
گیارہویں حدیث	۲۱۶	علامہ خفاجی کا قول	۲۳۲
بارہویں حدیث	۲۱۷	چھبیسویں حدیث	،،
تیرہویں حدیث	۲۱۸	ستائیسویں حدیث	۲۳۴
چودہویں حدیث	۲۱۹	اٹھائیسویں حدیث	۲۳۷
پندرہویں حدیث	۲۲۰	انتیسویں حدیث	،،

مضمون	صفحہ
حافظ بدرالدین عینی رح کا قول	۲۳۹
تیسویں حدیث	۲۴۰
اکتیسویں حدیث	״
حافظ عینی رح کا قول	۲۴۱
علامہ قسطلانی رح ״	۲۴۲
بتیسویں حدیث	۲۴۳
تینتیسویں حدیث	۲۴۴
چونتیسویں حدیث	۲۴۵
پینتیسویں حدیث	۲۴۶
چھتیسویں حدیث	۲۴۷
سینتیسویں حدیث	۲۴۸
بریلوی جواب کی حقیقت	۲۴۹
شاہ عبدالغنی مجددی رح کا قول	۲۵۰
ابن خلدون رح کا قول	۲۵۱
اڑتیسویں حدیث	״
انتالیسویں حدیث	۲۵۲
چالیسویں حدیث	۲۵۵

مضمون	صفحہ
اکتالیسویں حدیث	۲۵۵
بیالیسویں حدیث	۲۵۶
تینتالیسویں حدیث	۲۵۷
چوالیسویں حدیث	۲۵۸
بریلوی جواب کی حقیقت	۲۶۰
پینتالیسویں حدیث	۲۶۱
چھیالیسویں حدیث	۲۶۲
سینتالیسویں حدیث	۲۶۳
اڑتالیسویں حدیث	۲۶۴
انچاسویں حدیث	۲۶۶
پچاسویں حدیث	۲۶۷
استدراک نمبر ۱	۲۶۸
بریلوی استدلال کی حقیقت	״
علامہ خازن کا قول	۲۶۹
مدارک کا حوالہ	״
عبدالعزیز دباغ کا قول	״
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا قول	۲۷۰
استدراک نمبر ۲	۲۷۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
پانچواں باب	٣٧١	امام ابو جعفر طحاوی کا فیصلہ نمبر ١	٣٨٨
اصحاب کہف کا واقعہ	״	״ ״ ״ نمبر ٢	٣٩٠
اصحاب سلیمان ع کا واقعہ	٣٧٥	امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا فیصلہ	٣٩٢
حضرت مریم کی والدہ ״	٣٧٧	״ محی الدین نووی رحؒ ״	״
حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ ״	٣٧٨	امام شافعی رحؒ ״	٣٩٣
حضرت ارشادات صحابہ،	٣٨٠	״ قاضی عیاض رحؒ ״	״
تابعین، فقہاء	٣٨١	״ محی الدین نووی ״	״
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد	٣٨٢	״ خفاجی رحؒ ״	٣٩٤
حضرت حسان رضؓ کا ارشاد	٣٨٣	حضرت ابن عباس کا فتویٰ	״
حضرت علی رضؓ ״ ״	٣٨٤	امام زجاج رحؒ ״	٣٩٥
حضرت ابن مسعود رضؓ ״	٣٨٥	״ ابن بطال رحؒ ״	״
حضرت ابن عباس رضؓ ״	״	سید عبد القادر جیلانی رحؒ ״	״
״ قتادہ رحؒ ״	٣٨٦	امام قاضی خان رحؒ ״	٣٩٦
״ ابن عیینہ رحؒ ״	״	امام طاہر بن عبد الرشید رحؒ ״	״
״ عبد الغفار رحؒ ״	٣٨٧	״ ولوالجی رحؒ ״	٣٩٧
״ عبد اللہ بن بریدہ ״	״	״ ابن نجیم رحؒ ״	״
״ ابو ہریرہ رضؓ ״	٣٨٨	جواہر اخلاطی کی عبارت	٣٩٨
״ جنید بغدادی رحؒ ״	״	فتاویٰ تاتارخانیہ ״	״

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فتاویٰ بزازیہ کی عبارت	۲۹۹	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام	
فتاویٰ عالمگیری "	"	کا ارشاد	۳۰۸
ملا علی قاری اور ابن ہمام کا فتویٰ	"	امام بخاری رح کا قول	۳۰۹
امام بزازی کا فتویٰ	۳۰۰	امام قاضی خان رح "	"
قاضی حمید الدین ناگوری رح		" محمد بن حسن کا فتویٰ	۳۱۱
کا فتویٰ	۳۰۱	علامہ شامی رح کا "	۳۱۱
ملا حسین خباز رح کا فتویٰ	۳۰۱	مولانا عبد الحی لکھنوی "	۳۱۲
قاضی ثناء اللہ پانی پتی " "	"	خواجہ دوست محمد قندھاری رح	
شاہ عبد العزیز رح کا قول	۳۰۳	کا فتویٰ	۳۱۳
" عبد القادر رح "	"	خواجہ محمد معصوم رح کا قول	۳۱۴
مولانا عبد الحی رح کا فتویٰ	۳۰۴	حضرت امام ربانی رح "	"
فتاویٰ مجموعہ خانی کی عبارت	۳۰۵	سید عبد القادر جیلانی رح "	۳۱۵
" برہنہ "	"	حضرت مولانا حسین علی رح "	"
شاہ محمد اسحٰق دہلوی رح "	۳۰۶	علمائے دیوبند کے فتاویٰ	۳۱۷
مولانا صدر الدین " "	"	مولانا رشید احمد گنگوہی رح "	۳۱۸
مولانا نواب قطب الدین رح "	۳۰۷	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن کا فتویٰ	۳۱۹
دیگر علمائے کرام کے فتاویٰ	۳۰۸	مفتی ریاض الدین رح " "	"
استدراک عہ۳		مولانا ناظر حسن رح "	"

مضمون	صفحہ
مولانا شیخ الہند رح کا فتویٰ	۳۱۹
〃 خلیل احمد رح 〃	۳۲۰
دیگر علمائے کرام کے فتاوی	〃
مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ	〃
〃 محمد یعقوب نانوتوی رح 〃	۳۲۲
〃 ابو الخیرات رح 〃	〃
〃 احمد مراد آبادی رح 〃	〃
مفتی عزیز الرحمٰن رح 〃	〃
مولانا شیخ الہند رح 〃	۳۲۳
〃 عبید اللہ انصاری رح 〃	〃
〃 محمد اسحٰق فرخ آبادی 〃	〃
〃 محمد انور شاہ رح کا فتویٰ	〃
〃 عبد الحق رح 〃	۳۲۴
〃 ضیاء الحق رح 〃	〃
مفتی محمد شفیع صاحب 〃	〃
〃 عزیز الرحمٰن رح 〃	۳۲۵
〃 [illegible] علی رح 〃	۳۲۶
〃 سید محمد علی صاحب 〃	〃

مضمون	صفحہ
حصہ چہارم بریلوی دلائل کا تجزیہ	۳۲۷
پہلا باب آیات	〃
پہلی دلیل	
ویکون الرسول علیکم شہیدا	〃
آیت کا اصل مطلب	۳۲۸
پہلا جواب	〃
دوسرا جواب	۳۲۹
تیسرا جواب	۳۳۰
چوتھا جواب	۳۳۱
پانچواں جواب	۳۳۲
چھٹا جواب	۳۳۳
ایک شبہ کا جواب	۳۳۴
دوسری دلیل	
ما کان اللہ لیطلعکم	
علی الغیب	۳۳۵
بحث الف لام	۳۳۶
ائمہ فن کے اقوال	۳۳۷
دوسرا جواب	〃

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تیسرا جواب	۳۳۸	امام ماوردی رح کا قول	۳۴۶
علامہ بیضاوی رح کا قول	"	تیسرا جواب	۳۴۷
" بغوی رح "	"	چوتھا جواب	"
" خازن رح "	۳۳۹	چوتھی دلیل	"
" ابن صفی رح "	"	عالم الغیب فلا یظہر	۳۴۸
" قاضی ثناء اللہ رح "	"	پہلا جواب	۳۴۹
پانچواں جواب	"	دوسرا جواب	۳۵۰
تیسری دلیل		علامہ نسفی رح کا قول	"
وعلمک ما لم تکن تعلم	۳۴۲	" قرطبی رح کا قول	"
اس کا جواب	۳۴۳	" بیضاوی رح "	۳۵۱
ما استغراق کے لیے نہیں	"	" ابوالسعود رح "	"
امام نسفی رح کا حوالہ	"	" آلوسی رح "	۳۵۲
ملا جیون رح کا حوالہ	۳۴۴	مفسر جماری رح "	۳۵۳
دوسرا جواب	۳۴۵	" سلیمان جمل رح "	"
علامہ قرطبی رح کا قول	"	تیسرا جواب	"
" نسفی رح کا قول	"	چوتھا جواب	"
" بغوی رح اور خازن رح کا قول	"	مستثنیٰ منقطع ہے	۳۵۴
حضرت ابن عباس رح اور مقاتل "	۳۴۶	علامہ ابوحیان رح کا قول	"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
علامہ سلیمان جمل رح کا قول	۳۵۴	علامہ نسفی کا قول	۳۶۰
الجبار کے معنی	۳۵۵	,, معین بن صفی رح کا قول	,,
پانچواں جواب	,,	,, بغوی رح قول	۳۶۱
پانچویں دلیل	۳۵۶	,, خازن رح ,,	,,
ونزلنا علیک الکتاب		سیوطی رح ,,	,,
تبیانا		بیضاوی رح	,,
چھٹی دلیل		حضرت مجاہد رح	,,
وتفصیل کل شیء	,,	علامہ آلوسی رح ,,	,,
پہلا جواب	۳۵۷	ابو السعود رح	,,
کلمہ کل استغراق کیلئے نہیں	۳۵۷	بغوی رح اور خازن رح	,,
امام سرخسی رح کا قول	,,	کا قول	۳۶۱
علامہ مجد الدین رح ,,	,,	علامہ قرطبی رح قول	,,
,, ابن الکمال رح ,,	,,	چوتھا جواب نوبت کا صحیح مفہوم	,,
شاہ ولی اللہ رح ,,	,,	علامہ نسفی رح کا قول	۳۶۱/۳۶۲
دوسرا جواب	۳۵۸	ساتویں دلیل	
خصوصیت کل		وقل تسماوا نفسری اللہ	۳۶۳
کی حد نہیں	,,	دوسرا جواب آئینا کا اہل مقصد	,,
تیسرا جواب	۳۶۰	دوسرا باب مرید کے جوابات میں	۳۶۳/۳۶۴

جواہر القرآن

از افادات امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ
.. ہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانصاحب۔

یہ کتاب بلاشبہ اسم بامسمی ہے اور تفسیری جواہر پاروں
ے بہا خزینہ ہے۔ اس کتاب میں ان تمام تفسیری اصطلاحات
تفصیل کی گئی ہے جن کا جاننا قرآن فہمی کے لئے ضروری ہے۔
اس میں شرک کی مختلف اقسام اور توحید کے متعلق قرآنی
آیا ۃ کو دل نشین انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ کاغذ سفید، کتابت
و ... ت عمدہ قیمت غیر مجلد دو روپے۔ مجلد دو روپے آٹھ آنے

خصائل مسلمین

اردو ترجمہ مسائل اربعین
مترجم سید ابو احمد سجاد بخاری

حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی
محتاج تعارف نہیں آپ سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث
دہلوی کے نواسے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ الشیوخ
ہیں۔ آپ کی کتاب مسائل اربعین شادی غمی وغیرہ کی بدعات و رسوم
کے رد میں بہترین کتاب ہے اس میں شاہ صاحب نے شادی، بیاہ،
ختم وغیرہ کے مسائل میں کتاب و سنت اور ارشادات سلف سے
مسلمانوں کی نہایت عمدہ راہنمائی فرمائی ہے۔ یہ کتاب چونکہ
عربی زبان میں تھی اور عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے
اس لئے اسے سلیس اور عام فہم اردو میں منتقل کر کے شائع کیا
گیا ہے تاکہ اردو خواں طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ شروع
میں مصنف کے حالات پر مشتمل ایک مختصر سا مقدمہ بھی شامل
ہے۔ کاغذ سفید کتابت و طباعت عمدہ قیمت مجلد دو روپے
غیر مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

کتب خانہ رشیدیہ ... مرکز ... راجہ بازار راولپنڈی

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط

(سورہ نمل ۵)

توحیدی پاکٹ بک

حصہ اول

از افادات

امام القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

ناشر کتب خانہ رشیدیہ - مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

قُل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ

(نمل ع ۵)

توحیدی پاکٹ بک

حصہ اوّل

از افادات

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

ناشر

کتب خانہ رشیدیہ

۲۰ مدینہ مارکیٹ ـــــ راجہ بازار راولپنڈی

مطبوعہ:- تعمیر پریس راولپنڈی

تعداد طبع اول ۲۰۰۰

تاریخ طباعت فروری ۱۹۶۳ء

قیمت	قسم اول	قسم دوم
مجلد	پانچ روپے	چار روپے
غیر مجلد	چار روپے	تین روپے

ناشر

کتب خانہ رشیدیہ ۲۰ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

مدارِ نجات اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اخروی فلاح ونجات کا مدار دو چیزیں ہیں۔ ایک ایمان یعنی عقائد حقہ دوم اعمال صالحہ قرآن مجید میں جا بجا اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے اور متعدد مقامات میں اخروی نجات کو ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے ۔
کہف ع ۱۲	

اسی طرح سورۂ بقرہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے متقین (پرہیزگار لوگوں) کے [illegible] بیان فرمائے ہیں وہ دو ہی [illegible] ہیں یا ان یہ کہ ان کا ایمان [illegible] دوم یہ کہ ان کے اعمال نیک ہیں۔ چنانچہ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ اور اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ سے

یوقنون تک ایمان کا اور یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ سے اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد دونوں چیزوں کا ثمرہ حسب ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّہِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	یہ لوگ ہدایت پر ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے اور یہی ہیں کامیاب۔

اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ دنیا میں ہدایت یافتہ اور سیدھی راہ پر وہی لوگ ہیں۔ جن کا ایمان صحیح اور ان کے اعمال نیک ہوں۔

اعمال کو ایمان سے وہی رشتہ اور تعلق ہے۔ جو شاخوں کو جڑ سے اور مکان کی دیواروں کو بنیادوں سے ہوتا ہے۔ شاخوں کی تروتازگی اور شادابی جڑ کی تروتازگی اور مضبوطی پر موقوف ہے۔ اور دیواروں کی پائیداری اور چھت کا قیام بنیادوں کی مضبوطی اور استواری پر موقوف ہے۔ اسی طرح اعمال کا نتیجہ خیز اور آخرت میں موجب نجات و فلاح ہونا ایمان کی درستی اور پائیداری پر موقوف ہے۔ اگر درخت کی جڑیں تندرست اور مضبوط ہوں گی۔ تو اس کی شاخیں خوب پھولیں پھلیں گی۔ اور اگر بنیادیں مضبوط ہوں گی تو دیواریں پائیدار اور چھت دیرپا ہوں گی لیکن اگر درخت کی جڑیں بیمار اور کرم خوردہ ہوں گی۔ تو شاخیں مرجھا جائیں گی۔ اور پھول پھل نہیں سکیں گی۔ اور اگر مکان کی بنیادیں کمزور اور کھوکھلی ہیں

ٹیڑھی ہوں گی۔ تو دیواروں اور چھت کا بھی یہی حال ہوگا۔؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اور ایسا کمزور بنیادوں والا مکان رہائش کے قابل نہیں ہوگا۔ اور اس کے گرنے کا ہر وقت خطرہ لاحق ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کا ایمان شرک کی پلیدی سے ملوث ہوگا۔ اور اس کے عقائد میں شرک و بدعت کی آمیزش ہوگی۔ تو اس کے تمام اعمالِ صالحہ بیکار اور بے نتیجہ ہوں گے۔ اور آخرت میں ان کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ ایمان بھی ضائع اور برباد ہو جائے گا۔

عمل صالح اور شرک شرک ایک ایسی لعنت اور بڑی بلا ہے کہ اس سے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا۔ چنانچہ سورہ کہف ع ۱۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیآء انا اعتدنا جہنم للکٰفرین نزلا ۝

سو کیا ان کافروں کو خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنے کارساز قرار دیں۔ ہم نے کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے:۔

فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝

سو ان کے سارے اعمال رائیگاں گئے۔ تو قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہیں کرینگے۔

اور سورہ فرقان رکوع ۳ میں ہے۔

وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝

اور ہم ان کے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے۔ جو وہ کر چکے ہیں۔ تو ان کو اڑتی ہوئی گرد کی طرح کر دیں گے۔

اعمال کے نتیجہ خیز اور کار آمد ہونے کا مدار چونکہ ایمان کی درستی پر ہے، اور شرک کی وجہ سے ایمان برباد ہو جاتا ہے۔ اور باقی نہیں رہتا۔ اسلئے شرک آمیز ایمان پر جو اعمال مبنی ہوں گے۔ وہ سب بے کار اور ضائع ہوں گے۔

شرک معاف نہیں ہوگا

شرک ایک ایسا کبیرہ گناہ اور سنگین جرم ہے۔ جو ہرگز نہیں معاف ہوگا

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا

بے شک اللہ یہ جرم معاف نہیں کرے گا۔ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا دوسرے گناہ جسے چاہے معاف کر دے

(سورۃ نساء ع ۱۸) اور جو اللہ کے ساتھ شریک کرے وہ بہت دور بھٹک گیا۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ (مائدہ ع ۱۰) بیشک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کریگا۔ اس پر اللہ جنت کو حرام کر دے گا۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی ارشاد ہے۔

مَنْ مَاتَ یُشْرِکُ بِاللّٰہِ دَخَلَ النَّارَ (مشکوٰۃ شریف) جو شخص شرک کرتے کرتے بلا توبہ مرگیا۔ وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

افراط و تفریط

کفر ہمیشہ دو چیزوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک افراط دوم تفریط۔ افراط یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو ان کے اصل رتبوں سے بڑھا کر خدائی درجہ تک پہنچا دیا جائے اور انہیں خدائی صفات سے متصف مانا جائے۔ اور تفریط یہ ہے کہ ان کو ان کے اصل رتبوں سے نیچے گرا دیا جائے۔ اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی جائے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے حق میں گستاخیاں کیں۔ اور ان پر بہتان لگائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مغضوب و ملعون قرار دیدیا۔ جیسا کہ وارد ہے۔

وَبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی ۔ اور ان کے کفر اور مریم پر بہت

مَوْتِهٖ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (نساء ع ۲۲) بڑے بہتان کی وجہ سے۔

جس طرح یہودی تفریط کی وجہ سے کافر اور ملعون ٹھہرے، اسی طرح عیسائی افراط کی وجہ سے کافر قرار دیئے گئے۔ تفصیل آگے آتی ہے اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ المسیح ابن مریم — مجھے حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو حد سے بڑھایا تھا۔

افراطِ محبت سے شرک تک

دنیا میں سب سے پہلے شرک کی بیماری حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پھوٹی اور ہوا اس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے پانچ بزرگ اور خدا رسیدہ آدمی وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی تھے۔ لوگوں کو ان سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔ جب وہ فوت ہو گئے۔ تو ان کے معتقدین اور متوسلین بہت غمگین ہوئے۔ تو شیطان نے انسانی شکل میں ظاہر ہو کر انہیں مشورہ دیا۔ کہ ان بزرگوں کے بت تراش کر رکھ لئے جائیں۔ تاکہ بتوں کو دیکھ کر دلوں کو تسلی ہو جایا کرے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر آہستہ آہستہ ان کی پوجا ہونے لگی۔ ان کی خانقاہوں پر نذریں اور منتیں دی جانے لگیں۔ اور لوگ انہیں حاجت میں پکارنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ جنہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ	اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔
مَا لَکُمْ مِّنْ	اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (اعراف ع ۸)	نہیں۔

تو قوم نے اس کا جواب دیا۔

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ	ہم تم کو صریح گمراہی میں
مُّبِیْنٍ (اعراف ع ۸)	دیکھتے ہیں۔

اور انہوں نے کہا۔ کہ یہ نوح جو ہر وقت صرف ایک خدا کی پوجا اور صرف ایک خدا کی پکار کا نعرہ لگاتا رہتا ہے۔ یہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ اور اس پر (معاذ اللہ) ہمارے ان پنجتن پاک کی مار پڑی ہے جن کو وہ نہیں مانتا اور جن کی وہ بے ادبی کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل فرمایا ہے۔

قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ	انہوں نے کہا (وہ) دیوانہ ہے۔
ازْدُجِرَ (قمر ع ۱)	اور اسے جھڑک دیا گیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف یہی پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ کہ یہ بزرگوں کا منکر اور بے ادب ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ اسلئے وہ اسپر ناراض ہوگئے ہیں اور (معاذ اللہ) یہ ان کی بد دعا سے دیوانہ ہوگیا ہے۔

مشرکوں کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آرہی ہے۔ کہ وہ گمراہ تو خود ہوتے ہیں۔ مگر توحید بیان کرنے والوں کو گمراہ اور بے ادب کہہ کر بدنام کرنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ قوم نوح کے بعد ہر مشرک قوم نے خدا کے پیغمبروں پر یہ الزام لگایا۔ مشرکین مکہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہی پروپیگنڈا کیا۔ اور آج کل بھی شرک پسند مولوی اور بدعت نواز پیر یہی کچھ کر رہے ہیں جو اللہ کا بندہ توحید اور سنت کا جھنڈا اٹھا کر تبلیغ کرنے لگتا ہے۔ یہ اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور اسے اولیاء اللہ کا منکر، بزرگوں کا بے ادب اور وہابی وغیرہ کہہ کر بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ یہ مشرکین اپنے شرک کو گناہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ شرک و بدعت کو عین ایمان اور کار ثواب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ ھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (کہف ع ۱۲)	یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی دنیا میں کی کرائی محنت بیکار گئی گذری ہوئی۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ جو لوگ شرک و بدعت میں مبتلا ہیں۔ وہ غیر شعوری طور پر ان گناہوں کو عین ثواب سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص انہیں ان سے روکتا ہے۔ الٹا اسے گمراہ کہتے ہیں۔

عیسائیوں میں غلو محبت

بزرگوں اور اللہ کے برگزیدہ بندوں سے محبت عین ایمان ہے۔ مگر محبت اپنی حدود کے اندر ہی رہنی چاہیئے۔ جب محبت حد اعتدال سے بڑھ کر غلو کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ تو اس سے شرک کا

دروازہ کھل جاتا ہے۔ جس طرح قوم نوح میں غلو محبت نے شرک کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی فرط محبت کی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے رتبہ سے بڑھا کر خدا بنا دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور نہیں سمجھا۔ بلکہ اس غلط محبت کی وجہ سے انہیں کافر قرار دیا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدہ ع ۱)

بے شک وہ لوگ کافر ہو چکے۔ جنہوں نے کہا۔ کہ اللہ عیسے ابن مریم ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے کہا۔ کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔

ان ہر دو آیتوں میں ل اور قد حروف تاکید استعمال کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ یقیناً اور قطعاً کافر ہیں۔ ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہودیوں نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ علیہما السلام کے حق میں تفریط کی تھی۔ اور عیسائیوں نے افراط سے کام لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ

مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں ہیں صرف ایک پیغمبر ہیں۔ جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گذر چکے ہیں۔ اور ان کی والدہ

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۔ ایک ولی بی بی ہیں۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔
(مائدہ ع ۱۰)

اس آیت میں اِلَّا رسول اور امہ صدیقہ سے یہود کی تردید فرمائی۔ اور کانا یأکلان الطعام سے عیسائیوں کا رد کیا جو حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو معبود اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ کہ وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور کھانے پینے کے محتاج تھے۔ اسلئے جو خود محتاج ہو۔ وہ کس طرح معبود اور پکارنے کے لائق ہو سکتا ہے۔

مشرکین مکہ میں غلو محبت قوم نوح اور عیسائیوں کی طرح مشرکین عرب بھی افراط اور غلو محبت کا شکار تھے۔ انہوں نے محض فرط محبت کی بنا پر سینکڑوں اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مجسمے بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ ان کا دعوی تھا۔ کہ وہ دین ابراہیمی کے پیرو ہیں اور حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو مانتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے اللہ کے ان دونوں برگزیدہ پیغمبر کے بت بنا کر بھی خانہ کعبہ میں نصب کئے ہوئے تھے۔ وہ ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے اور انہیں حاجت روا سمجھ کر پکارتے تھے لیکن جب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے آکر توحید بیان فرمائی۔ اور شرک سے لوگوں کو روکا۔ تو مشرکین نے آپ کو صابی اور بزرگوں کا منکر اور بے ادب وغیرہ کہنا شروع کر دیا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قرآن مجید میں بار بار ذکر کر کے ان کی طرف سے پوری پوری صفائی دی ہے۔ کہ وہ

مشرک نہیں تھے۔ بلکہ وہ دینِ حنیف کے متبع اور صرف خدا کو پکارنے والے تھے۔ اور شرک سے سخت بیزار تھے۔

وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران ع ۷)

لیکن وہ (باطل سے) یکسو اور مسلم تھے۔ اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے مشرکین کو چیلنج کیا تھا۔ کہ وہ ان کے بتوں کو پاش پاش کر دیں گے۔

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (انبیاء ع ۵)

جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کی خوب گت بناؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ۝ (مریم ع ۳)

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر بھی کرو بے شک وہ بڑے ہی صاف گو نبی تھے جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا۔ ابا جان! تم ان کی کیوں عبادت کرتے ہو۔ جو نہ سن سکتے ہیں۔ نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

امتِ محمدیہ میں افراط و تفریط

جس طرح یہود و نصاریٰ اور ان سے پہلی امتیں افراط و تفریط کا شکار ہوئیں اسی طرح امت محمدیہ بھی افراط و تفریط میں مبتلا ہوئی۔ اور ایسا ہونا ناگزیر تھا کیونکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر و ذراعا بذراع (بخاری ج ۲ ص۱۰۸۸)

تم پہلی امتوں کے طریقوں کی نقش قدم پر چلو گے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا۔ امت محمدیہ میں کچھ لوگ افراط کا شکار ہو گئے اور محبت میں اس قدر غلو کیا۔ کہ کفر اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اور کچھ لوگ تفریط کا شکار ہو کر دولت ایمان سے محروم ہو گئے۔

چنانچہ بہائی، بابی اور قادیانی فرقوں نے شانِ رسالت میں کوتاہی اور گستاخی کی اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر کے جھوٹی نبوتیں کھڑی کر دیں۔ اور آپ کے بعد نبوت کا دروازہ کھول دیا۔ اسی طرح منکرین حدیث نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور وجوب اطاعت کا انکار کیا۔ اور آپ کے اسوۂ حسنہ آپ کی سنت اور حدیث کے دین میں حجت ہونے کے اجماعی عقیدہ کو رد کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ تفریط کے باعث اسلام سے خارج ہوئے۔

اس کے برعکس رضا خانی حضرات حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت رضی اللہ

عنہم کی محبت میں انتہائی غلو کیا۔ یہاں تک کہ ان کے لئے خدائی صفات ثابت کیں۔ انھیں عالم الغیب، حاجت روا اور متصرف امور سمجھا۔ جیسا کہ ان کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی ص۲۶ ج ۱ میں ہے۔

ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون علم ما کان وما یکون انہ لا یخفی علیہم شیٔ۔

بیشک اماموں کو جو کچھ ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ سب کچھ معلوم ہے۔ اور ان سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

اسی کتاب کے ص۲۶۱ ج ۱ پر ہے۔

عن ابی عبد اللہ قال لو کنت بین موسیٰ والخضر لاخبرتہما انی اعلم منہما ولانبأتہما بما لیس فی ایدیہما انی لاعلم ما فی السموات والارض واعلم ما فی الجنۃ واعلم ما فی النار واعلم ما کان وما یکون۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں موسیٰ اور خضر کے پاس موجود ہوتا۔ تو میں انہیں بتاتا۔ کہ میں ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ جو کچھ زمین و آسمان اور جو کچھ جنت و دوزخ میں ہے۔ میں گذشتہ اور آئندہ کا علم بھی رکھتا ہوں۔

روافض کا عقیدہ ہے۔ کہ اماموں کو اپنے مرنے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ مرنے میں بھی اپنے اختیار رکھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص۲۵۸ ج ۱ میں ہے۔

ان الائمۃ لیعلمون متی یموتون

بیشک اماموں کو معلوم ہوتا ہے،

ولا یموتون الا باختیارہم — کہ وہ کب مریں گے۔ اور وہ مرتے بھی اپنے اختیار سے ہیں۔

ان حوالوں سے اندازہ لگائیے۔ کہ ان لوگوں نے محض عقیدت کے رنگ میں اماموں کو خدا کے رتبہ تک پہنچا دیا۔ حالانکہ ائمہ کرام رضی اللہ عنہم ان اتہامات سے بالکل بری تھے۔ اور لوگوں کو توحید کا ہی سبق دیتے تھے۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی بعض اہلسنت بھی ان باطل اور مشرکیہ عقائد میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اہل سنت میں افراط

جس طرح شیعوں نے ائمہ کرام کے بارے میں غلو اور افراط کیا۔ اور انہیں صفات الوہیت میں خدا کا شریک بنا دیا اسی طرح اہل سنت نے حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، اولیاء اللہ اور صلحاء امت کے حق میں افراط سے کام لیا۔ اور ان کے بارے میں مشرکیہ عقائد گھڑ لیے۔ اہل سنت میں ان کفریہ خیالات اور مشرکیہ عقائد کی باقاعدہ تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ آج بہت سے احبار (علماء سوء) اور رہبان (گمراہ صوفی) عوام کالانعام کو توحید و سنت سے منحرف کر کے شرک و بدعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کا سرمایہ استدلال من گھڑت کہانیوں، بناوٹی قصوں اور بے سند اور شاذ و منکر روایات تک محدود ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالہا سال بعد یہود و نصاریٰ سے لے کر دین اسلام میں گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔ یا اسلام کے دشمنوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض کر

مسلمانوں میں پھیلا دیا ہے۔ اور بعد میں بعض غیر محقق اور بعض تو مسلم مصنفین نے ان کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔ اور اس طرح وہ مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ عوام نے ان باطل عقائد کو اسلام سمجھ لیا۔ اور بُری طرح اس شیطانی جال میں پھنس گئے۔

عوام الناس جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے تحقیق نہیں کر سکتے اور عقیدت میں اندھے ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ شرک پسند مولویوں اور مبتدع صوفیوں کی ہر بات کو عین اسلام سمجھ لیتے ہیں اور شرک و بدعت کے سربراہ عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر انھیں خوب گمراہ کر [illegible] اور توحید و سنت سے ان کو دور لے جاتے ہیں اور مرتے دم تک وہ تبلیغ شرک و بدعت کا کام سر انجام دیتے ہیں اور آخری وقت ان کی وصیت بھی یہی ہوتی ہے کہ ان کے تمام مریدان کے پھیلائے ہوئے دین بدعت پر [illegible] شرک و بدعت کے مجدد اور فرقہ بریلویہ کے سربراہ مولوی [illegible]

نے مرنے سے دو گھنٹے دس منٹ پہلے حسب ذیل [illegible]

[illegible] محبت و اتفاق سے رہو اور حتی [illegible]

نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب [illegible]

اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے [illegible]

[illegible] شریف ص۸)

اس اقتباس سے اندازہ کیجئے کہ ان [illegible]

[illegible] کی تبلیغ و اشاعت کی کس انداز سے [illegible]

کے ساتھ تو حتی الامکان کی قید لگا دی یعنی جہاں تک ہو سکے شریعت کی پیروی کرو۔ مگر اپنے خود ساختہ دین و مذہب پر قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دیا۔ مثلاً ایک فرض تو یہی ہے۔ کہ شریعت پر قائم رہنا لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب کے دین و مذہب پر قائم رہنا شریعت پر چلنے سے بھی زیادہ اہم فرض ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی وضاحت فرما دی۔ کہ ان کا مذہب ان کی کتابوں میں ہے۔ اور یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ کہ شریعت قرآن و حدیث اور فقہ میں مذکور ہے۔ ایک طرف خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ :۔

ترکت فیکم امرین	میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں
لن تضلوا ما ان تمسکتم	جب تک تم ان کی پیروی کرو گے۔
بھما کتاب اللہ وسنتی	گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب
	اور اپنی سنت ؛

دوسری طرف یہ مجدد ہیں۔ جو اپنے دین و مذہب پر قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دے رہے ہیں۔ اب اگر کوئی صاحب ان مجدد صاحب کا دین و مذہب ملاحظہ کرنا چاہیں۔ تو ان کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

حضرت قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں حسب ذیل اشعار لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ حدائق بخشش حصہ اول صفحہ ۳۲

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبد القادر

سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

اور حضور علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بیٹھتے اُٹھتے حضور پاک سے التجاء و استعانت کیجئے
(حدائق بخشش حصہ اول ص۱۰۰)

حالاں کہ یہ عقائد باطلہ کتاب و سنت اور اجماع امت کے صریح خلاف ہیں۔

شرک کا مبدا جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں پکارتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ عالم الغیب اور سمیع و بصیر ہے۔ اور ان کے احوال سے باخبر اور ان کی دعا و پکار سنتا ہے۔ نیز وہ مالک و مختار اور قادر و متصرف ہے اور ان کی حاجت روائی اور مشکلکشائی کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کے سوا انبیاء علیہم السلام ملائکہ اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں۔ ان کا بھی ان حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب اور متصرف و مختار ہیں اور پکارنے والے کی پکار کو سنتے اور اسکی حاجت روائی کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ نہ ہو تو وہ انھیں کبھی نہ پکاریں۔ تو معلوم ہوا کہ شرک کا اصل مبدا اور بنیاد یہی دو صفتیں ہیں۔ جب تک کوئی مشرک غیر اللہ میں یہ دو صفتیں نہیں مانتا۔ اس وقت تک وہ نہ اسکی پوجا کرتا ہے،

نہ اسے پکارتا ہے اور نہ ہی اس کی خوشنودی کے لئے اس کے نام کی نذریں منتیں دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا شرک کی اسی جڑ کو کاٹا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور متصرف و مختار نہیں۔ اسی بنا پر ہم نے بھی سلسلہ اشاعت توحید کو اسی نقطۂ آغاز سے شروع کیا ہے۔ سردست علم غیب کے بارے میں ایک رسالہ حاضر خدمت ہے۔ اس رسالہ میں دلائل شرعیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔ رسالے کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

رسالہ چار حصوں پر مشتمل ہوگا۔ حصہ اول۔ غیر اللہ سے نفی علم غیب پر قرآنی دلائل پیش کیے جائینگے۔ حصہ دوم میں احادیث نبویہ، اور حصہ سوم میں آثار صحابہ، ارشادات ائمۂ دین، اقوال اولیاء کرام اور تصریحات فقہائے امت پیش کی جائینگی۔ اور چوتھے حصے میں فریق مخالف کے دلائل کا جواب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ھو حسبی و نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر

حصہ اول

حصہ اول میں چھ ابواب ہیں۔ پہلا باب اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ دوسرا باب۔ نفی علم غیب از انبیاء

کرام۔ تیسرا باب نفی علم غیب از انبیاء علیہم السلام عموماً چوتھا باب نفی علم غیب از سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پانچواں باب نفی علم غیب از اولیاء اللہ۔ چھٹا باب ذاتی اور عطائی کا فیصلہ۔

پہلا باب

علم غیب اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اسمیں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی زبانی اس کا اعلان کرایا۔ اور آخر میں حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنی آخری کتاب میں بھی اس حقیقت کو پوری وضاحت سے واشگاف فرمایا۔ ذیل میں قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور ائمہ دین سے ان کی جو تفسیر منقول ہے وہ بھی ہدیۂ قارئین ہے۔

پہلی آیت وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ہود ع ۱)

اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہونگے۔ سو تو اسی کی عبادت کرا ور اسی پر بھروسہ رکھ۔

دوسری آیت وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ

اور آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور قیامت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوگا